معاشرے کے روزمرہ مسائل پر شاہکار تصنیف

اچھا برتاؤ

مصنف

مبلغِ اسلام

حضرت علامہ سید سعادت علی قادری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ گنج بخش پاکستان

مُعاشرے کے روزمرّہ مسائل پر شاہکار تصنیف

اچھّا برتاؤ

○

مصنّف

مبلّغِ اسلام

حضرت علّامہ سیّد سعادت علی قادری

◎

ناشر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور-کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	اچھا برتاؤ
مصنف	مبلغ اسلام علامہ سید سعادت علی قادری صاحب
اہتمام	صاحبزادہ سید عامر علی قادری
تاریخ اشاعت	اکتوبر 2004ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z148
قیمت	-/75 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔فون: 7221953 فیکس:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون: 7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

Marfat.com

"پیش کش"

"اچھا برتاؤ" مبلغ اسلام علامہ سید سعادت علی قادری کی، سرینام ساؤتھ امریکہ میں، ریڈیو پر تقاریر کا مجموعہ ہے جو پہلی بار ۷۶ء میں شائع ہوا، اور پھر ۸۴ء میں اس کو ضیاء القرآن پبلی کیشنز نے، نہایت ہی دیدہ زیب چھاپا، بحمداللہ بہت مقبول ہوا، انگریزی، ڈچ اور فرانسیسی زبانوں میں بھی منتقل ہو چکا ہے۔

علامہ موصوف کی ایک محفل میں، احباب اس پر تبصرہ کر رہے تھے، میری زبان سے نکل گیا کہ اگر نظر ثانی کر کے اس کو چھاپا جائے تو شاید مزید مفید ہو گا، اب ایک عرصہ بعد نہ جانے، والد محترم کو میری بات کا کیسے خیال آیا کہ اس پر صرف نظر ثانی ہی نہیں فرمائی، بلکہ اس کو تصنیف ثانی کہئے، یا یوں کہئے کہ مصنف نے اس کے ساتھ اتنا "اچھا برتاؤ" کیا، کہ چھوٹے سائز پر بہتر صفحات کا یہ کتابچہ اب ایک کتابی شکل میں آپ کے ہاتھ میں ہے، یقیناً اس کی ضخامت کے ساتھ، اس کی افادیت میں بھی اضافہ ہوا ہے، اور اب یہ اس قابل ہے کہ اگر اس کو کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل کر لیا جائے، تو نوجوانوں کے ذہنوں میں ایک انقلاب پیدا کر سکتی ہے، اور مغربی تہذیب کی تاریکی میں ٹھوکریں کھانے والوں کے لئے مینارۂ نور ثابت ہو سکتی ہے، کہ اس وقت کا اہم مسئلہ، اخلاق و کردار کی تعمیر ہے، مغربی تہذیب کے اثرات نے ہمیں ایسا بد تہذیب بنایا ہے کہ نہ چھوٹوں کو بڑوں کے حقوق کا احساس رہا ہے اور نہ ہی بڑوں کو چھوٹوں پر شفقت و محبت کا، والدین اور اولاد کے درمیان ادب و احترام کا جوہر مفقود ہے، شوہر و بیوی، اپنی اپنی ذمہ داریوں سے بے بہرہ ہیں، پڑوسیوں کے درمیان باہمی حقوق کا تصور ہی نہیں، یہی اسباب ہیں جنہوں نے معاشرے کو تلپٹ کر رکھا ہے، گھروں، گلی کوچوں اور شہروں میں بدامنی کے شعلے بھڑک رہے ہیں یہ کتاب ان شعلوں پر پانی کا کام کر سکتی ہے، بشرطیکہ کوئی آگ بجھانا اور اس سے بچنا چاہئے، یعنی اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے، اور اس کو زیادہ سے

Marfat.com

زیادہ لوگوں تک پہنچایا جائے۔

ہم ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے منتظمین کے ممنون ہیں جن کے تعاون سے یہ کتاب، بے حد پرکشش شکل میں آپ تک پہنچ سکے اوس سے پہلے، تبلیغی کتاب، وراثت انبیاء، یوم الفرقان، تیس راتیں، مرض سے موت تک، پیش کی جا چکی ہیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ قارئین، اس کتاب کو پسند فرمائیں گے، اور خدمت دین و ملت کے پیش نظر، اس کو دوسروں تک پہنچانے کی ذمہ داری قبول فرمائیں گے، نیز ہم خوشخبری سناتے ہیں کہ علامہ موصوف کی ایک شاہکار تصنیف "یا ایہاالذین آمنوا" زیر قلم ہے جو خاصی ضخیم اور علمی ذخیرہ ہے۔ انشاء اللہ جلدی ہی پیش خدمت ہوگی، درخواست دعا ہے، کہ اللہ مصنف کو صحت و تندرستی کے ساتھ عمر دراز، اور اوقات فرصت نصیب فرمائے تاکہ یہ علمی بارش مزید برستی رہے۔ آمین

محتاج دعا

صاحبزادہ سید عامر علی قادری

۲۰ر مئی ۱۹۹۵ء

Marfat.com

"میلاد شریف"

اہل محبت حضرات خوشی اور غم کے مواقع پر "میلاد شریف" کی محافل کا انتظام کرتے ہیں جو یقیناً باعث ثواب و برکت ہے اور اشاعت دین کا ذریعہ بھی۔ لیکن میلاد خواں حضرات و خواتین صرف چند مخصوص روایتیں اور نعتیں پڑھ کر اس مبارک محفل سے اشاعت دین کا مقصد فوت کر دیتے ہیں۔

بہت مناسب ہو گا کہ میلاد شریف کی مقدس محفلوں میں اس کتابچہ کے مضامین پڑھ کر سنائے جائیں یقیناً یہ طریقہ حاضرین محفل کے لئے دلچسپی کا باعث بھی ہو گا۔ اور اس سے معاشرے کی اصلاح کا اہم کام بھی انجام پائے گا۔ جو میلاد خواں عربی عبارت نہ پڑھ سکیں وہ صرف ان کا ترجمہ ہی پڑھ کر سنائیں۔

Marfat.com

انتساب

اپنے والد ماجد مفتی پاکستان
حضرت مولانا سید مسعود علی قادری رحمتہ اللہ علیہ
جن کے نام جن کی اچھی تربیت نے مجھے اسلام کی تبلیغ و خدمت
کا اہل بنایا۔
اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے فیوض و برکات جاری
رکھے، آمین

فقیر سید سعادت علی قادری

Marfat.com

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
پیش کش	۳
میلاد شریف	۵
انتساب	۶
اچھا برتاؤ	۹
حقوق اللہ	۱۰
حقوق العباد	۱۱
حسن سلوک	۱۴
بنیادی طریقے	۱۷
امانتوں کا ادا کرنا	۱۸
انصاف کرنا	۲۰
دوسرے طریقے	۲۴
حسن سلوک کا مقصد	۲۵
والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ	۲۸
قرآنی آیات	۲۸
ماں	۳۷
ماں کی ناراضگی	۳۹
ماں کی دعا	۴۲
ماں کی بددعا	۴۳
احادیث مبارکہ	۴۴
چند واقعات	۵۰
سنت انبیاء	۵۱
خلاصہ	۵۴
اولاد کے ساتھ برتاؤ	۵۶
اچھے برتاؤ کی ابتداء	۵۶
والدین نمونہ بنیں	۵۸
اولاد کے لئے بہترین تحفہ	۶۲
دودھ پلانا	۶۳
اولاد کی خدمت	۶۶
اولاد کے تین حق	۶۸
بیٹا یا بیٹی	۸۰
محبت و شفقت	۸۴
اولاد پر خرچ کرنا	۸۸
خلاصہ	۹۰
اقرباء کے ساتھ اچھا برتاؤ	۹۲
صلہ رحمی	۹۲
قرآن اور صلہ رحمی	۹۴
احادیث اور صلہ رحمی	۱۰۰
بڑا بھائی	۱۰۵
اقرباء کا تعارب	۱۰۶
قرابت کی بنیاد	۱۰۸
خلاصہ	۱۰۹
عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ (قرآنی آیات کی روشنی میں)	۱۱۰
اسلام اور عورت	۱۱۱
عورت کے ساتھ معروف کا حکم	۱۱۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
عورت حقیر نہیں	۱۲۲
عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ	۱۲۴
(احادیث مبارکہ کی روشنی میں)	
حضور نے عورت کو پسند فرمایا	۱۲۵
دنیا کا بہترین سامان	۱۲۶
عورتوں کی خدمت	۱۲۸
بیوہ کے ساتھ اچھا برتاؤ	۱۳۷
خلاصہ	۱۳۹
یتیموں کے ساتھ اچھا برتاؤ	۱۴۱
یتیم کو اپنا جانو	۱۴۳
یتیموں کی اصلاح	۱۴۴
یتیموں کے مال کی حفاظت	۱۴۵
یتیم لڑکی سے نکاح	۱۵۰
یتیم پر قہر نہ کرو	۱۵۱
یتیم اور احادیث	۱۵۲
یتیموں کی پرورش	۱۵۶
پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ	۱۶۰
پڑوسیوں کی قسمیں	۱۶۰
کمال ایمان اور پڑوسی	۱۶۲
اچھا انسان	۱۶۴
عورتوں کی ذمہ داری	۱۶۶
خراب پڑوسی	۱۶۸
پہلا حق	۱۷۰
تتمہ	۱۷۰

عنوان	صفحہ نمبر
مریضوں کے ساتھ اچھا برتاؤ	۱۶۷
مریض اور احکام شرع	۱۷۴
مریض ذریعہ رحمت الٰہی ہے	۱۷۵
مریض کی عیادت	۱۷۷
مریضوں کی خدمت	۱۸۱
ڈاکٹروں کی ذمہ داری	۱۸۲
مریض کے لئے دعا	۱۸۳
مردوں کے ساتھ اچھا برتاؤ	۱۸۷
اللہ کی طرف سے مردوں کا اعزاز	۱۸۸
تلقین	۱۹۲
سکرات موت کے وقت مدد	۱۹۳
غسل و کفن	۱۹۶
احترام جنازہ	۱۹۷
موت کے بعد	۲۰۱
خاتمہ	۲۰۶
جانوروں کے ساتھ اچھا برتاؤ	۲۰۸
جانوروں کی پیدائش کا مقصد	۲۰۹
جانور ذبح کرنا	۲۱۲
شکار کرنا	۲۱۴
جانور پالنا	۲۱۶
کیڑوں مکوڑوں کو مارنا	۲۱۸
دیگر ارشادات	۲۲۰
خلاصہ	۲۲۳
اتمام	۲۲۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اچھا برتاؤ"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

اللہ رب العزت جل و علیٰ، کی تمام مخلوق میں، بلاشبہ انسان اشرف و اعلیٰ مخلوق ہے، جس کی منجملہ دیگر وجوہ کے، ایک اہم ترین وجہ یہ بھی ہے، کہ اسے "حقوق"، یعنی معاملات، کا امین بنایا گیا ہے، دنیا میں آنے کے بعد جس انسان نے اس امانت کو ادا کیا، اس کا تاج شرافت و فضیلت محفوظ رہا، اور جس نے اس میں خیانت کی، وہ اس عظمت کے بخشنے والے، خالق حقیقی ہی کے ارشاد کے مطابق ہے، "جانور، بلکہ جانور سے بھی بدتر ہو گیا" گویا انسانیت کی بقا صرف مخصوص شکل اور جسم سے نہیں، بلکہ ان ذمہ داریوں کی تکمیل سے ہے، جو انسان کو سونپی گئی ہیں، یہ حقوق دو قسم کے ہیں، ایک تو انسان اور اس کے خالق کے درمیان معاملات، اور دوسرے انسان اور مخلوق کے درمیان معاملات، پہلی قسم کے معاملات کو "حقوق اللہ" اور دوسری قسم کے معاملات کو "حقوق العباد" کہا جاتا ہے، ان دونوں قسموں کے حقوق کی ادائیگی عبادت ہی ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ
لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

"اے ایمان والو، رکوع کرو اور سجدہ کرو، اور عبادت کرو اپنے پروردگار کی، اور (ہمیشہ) مفید کام کیا کرو، تاکہ تم (دین و دنیا میں) کامیاب ہو جاؤ۔ (پ ۱۷، الحج، ۷۷)

اہل ایمان کو عبادت کا حکم دیا گیا، جس کی ایک صورت رکوع و سجود بتائی گئی اور دوسری "عمل خیر"، رکوع و سجدہ حقوق اللہ کی ادائیگی کا ایک ذریعہ ہے، اور عمل

Marfat.com

خیر، حقوق العباد کی ادائیگی کا ذریعہ، جس میں اپنے لئے، دوسروں کے لئے ہر مفید کام کرنا شامل ہے، چاہے اس کا فائدہ افراد کو پہنچے، یا قوم کو یا ملک کو۔

حقوق اللہ

اللہ کے حقوق کی بنیاد، ایمان ہے، کہ انسان کی یہ ذمہ داری ہے، کہ سب سے پہلے وہ اپنے خالق کو پہچانے، اسے مانے، اس کی بتائی ہوئی باتوں پر کامل یقین کرے، اس کے احکام کی تعمیل کے لئے سر تسلیم خم کرے، تب ہی نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ اور دیگر عبادات کی صورت میں ان حقوق کی ادائیگی کو قبول کیا جائے گا، اور اس پر انسان، اللہ کی طرف سے اجر و ثواب کا مستحق ہوگا، اور اگر بنیاد ہی قائم نہیں کی گئی تو جس طرح بے بنیاد کی عمارت ایک فریب کے سوا کچھ نہیں، اسی طرح، بغیر ایمان کے اللہ کے حقوق کی ادائیگی کا دعویٰ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، حتیٰ کہ ایمان بغیر بندوں کے حق ادا کرنے پر بھی، آخرت میں کوئی اجر نصیب نہ ہوگا، جس سے قرآن کریم بار، بار، باخبر کرتا ہے، پس بندوں پر اللہ کا پہلا حق اور بنیادی حق حق ایمان ہے اس کے بعد اعمال، اور اعمال کی ادائیگی میں بھی بنیاد، رسول کی اتباع و پیروی ہے، کہ وہی اعمال مقبول ہیں، جو معلم شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل کے مطابق ہوں یعنی اللہ کی عبادت، رسول کی اداؤں کے مطابق کی جائے، تو مقبول ہے ورنہ مردود، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

"(اے محبوب) آپ فرمایئے، کہ اگر تم، اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو (تب) اللہ تم سے محبت فرمانے لگے گا، اور بخش دے گا، تمہارے لئے تمہارے گناہ اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔" (پ ۳، آل عمران، ۳۱)

Marfat.com

اللہ کی محبت، اس کے حقوق کی ادائیگی کا جذبہ ہی تو ہے، جس کی تکمیل کے خواہشمندوں کو واضح ہدایت دی جاری ہے، کہ میرے محبوب کی پیروی اختیار کرو، جتنا تم ان کے قریب ہوتے جاؤ گے، اتنے ہی میرے محبوب و مقرب بنتے جاؤ گے۔ اور میرے حقوق، قابل قبول انداز میں ادا کر سکو گے، جس کا صلہ مغفرت اور بخشش کی صورت میں تمہیں دیا جائے گا۔

حقوق العباد

انسان پر، انسانوں کے باہمی حقوق کی ذمہ داری بھی ہے، جو اس اعتبار سے حقوق اللہ سے زیادہ اہم ہیں، کہ اللہ تو اپنے بندوں پر نہایت ہی مہربان ہے، رحمٰن و رحیم اور کریم ہے، غفار الذنوب اس کی شان ہے، اسی لئے اس نے سوائے شرک و کفر کے، اپنے بندوں کی ہر کوتاہی اور خطاء کو معاف فرما دینے کا مژدۂ رحمت سنایا ہے، اس نے خود ہی اپنے فضل و کرم سے، بندوں کو اس امید و یقین کی تاکید فرمائی ہے، کہ اگر ان سے، رب کریم کی حق تلفی ہو جائے، تو وہ مایوس نہ ہوں، کہ وہ رحم فرمانے والا اور بخشنے والا ہے، لیکن کسی بندے کی حق تلفی بڑی ہی خطرناک ہے، کہ مالک یوم الدین نے، ہر بندے کو اس کے حقوق کا مالک بنایا ہے، پس جب تک بندہ اپنے حق تلفی کرنے والے کو معاف نہیں کرے گا، اس وقت تک حق تلف کرنے والا، سزا و عذاب سے نجات نہ پا سکے گا، اور بندے سے معافی کی توقع بآسانی نہیں کی جا سکتی، جبکہ اللہ ارحم الراحمین سے معافی کا یقین کیا جا سکتا ہے اسی لئے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے باخبر کر دیا ہے کہ۔

"جس نے کسی دوسرے پر ظلم کیا ہو (یعنی اس کی حق تلفی کی ہو) تو اسے چاہئے کہ وہ دنیا ہی میں اس (مظلوم) سے اس (حق) کو معاف کرا لے، ورنہ وہاں (قیامت میں) تاوان ادا کرنے کے لئے کسی کے پاس کوئی (دولت) درہم یا دینار نہ ہوگا، صرف اعمال ہوں

Marfat.com

گے، ظالم کی نیکیاں مظلوم کو (اس کے حق کے بدلے) مل جائیں گی، اور نیکیاں نہ ہوں گی، تو مظلوم کی بدیاں ظالم کے نامہ اعمال میں لکھ دی جائیں گی۔" (بخاری شریف)

ان حقوق کی اہمیت کا اندازہ، اس بات سے بھی کیا جاتا ہے کہ اللہ نے اپنے حقوق کی ادائیگی کا مطالبہ انہی لوگوں سے کیا ہے جو بندوں کے حقوق سے فارغ ہوں، مثلاً حج، اسی پر فرض ہے جس کی عدم موجودگی یا حج کے اخراجات سے کسی کی حق تلفی نہ ہو، کسی کو تکلیف نہ ہو، کہ "من استطاع الیہ سبیلا" کی شرط میں تمام حق داروں کے حقوق کی ادائیگی بھی شامل ہو، جس کی بیمار ماں کی خدمت کرنے والا، اس کے سوا کوئی نہ ہو، اس پر اللہ کے اس حق، یعنی حج کی ادائیگی لازم نہیں، کسی شخص نے حضور علیہ السلام سے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت چاہی، آپ کو معلوم ہوا، کہ اس کی ماں شدید بیمار ہے، آپ نے فرمایا "تمہارا جہاد ماں کی خدمت ہے۔" غزوۂ بدر جیسے موقع پر، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ "تمہاری بیوی بیمار ہیں، تم ان کے پاس رہو، اور ان کی تیمار داری کرو، اسی طرح زکوٰۃ کا مطالبہ انہی لوگوں سے ہے، جن کے پاس حق داروں کا حق ادا کرنے کے بعد، ایک مخصوص مقدار میں (نصاب) دولت محفوظ ہو، اور اس پر بھی سال گذر جانے کی رعایت رکھی گئی تاکہ اگر کسی کا حق نکل آئے تو وہ بھی ادا کر دیا جائے، نیز اس کی فرضیت درحقیقت امراء سے غرباء کا مالی حق ادا کرنے ہی کے لئے ہے، رہا روزے اور نماز کا حکم، تو یہ دونوں بھی مقصود اصلی نہیں، بلکہ بندوں پر ان کی فرضیت کی حکمت، بندوں کے حقوق کی ادائیگی کا جذبہ پیدا کرنا، اور اس کا احساس بیدار کرنا ہے، کہ روزہ، مسلمان میں ہمدردی مواسات صبر و شکر کے جذبات پیدا کرتا اور متقی بناتا ہے اور نماز، مومن کو برائیوں سے باز رکھتی ہے، یعنی ظلم و ستم، مکر و فریب جھوٹ، غیبت اور ان تمام بری عادتوں سے روکتی ہے جو حق تلفی کا ذریعہ اور سبب ہیں، نیز، نفلی نماز و روزے کی تو اس صورت میں قطعی اجازت نہیں جس میں کسی کی حق تلفی ہوتی ہو حتیٰ

Marfat.com

کہ بیوی کو بغیر شوہر کی اجازت کے کوئی نفلی عبادت کرنے کا اختیار نہیں، اسی طرح شوہر کو، اس کثرت سے عبادت کی اجازت نہیں کہ بیوی کی حق تلفی ہو، جیسا کہ درج ذیل واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حضور علیہ السلام نے فرمایا، کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور ساری رات نوافل پڑھتے ہو (ان کی بیوی نے یہ شکایت کی تھی) انہوں نے عرض کیا، جی میں ایسا ہی کرتا ہوں، حضور علیہ السلام نے فرمایا، ایسا نہ کرو، بلکہ روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، رات کو نوافل بھی ادا کرو، اور سوؤ بھی، کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھ کا بھی حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔ جس نے مسلسل روزہ رکھا اس کا روزہ مقبول نہیں، (کہ حق تلفی کر کے اللہ کو راضی نہیں کر سکتا) اور ہر ماہ کے تین روزے، مسلسل، روزوں کی طرح ہیں۔ لہٰذا ہر ماہ تین روزے رکھا کرو، اور ایک ماہ میں قرآن کریم ختم کیا کرو، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں اس سے زیادہ کر سکتا ہوں، تو آپ نے فرمایا، بہترین طریقہ کے روزے رکھو، جو صوم داؤد ہیں، یعنی ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو اور ایک ہفتہ میں قرآن کریم ختم کرو، "ولا تزد علیٰ ذالک" اور اس سے زیادہ بالکل نہ کرو۔"
(بخاری شریف)

حدیث واضح ہے، ان لوگوں کے لئے قابل غور ہے، جو صرف، نماز، روزہ، تلاوت، تبلیغ دین وغیرہ ہی کو تقویٰ سمجھتے ہیں، انہیں والدین اہل و عیال اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کا خیال تک نہیں ہوتا، جبکہ اللہ ہرگز عبادات کو قبول نہیں فرماتا، جو اس کے بندوں کی حق تلفی، ایذا رسانی، کا سبب بنیں، غرضیکہ اللہ اور اس کے

Marfat.com

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حقوق العباد کی ادائیگی نہایت اہم ہے۔

حُسنِ سلوک

حقوق العباد میں اہم ترین حسنِ سلوک "یعنی اچھا برتاؤ" ہے، جس طرح نماز کے لئے وضو اور دیگر عبادات کے لئے شرائط متعین کیے گئے ہیں، اسی طرح حقوق العباد کی ادائیگی کے وقت بندوں کے ساتھ، حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے، مثلاً غرباء کی امداد اور ان کا حق لیکن اس حق کو ادا کرنے کے بعد ان پر احسان جتلا کر انہیں تکلیف پہنچانا ممنوع ہے، فرمایا گیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

"اے ایمان والو! نہ ضائع کرو، اپنی خیراتیں، احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح جو اپنا مال دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔"

(پ۳، البقرہ، ۲۶۴)

والدین کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا گیا، تو "اف" سخت کلامی کی ممانعت کی گئی، اولاد اور بچوں کے ساتھ، شفقت و مہربانی سے پیش آنے اور بڑوں کا احترام کرنے کی تاکید کی گئی، مردوں پر عورتوں کی ذمہ داریوں میں "عاشر وھن بالمعروف" ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، کی ذمہ داری بھی واضح کر دی گئی، حتیٰ کہ ملازمین کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا جس کی نظیر خود نبی مکرم علیہ السلام کا طرز عمل ہے۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ (خادم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے) بتاتے ہیں، کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے، مجھے کسی کام کے لئے جانے کا حکم دیا، تو میں نے (آپ کی محبت و مہربانی پر ناز کرتے

Marfat.com

ہوئے) کہا کہ خدا کی قسم میں نہیں جاؤں گا، جبکہ میرے دل میں (نافرمانی کا نہیں بلکہ) یہی ارادہ تھا، کہ آپ نے مجھے حکم دیا ہے تو ضرور تعمیل کروں گا، پس میں باہر نکلا، تو ایسے لڑکوں میں کھڑا ہو گیا جو بازار میں کھیل رہے تھے، کہ اچانک حضور علیہ السلام تشریف لے آئے، اور آپ نے پیچھے سے میرے کاندھے پکڑ لئے، میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے، (گویا مجرم پکڑا گیا) آپ نے فرمایا اے انیس (محبت میں انس کی بجائے انیس) تم وہاں گئے، جہاں کے لئے میں نے کہا تھا، میں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں جارہا ہوں۔" (مسلم شریف)

اس قسم کی بے شمار نظائر موجود ہیں، جن سے آپ کے حسن سلوک کی وضاحت ہوتی اور یہ ثابت ہوتا ہے، کہ حقوق کی ادائیگی کے لئے، "اچھا برتاؤ" نہایت ضروری ہے کہ بدسلوکی کے ساتھ کسی کا حق ادا کرنا، ایسا ہی ہے جیسے کسی کو کھانے میں زہر ملا کر دے دیا جائے، اسی لئے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن سلوک کی بے حد تاکید فرمائی، چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا۔

"عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میرے نزدیک تمہاری سب سے زیادہ پسندیدہ چیز، تمہارا اچھا اخلاق ہے۔" (مسلم شریف)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا۔

"وہی روایت کرتے ہیں، کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، تم میں سے بہتر وہ ہیں جو اخلاقی اعتبار سے اچھے ہوں۔" (مسلم شریف)

Marfat.com

عَنْ رَجُلٍ مِّنْ مُّزَيْنَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا خَيْرُ مَا اُعْطِيَ الْاِنْسَانُ قَالَ الْخُلُقُ الْحَسَنُ۔

"مزینہ کے آدمی نے بیان کیا، کہ حضور علیہ السلام سے لوگوں نے سوال کیا، کہ انسان کو دی گئی چیزوں میں سب سے بہتر کیا ہے آپ نے فرمایا حسن اخلاق۔" (بیہقی)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ۔

"ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے سنا، بیشک مومن اپنے حسن اخلاق سے، راتوں کو قیام کرنے والے، اور دن کو روزہ رکھنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔" (ابوداؤد شریف)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ وَبِمَنْ تَحْرُمُ النَّارُ عَلَيْهِ عَلٰى كُلِّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ قَرِيْبٍ سَهْلٍ۔

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے صحابہ سے فرمایا، کیا میں تمہیں وہ شخص نہ بتادوں جو آگ پر حرام ہوتا ہے، اور آگ اس پر حرام ہوتی ہے، وہ ہر نرم طبع خوش کلام، گھل مل کر رہنے والا، اور درگذر کرنے والا ہے۔"

(ترمذی شریف)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ایمان کے اعتبار سے کامل مومن وہ ہے جس کا اخلاق اچھا

Marfat.com

ہو۔" (ابوداؤد شریف)

بنیادی طریقے

قرآن کریم، حسن سلوک کے دو بنیادی طریقے تعلیم فرماتا ہے، جو حقیقتاً انسان کو اچھے برتاؤ کا ایسا عادی بنا دیتے کہ پھر اس سے شعوری یا غیر شعوری طور پر، ظلم و تعدی کا کوئی عمل صادر نہیں ہوتا، پھر وہ نہ اپنی زبان سے کسی کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے اور نہ اپنے ہاتھ پیر سے، ہر حق دار کا حق ادا کرنا اس کی فطرت بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝۵۸

"بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے، کہ امانتیں (ان کے) سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں۔ اور جب بھی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، بیشک اللہ بہت ہی اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے، تمہیں بیشک اللہ سب کچھ سننے والا، ہر چیز دیکھنے والا ہے۔"

(پ ۵، النساء، ۵۸)

امانتوں کے [illegible] نے اور فیصلوں میں انصاف کرنے کا حکم دیا جارہا ہے، زندگی کے ہر معاملہ میں ان دونوں طریقوں پر عمل کرنے والا، اپنی ذات کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرتا ہے دیگر افراد اور قوم و ملت کے ساتھ بھی وہ اپنے اس عمل سے پورے معاشرے کو، امن و سکون کی نعمت فراہم کرتا ہے جس کے صلہ میں وہ معاشرے کے ہر فرد سے، عقیدت و محبت اور عزت کا نذرانہ وصول کرتا ہے آیئے اللہ کے عطا کردہ ان دونوں طریقوں کی قدرے وضاحت ہو جائے۔

Marfat.com

امانتوں کا ادا کرنا

انسان کا ایک اعزاز یہ بھی ہے کہ خالق، نے اسے اپنی نعمتوں کا امین بنایا، اور اس پر اعتماد فرمایا کہ وہ امانت میں خیانت کا ارتکاب نہیں کرے گا، ہاتھ، پیر، جسم وجان، اہل وعیال، مال ومنال، دنیا کی ہر چیز اللہ کی نعمت ہے، انسان اس کا امین ہے، یعنی اس بات کا ذمہ دار ہے کہ ہر چیز کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے کہ اللہ کی ہر نعمت کو اس کی مرضی کے مطابق اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر استعمال کرے اس کے اعزاز کی بقا اسی میں ہے کہ اس پر جو اعتماد کیا گیا ہے اس پر وہ پورا اترے ورنہ ذلت وخواری اس کا مقدر بن جاتی ہے جبکہ امانت دار افراد باعزت بھی ہوتے ہیں، باوقار اور بارعب بھی، شاہوں بادشاہوں کے سر، ان کے سامنے خم رہتے ہیں ہر موقع پر انہیں اللہ کی مدد حاصل ہوتی اور کامیاب و کامرانی ان کے قدم چومتی ہے، بڑے بڑے طوفان ان سے ٹکرا کر گذر جاتے ہیں، لیکن ان کی استقامت کو زک نہیں پہنچ پاتی، وہ ظلم وستم کی تاریکی میں نور بن کر چمکتے ہیں اور اندھیروں میں ٹھوکریں کھانے والوں کے لئے نور کا مینار بن جاتے ہیں وہ جس منزل کی طرف قدم بڑھاتے ہیں وہ ان کے قریب آجاتی ہے، اسی لئے اللہ رب العزت نے انسانیت کے رہبر وراہنما، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خوبی سے ایسا آراستہ وپیراستہ فرمایا کہ آپ کے دیگر کمالات کا انکا ' نے والے بھی اس کمال کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے، مجنون ودیوانہ کہنے والوں کی زبانوں نے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو "الامین" کہہ کر پکارا اور عملی طور پر ان سے عداوت کے باوجود، اپنی قیمتی چیزیں، بطور امانت اس کے سپرد کیں، اور آپ نے بھی اللہ کے عطا کردہ اس اعزاز کا حق ادا کر دکھایا، کہ ایسے نازک وقت پر بھی مجروح نہ ہونے دیا، کہ جب عام طور پر انسان کو دشمن تو درکنار اپنوں کا حق ادا کرنے کا بھی خیال نہیں رہتا. لیکن میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائیگی امانت کی بے نظیر، نظیر پیش فرمائی، کہ جن دشمنوں نے مصائب وآلام کے پہاڑ توڑے، حتیٰ کہ وطن عزیز چھوڑنے پر مجبور

Marfat.com

کر دیا وطن چھوڑنے سے قبل انہی کی امانتوں کی ادائیگی کا انتظام فرمایا کہ اپنے محبوب ترین صحابی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جان خطرے میں ڈالتے ہوئے، انہیں حکم دیا، کہ تمہیں میرے بستر پر سونا ہے، میرا بستر خالی دیکھ کر کسی کی زبان سے یہ بھی نہ نکلنے پائے، کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری امانتیں لے کر چلے گئے پس اے علی، جب دشمن مجھے تلاش کرتا میرے بستر پر پہنچے تو تم بلا تاخیر یہ امانتیں ان کے سپرد کر دینا۔ قرآن کریم جن مومنین کو کامیابی و کامرانی کا مژدہ دیتا ہے ان میں امانتوں کی ادائیگی کرنے والے بھی شامل ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝

"اور وہ (مومن کامیاب ہیں) جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں۔" (پ۱۸، المومنون، ۸)

دوسرے مقام پر امانت داروں کو ان مؤمنین میں شامل ہونے کا مژدہ ہے، جو جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝

"اور وہ (جنت میں جائیں گے) جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں۔" (پ۲۹، المعارج، ۳۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اتفاقاً ہی ایسا ہوتا تھا کہ حضور علیہ السلام اپنے کسی خطبہ میں یہ ارشاد نہ فرماتے ہوں کہ۔

لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ

جو امانت دار نہ ہو وہ کامل الایمان نہیں اور جو وعدہ پورا نہ کرے وہ پورا دیندار نہیں۔" (مشکوٰۃ شریف)

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں، امانت کے ساتھ ایفائے عہد کا ذکر بھی موجود ہے کیونکہ درحقیقت وعدہ بھی ایک امانت ہے جس کو پورا کرنا گویا امانت داری کرنا ہے۔

Marfat.com

انصاف کرنا

عدل یا انصاف، حسن سلوک کا دوسرا طریقہ ہے جس کا آیت مذکورہ کے علاوہ قرآن کریم میں متعدد بار حکم دیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ "مقسطین" انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝

"اور اگر تم فیصلہ کرو، تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرو بیشک اللہ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں سے۔"

(پ۶، المائدہ، ۴۲)

فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝

"پس اگر، لوٹ آئے تو صلح کرادو، ان کے درمیان عدل سے اور انصاف کرو۔" (پ۲۶، الحجرات، ۹)

اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝

"کہ تم ان کے ساتھ احسان کرو، اور ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

(پ۲۸، الممتحنہ، ۸)

"مقسطین" کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا اعزاز ہو سکتا ہے کہ اللہ ان سے بار، بار اپنی محبت کا اعلان فرما رہا ہے۔

امانت کی طرح، عدل کے معنی بھی بہت وسیع ہیں صرف دو لڑنے والوں کے درمیان انصاف کر دینا ہی عدل نہیں، بلکہ ہر ایک کو اس طرح اس کا حق دینا عدل

Marfat.com

ہے، جس طرح اللہ اور اس کے رسول نے مقرر فرمایا، حاکم کے لئے عدل یہ ہے کہ شرعی قوانین کے مطابق وہ حق دار کو حق دلائے، اور مجرم کو سزا دے، حتیٰ کہ قاتل کو قتل کر دینا بھی عین انصاف ہے، انفرادی عدل یہ ہے، کہ ہر شخص دوسرے شخص کی ایذاء رسانی سے بچے، اور میل جول پیدا کر کے معاشرے میں الفت و محبت کے چراغ روشن کرے باپ کا عدل یہ ہے کہ وہ اپنے سب بچوں میں اپنی شفقت کا مساویانہ مظاہرہ کرے، شوہر کا عدل یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو پوری طرح محبت دے اور اس کی ضروریات کو حسب استطاعت پورا کرے، بیوی کا عدل یہ ہے کہ وہ شوہر کی عزت کرے اور اس کی خدمت میں کوئی کمی واقع نہ ہونے دے، ماں کا عدل یہ ہے کہ وہ اپنے سب بچوں سے برابر کی محبت کرے غرضیکہ ہر شخص عدل کا ذمہ دار ہے اور وہ یہ ذمہ داری پوری کر کے اللہ کا محبوب و پیارا بن سکتا ہے۔

"اچھا برتاؤ" عدل و انصاف کے ساتھ ہوگا، تب ہی اچھا برتاؤ کہلائے گا، اگر آپ کسی شرابی یا جواری کی مالی امداد خوب کرتے ہیں جس سے وہ خوب شراب پیتا اور جوا کھیلتا ہے تو بظاہر یہ اچھا برتاؤ ہے، کہ آپ ایک شخص پر اپنی دولت صرف کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں یہ ظلم ہے، کہ آپ ایک شخص کو مزید برائی کی سہولت فراہم کر رہے ہیں ایسے شخص کے ساتھ آپ اگر انصاف سے کام لیتے اور اس کو برائی سے روک لیتے، تو یہ اچھا برتاؤ ہوتا۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْصُرُہٗ مَظْلُوْمًا فَکَیْفَ اَنْصُرُہٗ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُہٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذَالِکَ نَصْرُکَ اِیَّاہُ۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ ظالم ہو یا مظلوم، ایک شخص نے پوچھا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مظلوم کی مدد تو میں کرتا ہوں لیکن ظالم کی مدد کیسے کروں، آپ نے فرمایا اسے ظلم سے روکو،

Marfat.com

یہی تمہارا اس کی مدد کرنا ہے۔" (بخاری شریف)

ہر برائی ظلم ہے، اس کے لئے وسائل مہیا کرنا ظلم میں شریک ہونا ہے وسائل روک کر ظالم کو ظلم سے روکنے کی کوشش کرنا ظالم کی مدد اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ ہے، حتیٰ کہ غلط روی سے روکنے کے لئے بیوی، بچوں پر سختی کرنا بھی ان کے ساتھ اچھا برتاؤ ہے۔

دیگر خوبیوں کی طرح میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں عدل و انصاف کا بھی بہترین نمونہ ہمارے لئے موجود ہے آپ نے زندگی کے ہر شعبہ کو عدل وانصاف سے حسین بنایا، اور اس کے نور سے ظلم وستم کی تاریکی کو چھانٹا، تعمیر کعبہ کے موقع پر آپ کے عدل نے ہی قریش اور دیگر قبائل کو ایک خطرناک جنگ سے بچایا، صحابہ کرام سے عدل کے ساتھ حسن سلوک آپ کی عادتِ مبارکہ تھی، ازواج مطہرات کے درمیان آپ کا عدل ایک نظیر ہے صرف اپنوں ہی کے ساتھ نہیں بلکہ دشمنوں کے ساتھ بھی ہمیشہ آپ نے انصاف کا برتاؤ کیا، مسلمان کے مقابلہ پر یہودی کے حق میں فیصلہ دے کر عدل کی حقیقت کو آپ نے ہی روشناس کرایا، اس سلسلہ کا صرف ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

"خاندان بنو مخزوم کی ایک عورت چوری کرتی ہے، جرم ثابت ہوجانے پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت عالیہ سے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم صادر کیا جاتا ہے، قریش میں ہل چل مچ جاتی ہے، سب پریشان ہو جاتے، اور فکر کرنے لگتے ہیں کہ کس طرح اس سزا کو معاف کرایا جائے، لیکن کسی کی ہمت نہیں کہ دربار رسالت میں حاضر ہو کر اپیل کرے، بالآخر سب کی نظر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پر پڑی، کہ وہی یہ ہمت کرسکتے ہیں کہ سرکار ان سے بے حد محبت فرماتے اور انہی کو دربار میں احاضری کا اذن عام حاصل ہے۔ اسامہ قریش کے اصرار پر سفارش کے لئے دربار میں حاضر ہیں عرض کرتے ہیں

Marfat.com

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے خاندان کے بڑے چھوٹے سب ہی اس فیصلہ پر پریشان ہیں ابھی شاید اسامہ رضی اللہ عنہ بات پوری بھی نہ کر پائے تھے، کہ نورانی چہرے پر جلال کے آثار نمودار ہوئے اور پیکر عدل وانصاف نے فرمایا "اسامہ کیا تم اللہ کا حکم جاری کرنے میں سفارش کرتے ہو۔ تم سے پہلے لوگ (بنی اسرائیل) اسی لئے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں پر توحد جاری کر دیتے تھے اور امیروں، با اثر لوگوں کو معاف کر دیتے تھے، اے اسامہ! سنو، دنیا کو سنا دو، اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی ایسا جرم کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔"

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کے صفات کے مظہر تھے، عدل وانصاف میں خصوصیت کے ساتھ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ متعارف ہیں پس آپ کا ایک دل ہلا دینے والا واقعہ ملاحظہ ہو۔ بھرے دربار میں ایک عورت آکر فریاد کرتی ہے اور اپنے معاملہ میں انصاف کی اپیل کرتی ہے جب اس سے تفصیل معلوم کی گئی تو بلاخوف و خطر ساری کہانی سنا دیتی ہے، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جس سے فریاد کی جارہی ہے اور انصاف طلب کیا جارہا ہے اسی کے بیٹے کا معاملہ ہے جس نے اس عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اب اگر ثبوت جرم ہو جائے تو باپ کے لئے لازم ہے کہ وہ بیٹے پر شرعی حد جاری کرے یعنی اس کو سو کوڑے لگوائے، باپ امیر المومنین ہے، چاہتے تو اس معاملہ کو کسی طرح ختم کر کے بیٹے کو بچا لیتے، لیکن وہ تو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ سن چکے تھے کہ "اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی ایسا جرم کرتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جاتا" اب عمر کے بیٹے نے اگر جرم کیا ہے تو وہ کیسے بچ سکتا ہے پس بیٹے کو دربار میں طلب کیا جاتا ہے، جرم کے متعلق سوال ہوتا ہے وہ نادم و شرمندہ کھڑا اپنے جرم کا اعتراف کر لیتا ہے اور باپ ایک آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے ہمت و جرأت کے ساتھ حد جاری کرنے کا حکم دیتا

Marfat.com

ہے کوئی عرض کرتا ہے، اے امیر المومنین تاریخ اس بات کو ہمیشہ کیلئے محفوظ کر لے گی، کہ مسلمانوں کے امیر کے بیٹے نے زنا کیا۔ یہ مسلمانوں کی بدنامی کا بھی باعث ہو گا، اور آپ کی بھی اس سے ہمیشہ کے لئے بدنامی ہوگی، سخت لہجہ میں جواب دیا جاتا ہے۔ "یاد رکھو، اللہ کی اطاعت سے کبھی بدنامی اور ذلت نہیں ہوتی بلکہ نیک نامی اور عزت ملتی ہے۔" کوڑے لگنا شروع ہو جاتے ہیں سزا ختم ہونے سے پہلے بیٹے کی روح پرواز کر جاتی ہے جلاد کوڑا روک لیتا ہے ارشاد ہوتا ہے بے روح جسم پر حد پوری کی جائے، سزا ختم ہوتی ہے تو باپ تڑپ کر اٹھتا ہے اور بیٹے کے سر کو اپنے زانو پر رکھ کر دعا کرتا ہے۔ "اے اللہ تیرے بندے کا کام اطاعت اور تیرا مقام بندے کی مغفرت ہے۔ پس تو گواہ ہے کہ عمر نے تیری اطاعت کی اب تو عمر کے بیٹے کی مغفرت فرما۔" چور کا ہاتھ کاٹ دینا زانی کو سنگسار کرنا، یا کوڑوں کی سزا دینا، قاتل کو قتل کر دینا ہی عدل ہے، جو پورے معاشرے کے ساتھ اچھا برتاؤ ہے۔

دوسرے طریقے

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں حسن سلوک کے جو طریقہ بیان کئے گئے ہیں یہاں ان کی تفصیل کا موقع نہیں ہم بطور خلاصہ، ان کے عنوانات پیش کرتے ہیں۔

عفوو درگذر، سخاوت کی عادت، بخل کی برائی، اسراف اور فضول خرچی کی ممانعت، میانہ روی کی تاکید، تکبر و غرور سے اجتناب، نیکی اور بھلائی کی تبلیغ، محبت و الفت کو عام کرنا، کسی کو برا نہ کہنا، ملاقات کے موقع پر، سلام، مصافحہ، معانقہ کرنا، حق گوئی کا عادی ہونا، نرمی سے بات کرنا، بے حیائی کے کاموں اور باتوں سے پرہیز کرنا، لغو اور بیکار باتوں سے اعتراض کرنا، فسق و فجور سے نفرت کرنا، غیبت بد گمانی، چغل خوری، عیب جوئی سے پرہیز کرنا، سود، رشوت جوئے کی حرام دولت سے بچنا، حلال روزی پر گذارہ کرنا، حرص، لالچ، دولت کی محبت، میں گرفتار نہ

Marfat.com

ہونا، لوگوں سے بے رخی اور لاپرواہی نہ کرنا ہر کسی کی خوشی اور غم میں شریک ہونا، چھوٹوں سے محبت اور بڑوں کی عزت کرنا، لوگوں کی ایذاء رسانی سے اجتناب، اور ان کو نفع پہنچانے کی عادت پیدا کرنا، مسلمانوں کی بھلائی اور خیر خواہی، جو اپنے لئے پسند ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرنا، دل کو، عناد، بغض کینہ، رشک، حسد، اور نفرت سے بچانا، مکر و فریب اور چالاکی سے نفرت کرنا، دوسروں کے عیبوں اور برائیوں کو چھپانا، اپنی تعریف اور چاپلوسی سے خوش نہ ہونا، کسی کے منہ پر اس کی تعریف اور چاپلوسی کی باتیں نہ کرنا، ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے، تین دن سے زیادہ ناراض نہ رہنا، غصہ پر قابو رکھنا، مسلمان بھائیوں کے لئے دعا کرنا دوسروں کی دولت، عزت، شہرت، اچھے مکان، اچھی گاڑی وغیرہ دیکھ کر خوش ہونا۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں حسن سلوک کے جو طریقے بیان کئے گئے، ان میں سے چند یہی ہیں ذرا غور فرمایئے اگر انسان میں یہ خوبیاں پیدا ہو جائیں تو وہ کیسا آراستہ اور حسین نظر آئے گا اور ان خوبیوں والے افراد کا معاشرہ کیسا پرسکون اور پرامن ہوگا۔

حُسنِ سلوک کا مقصد

اسلام ایک ایسے معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے جس میں بسنے والے افراد کو کسی قسم کا خوف و خطر نہ ہو، رات کو سکون کی نیند نصیب ہو اور دن میں حصول معاش کے لئے، امن و امان میسر ہو، لہٰذا اسلام نے انسان کو ان تمام برائیوں سے پاک و صاف رہنے کا حکم دیا، جو معاشرے میں فتہ و فساد کا باعث ہوتی ہیں اور ان تمام خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ کرنے کا اہتمام فرمایا جو ایک اچھے پرسکون معاشرے کی تعمیر کے لئے لازمی ہیں ان میں اہم ترین حُسنِ سلوک ہے کہ جب تک ایک انسان دوسرے انسان

Marfat.com

کی عزت نہیں کرتا، اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف نہیں سمجھتا، اس وقت تک معاشرہ برائیوں اور بد کاریوں سے پاک نہیں ہوسکتا، کہ تمام برائیوں کی جڑ، دوسروں کی عزت نہ کرنا اور دوسروں کی تکالیف کی پروا، نہ کرنا ہی ہے۔ پس اسلام حسن سلوک کی تعلیم سے صرف امت مسلمہ ہی کو نہیں بلکہ جملہ بنی نوع انسان کو باہمی حقوق کی ڈوری میں پرو َ ۔ایک دوسرے سے اتنا قریب کر دینا چاہتا ہے، کہ ہر شخص دوسرے کی عزت کو اپنی عزت دوسرے کی ذلت کو اپنی ذلت، اور دوسرے کی دولت کو اپنی دولت، سمجھنے کا عادی ہو جائے، اور اس طرح فتنہ و فساد کا کوئی سبب ہی باقی نہ رہے، اس تربیت کی ابتدا گھر سے اور بچپن سے ہی ہو سکتی ہے، لہٰذا اسی ترتیب کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی، ترتیب قابل غور ہے۔

اولاد، والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، والدین اولاد کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں شوہر بیوی کے ساتھ اور بیوی شوہر کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، جس گھر میں اولاد، والدین، شوہر، بیوی ایک دوسرے سے حسن سلوک کرتے ہیں تو سوچئے اس گھر کے افراد معاشرے کا کتنا بہترین حصہ ہوں گے، پھر انہی لوگوں کو ذمہ دار قرار دیا گیا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کریں، تاکہ وہ بھی حسن سلوک کے عادی بن کر معاشرے میں شامل ہوں پھر یہ پوری جماعت پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے کہ ایک محلّہ اچھے لوگوں کا محلّہ کہلانے لگے اور ان کی خوبیوں کے اثرات دوسرے محلوں پر پڑیں، اس طرح پورے شہر اور پھر پورے ملک میں نیکیوں کا سایہ دار درخت پھیلتا چلا جائے گا۔

یہی انداز تربیت میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دور میں اپنایا جس میں ظلم و ستم کی تاریکی، اور برائیوں بد کاریوں کی گندگی کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا آپ نے اپنے گھر اور اپنے خاندان مین حسن سلوک کی مشعل کو روشن کیا انسان کی فطرت ہے کہ اندھیرے میں جس طرف روشنی نظر آتی ہے وہ اسی طرف دوڑتا ہے جو منزل کے متلاشی تھے وہ اس روشنی کی طرف لپکے، اور حضور علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہو

Marfat.com

کر منزل مقصود کو پہنچے۔

قوم افراد سے بنتی ہے، متعدد گھروں کی آبادی شہر کہلاتی ہے لہٰذا جب گھروں کے افراد حسن سلوک کے عادی ہو جاتے ہیں تو پورے شہر میں اچھے اخلاق و عادات کی بہار نظر آنے لگتی ہے اور متعدد شہروں کا مجموعہ ایک ملک کہلاتا ہے جس کے نظم و نسق کے لئے شہروں کے لوگ اپنے نمائندے منتخب کرتے ہیں۔ ظاہر ہے گھروں میں تربیت یافتہ صالح افراد، صالح لوگوں ہی کو اپنا نمائندہ منتخب کریں گے اور صالحین کی یہ جماعت برسر اقتدار آکر صالحیت کے پودے کو مزید پروان چڑھائے گی اور ان کی نگرانی میں پورا ملک امن و امان کا گہوارہ ہو گا اس کے ہر باسی کو سکون و چین کی زندگی میسر ہوئی، وہاں ہر ایک کی عزت و آبرو جان و مال، کو تحفظ حاصل ہو گا۔

آج پوری دنیا بدامنی اور بے چینی کا صرف اس لئے شکار ہے کہ گھروں میں تربیت یافتہ افراد مہیا نہیں ہو رہے، گھروں ہی میں حسن سلوک مفقود ہے تو معاشرے میں کہاں نظر آئے گا، گھروں ہی میں امن و امان نہیں تو معاشرہ پرامن کیسے ہو گا، پس اسلام حسن سلوک کے ذریعہ ایک صالح قوم کی تعمیر کرتا ہے، یہی مقصد ہے حسن سلوک کے حکم اور ایک دوسرے کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید کا، پس حسن سلوک یا حسن اخلاق ایک عظیم نعمت ہے اس کے حصول کے لئے اس طرح دعا کرنا چاہئے۔

" اَللّٰھُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِی "

"اے اللہ تو نے میری صورت خوب بنائی پس میری سیرت کو بھی حسین کر دے"

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

ہمارے اس ماڈرن دور میں، ماڈرن ازم کی لعنت کا سب سے زیادہ شکار والدین ہوئے ہیں، جو اپنی جوان اولاد کے باوجود بڑھاپے کی صعوبتیں جھیل رہے ہیں، آفات و تفکرات میں مبتلا ہیں، لیکن ان کی اولاد ان کی خدمت کرنے ان کو سکون مہیا کرنے کی بجائے ان کی پریشانیوں اور الجھنوں میں اضافہ کا باعث بنی ہوئی ہے، ہماری اس گفتگو کا مقصد اولاد کو اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں نصیحت کرنا اور یہ پیغام پہنچانا ہے کہ "والدین کی عزت، ان کی اطاعت اور ان کی خدمت ہی دین و دنیا کی فلاح و بہبود کا ذریعہ ہے، جن والدین نے اپنی اولاد کو پالا، پوسا، بڑا کیا ان کی تعلیم و تربیت کے لئے طرح طرح کے مصائب و آلام جھیلے وہ عقلاً اور نقلاً ہر اعتبار سے اس بات کے مستحق ہیں کہ اولاد ان کے لئے ہر قسم کا ایثار کرے، قربانی کرے اور انہیں چند روزہ زندگی میں ہر قسم کا سکھ، چین فراہم کرے کہ انسان کو ہر نعمت دوبارہ میسر آسکتی ہے لیکن ماں، باپ کے بعد دوسرے ماں، باپ مل جانا، ناممکن اور محال ہے نیز جو لوگ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں ان کی اولاد بھی ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتی ہے یہ قدرتی فیصلہ ہے جو اٹل ہے۔

قرآنی آیات

قرآن کریم بنی اسرائیل کو وہ وعدہ یاد دلاتا ہے جو اللہ نے اپنے نبیوں کے ذریعہ ان سے لیا تھا اس میں بھی اللہ کی عبادت کے بعد سب سے پہلے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر موجود ہے، فرمایا گیا۔

Marfat.com

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۖ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا

اور یاد کرو جب لیا تھا ہم نے پختہ وعدہ بنی اسرائیل سے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔ اور ماں باپ سے اچھا برتاؤ کرنا۔"

(پ۱، البقرہ، ۸۳)

اسلام سے پہلے عرب میں ایک جاہلانہ رواج یہ تھا کہ لوگ وصیت کے ذریعہ اپنی ساری دولت کارفاہی اداروں یا دیگر غیر متعلق لوگوں کو وارث بنا دیتے تھے اور اصل حق دار محروم ہو جاتے تھے، احکامِ وراثت کے نزول سے قبل ابتداء قرآن کریم نے اصلاح کے ساتھ اس رواج کو باقی رکھا، اس اصلاحی اور عارضی قانون میں جن لوگوں کے لئے وصیت کا حکم دیا گیا، ان میں سب سے پہلے والدین کو حق دار قرار دیا گیا ارشاد ہوتا ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝

"فرض کیا گیا ہے تم پر جب تم میں سے کسی کی موت قریب آ جائے بشرطیکہ وہ کچھ مال چھوڑے، کہ وصیت کرے اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لئے انصاف کے ساتھ ایسا کرنا پرہیزگاروں پر ضروری ہے۔"

(پ۲، البقرہ، ۱۸۰)

صدقہ و خیرات کے متعلق، جب نبی مکرم علیہ السلام سے یہ سوال کیا گیا کہ ہم کیا خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں، اس کے جواب میں اللہ نے جن لوگوں کو مالی تعاون کا حق دار قرار دیا، ان میں سرفہرست والدین ہیں۔

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ

"آپ فرمایئے جو کچھ خرچ کرو اپنے مال سے تو اس کے مستحق تمہارے والدین ہیں۔"

(پ ۲، البقرہ ۲۱۵)

Marfat.com

اس کے بعد دیگر مستحقین کا ذکر ہے۔

اللہ، اپنی عبادت کے بعد اپنے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے تو اس موقع پر بھی، والدین ہی کو اولیت دی گئی۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

"اور عبادت کرو اللہ کی، اور نہ شریک ٹھہراؤ اس کے ساتھ کسی کو اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔" (پ۵، النساء، ۳۶)

جب ان عادات و اطوار کی حرمت کا اعلان کیا گیا، جو انفرادی و اجتماعی طور پر ذلت و خواری، اور انتشار و افتراق کا باعث بنتی ہیں نیز جن سے معاشرہ تہس نہس ہو جاتا ہے، تو وہاں بھی والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ، سرفہرست ہے۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

"آپ فرمایئے آؤ، میں پڑھ کر سناؤں، جو کچھ حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے، (وہ یہ) کہ نہ شریک ٹھیراؤ اس کے ساتھ کسی چیز کو، اور ماں، باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔"

(پ۸، الانعام، ۱۵۱)

ان آیات پر غور کیجئے، تو نتیجہ یہی بر آمد ہوگا کہ حسن سلوک میں ہر اعتبار سے اولیت والدین کو حاصل ہے، چاہے مالی تعاون سے حسن سلوک ہو، یا اور دوسرے طریقوں سے عقل بھی اسی کو تسلیم کرتی ہے، کہ معاملات میں والدین ہی کو اولیت اور فوقیت حاصل ہونا چاہئے، کہ تمام رشتوں اور تعلقات کا ذریعہ والدین ہی ہیں۔ یہ حقیقت ایسے لوگوں کے لئے بے حد قابل غور ہے جو اپنے اہل و عیال یا دیگر اعزاء یا احباب کو والدین پر فوقیت دیتے ہیں ان کے حقوق تو بڑی محبت سے ادا کرتے ہیں، اور والدین کی حق تلفی کے جرم میں مبتلا رہتے ہیں جبکہ سب کچھ انہیں والدین ہی کے واسطہ اور وسیلہ سے ملا ہے اسی لئے اللہ نے اپنے بعد سب سے پہلے والدین کا حق

Marfat.com

مقرر فرمایا، اور اس کی ادائیگی کا ایک بار نہیں بلکہ متعدد بار حکم دیا تاکہ اہل ایمان کو اس کی اہمیت کا احساس ہو سکے، مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ کیجئے، جن میں صرف والدین کا حق ادا کرنے کا ہی حکم نہیں، بلکہ ان کی عزت و احترام ان کی اطاعت وفرمانبرداری، اور ان سے اظہار محبت والفت کا بھی واضح حکم دیا جارہا ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝

"اور حکم فرمایا، آپ کے رب نے، کہ نہ عبادت کرو مگر اسی کی، اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اگر بڑھاپے کو پہنچ جائے، تیری زندگی میں ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں، تو انہیں اف تک نہ کہو، اور انہیں مت جھڑکو اور جب ان سے بات کرو تو بڑی ہی تعظیم سے بات کرو، اور جھکادو ان کے لئے تواضع وانکساری کے پر، رحمت (و محبت) سے۔ اور عرض کرو، اے میرے پروردگار، ان دونوں پر رحم فرما جس طرح (انہوں نے بڑی محبت سے) مجھے پالا تھا تمہارا رب بہتر جانتا ہے، جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم نیک کردار ہو گے، تو بیشک اللہ بکثرت توبہ کرنے والوں کے لئے، بہت بخشنے والا ہے۔"

(پ۱۵، بنی اسرائیل، ۲۳، ۲۴، ۲۵)

اس آیہ مبارکہ کا مفہوم، ضیاء الامت حضرت پیر کرم شاہ الازہری نے اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں نہایت حسین انداز سے کیا ہے، کیونکہ اس سے بہتر طور پر بیان کرنا

Marfat.com

ممکن نہیں، لہٰذا مناسب یہی معلوم ہوتا ہے، کہ یہاں وہی عبارت بعینہٖ نقل کر دی جائے

اے محبوب! آپ کے رب نے یہ احکام نافذ فرمائے ہیں جن میں سے پہلا حکم یہ ہے کہ اس وحدہٗ لاشریک کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ اس اہم اور عظیم الشان فرمان کے معاً بعد جو حکم دیا جارہا ہے وہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کے متعلق ہے۔ جب ماں باپ جواں ہوں اور اپنی ضروریات کے خود کفیل ہوں اس وقت تو بچے عموماً ان کے فرمانبردار ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان کے دست نگر ہوتے ہیں۔ لیکن جب بڑھاپا آ جاتا ہے صحت بگڑنے لگتی ہے وہ خود روزی کمانے سے قاصر ہو جاتے ہیں اور اولاد کے سہارے کے محتاج ہو جاتے ہیں اس وقت سعادت مند اولاد کا فرض ہے کہ ان کی خدمت گزاری اور دلجوئی کے لئے اپنی کوششیں وقف کر دے۔ اگر مرض طول پکڑ جائے اور ان کا مزاج چڑچڑا ہو جائے اور وہ بات بات پر خفا ہونے لگیں تو ان حالات میں بھی ان کی ناز برداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے۔ اور خبردار! کہیں اکتا کر یا ان کی خفگی سے آشفتہ خاطر ہو کر تیری زبان سے اف نکلے۔ بلکہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کا موقع دیا تو اسے غنیمت سمجھ۔ ان کے علاج معالجہ میں ان کو آسائش اور راحت پہنچانے میں ذرا سستی سے کام نہ لے۔ ان سے سخت کلامی مت کر۔ جب تو ان سے گفتگو کرے تو ایسے محبت بھرے انداز میں گفتگو کر کہ ان کے دل کا کنول کھل جائے اور اپنے لخت جگر کی اس احسان شناسی کو دیکھ کر ان کا دل مسرور اور آنکھیں روشن ہو جائیں۔ اور وہ بے ساختہ تجھے دعائیں دینے لگیں۔

انتہائی تواضع اور انکسار سے ان کے ساتھ پیش آ۔ ایسی تواضع جس میں رحمت و محبت کی خوشبو بسی ہوئی ہو کیونکہ ایسی تواضع جس میں

Marfat.com

رحمت و شفقت کی مہک نہ ہو وہ کسی اور مقام پر مناسب ہو تو۔ والدین کی بارگاہ میں وہ قطعاً پسندیدہ نہیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ انسان یہ سب کچھ بھی اگر بجالائے تب بھی ان احسانات کا بدلہ نہیں ہو سکتا۔ جو ماں باپ نے اپنی اولاد پر کئے ہوتے ہیں۔ ان سے عہدہ بر آ ہونے اور ان کا حق سپاس ادا کرنے کی اگر کوئی صورت ہے تو یہ کہ تو بارگاہ خداوندی میں عجز و نیاز سے ان کی مغفرت اور بخشش کے لئے دعائیں مانگتا رہے اور عرض کرتا رہے کہ اے مولائے کریم، انہوں نے مجھے پالا۔ میری پرورش کی۔ میرے لئے تکلیفیں برداشت کیں، میں ان کا صلہ دینے سے قاصر ہوں تو ان پر اپنا درِ رحمت کشادہ فرما۔ جس طرح انہوں نے میری بے بسی کی حالت میں مجھ پر اپنی شفقت اور محبتوں کی انتہا کر دی اسی طرح تو بھی ان پر اپنی عنایات بے پایاں اور رحمت بے انداز کے پھول برسا۔ اس لئے قل رب ارحمہما الخ سے ان کے لئے دعاء مغفرت کرنے کا حکم دیا ہے۔ (ماخوذ از ضیاء القرآن)

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۭ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۭ

"اور ہم نے حکم دیا انسان کو کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، اور اگر وہ تیرے ساتھ یہ کوشش کریں کہ تو کسی کو میرا شریک ٹھیرائے، جس کے متعلق تجھے کوئی علم نہیں تو ان کی اطاعت نہ کر۔"

(پ۲۰، العنکبوت، ۸)

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے، ایک بات مزید بیان کر دی گئی، کہ اگر ماں، باپ، شرک میں جتلا ہوں اور اولاد سے بھی شرک و کفر کا مطالبہ کریں، تو ان کی یہ بات قابل تسلیم نہیں، کیونکہ وہ بہرحال مخلوق ہیں اور ہر مخلوق کے

Marfat.com

حق پر خالق کے حق کو برتری اور فوقیت حاصل ہے۔ اللہ کا پہلا اور بنیادی حق یہ ہے کہ بندہ اس پر ایمان لائے، اس کی وحدانیت کا اقرار کرے، جس کا مقتضٰی یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے، پس مخلوق میں کوئی چاہے کتنا ہی بلند مرتبہ ہو اس کی کوئی ایسی بات قابل تسلیم نہیں جس سے اللہ کا حق تلف ہوتا اور اس کی نافرمانی ہوتی ہو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہے۔ "لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔" خالق کی نافرمانی کے حکم میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں چاہے والدین ہوں، یا شوہر، یا حاکم، یا استاد و مرشد اور یہ ارشاد صرف دعوت شرک ہی کے لئے نہیں، بلکہ شریعت کے ہر حکم سے متعلق ہے جس کا اعتقاد یا جس پر عمل واجب ہو۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ میرے معاملہ میں نازل ہوئی، کہ میں اپنی ماں سے بے حد محبت کرتا تھا، اس کی خدمت اور اطاعت میں کبھی کوئی کوتاہی نہ کرتا تھا، لیکن اللہ نے جب مجھے ہدایت بخشی اور میں مشرف باسلام ہوگیا، تو میری ماں بے حد برافروختہ ہوئی، اور مجھ سے اسلام ترک کر دینے کا مطالبہ کرنے لگی، جب میں نے اس کی ایک نہ سنی تو اس نے یہ تدبیر اختیار کی، کہ کھانا، پینا چھوڑ دیا، اور کہنے لگی اگر تو نے اس نئے دین کو نہ چھوڑا، تو میں اسی طرح مر جاؤں گی، پھر تو ان لوگوں کو کیا جواب دے گا، جو تجھے ملامت کریں گے اور ماں کا قاتل کہہ کر پکاریں گے میں نے اس کو بہت یقین دلایا، کہ میں اپنا دین ہرگز نہیں چھوڑوں گا، تو بلاوجہ مصیبت میں مبتلا ہے، لیکن وہ نہ مانی، حتیٰ کہ دو دن فاقہ سے گزار دیئے، اور اس کی حالت بگڑنے لگی تو مجھے بھی بہت تکلیف ہوئی، کیونکہ میں اس کو بے حد چاہتا تھا، لیکن اللہ نے مجھے استقامت عطا فرمائی، پس میں نے اس سے سختی سے کہا، اے ماں! تو خوب جان لے، اگر تیری سو جانیں ہوں اور سب ایک، ایک کر کے نکل جائیں، اللہ کی قسم میں پھر بھی اپنا دین نہ چھوڑوں گا، اب تیری مرضی ہے، چاہے تو کھا یا نہ کھا، پس میری یہ تدبیر کام آئی اور میرا پختہ عزم دیکھ کر ماں نے بھوک ہڑتال ختم کر دی۔

Marfat.com

بہرحال شرک و کفر اور معصیت و نافرمانی میں والدین کے حکم کی تعمیل نہیں کی جائے گی، تاہم دنیادی معاملات میں، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ جاری رہے گا جس کی وضاحت، اس آیۂ مبارکہ میں موجود ہے۔ فرمایا گیا۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا

اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، شکم میں اٹھائے رکھا اسے اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کے باوجود، اور اس کا دودھ چھوٹنے میں دو سال لگے۔ اسی لئے ہم نے حکم دیا) کہ شکر ادا کرو میرا اور اپنے والدین کا (آخر کار) تمہیں میری طرف لوٹنا ہے۔ اور اگر وہ تیرے ساتھ یہ کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھیرائے، کسی کو جس کا تجھے علم تک نہیں، تو ان کی اطاعت نہ کر، البتہ ان کے ساتھ دنیا میں گذارہ کرو بھلائی کے ساتھ۔"

(پ۲۱، لقمان، ۱۴۔ ۱۵)

یہاں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ انسان پر ماں کے اس احسان کا ذکر کیا گیا ہے جو وہ اسے پیٹ میں رکھ کر کرتی ہے، تاکہ انسان ماں کے حق کو پہچانے، جس کی تفصیل ہم آگے چل کر عرض کرتے ہیں، نیز اللہ اپنا شکر ادا کرنے اور والدین کا شکر ادا کرنے کا حکم دے رہا ہے، جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ والدین کا ممنون احسان رہنا درحقیقت میرا ہی شکر ادا کرنا ہے کہ میں خالق حقیقی ہوں اور میں نے ہی والدین کو انسان کی پیدائش کا مادی و ظاہری ذریعہ بنایا ہے، نیز میں رب ہوں لیکن انسان کی تربیت کی تمام ذمہ داریاں میں نے والدین

Marfat.com

کو سونپی ہیں، لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی پیدائش و تربیت کے اس وسیلۂ جلیلہ کو نہ بھولے، کہ وسیلہ کو فراموش کر دینا، بڑی احسان فراموش ہے پس تم میرا شکر ادا کرو، اس لئے کہ درحقیقت میں ہی احسان کرنے والا ہوں اور والدین کا شکر کرتے رہو، اس لئے کہ وہ میرے احسانات کا وسیلہ ہیں۔

اگر والدین تمہیں، اپنی طرح شرک و کفر میں مبتلا کرنے کی کوشش کریں تو "فلا تطعما" ان کی یہ بات ماننے کے قابل نہیں، لہٰذا اس معاملہ میں ان کی اطاعت نہ کرو، تاہم ان کا تم پر بڑا احسان ہے۔ لہٰذا تمہارے لئے ضروری ہے کہ ان کے گمراہ ہونے کے باوجود تم دنیاوی معاملات میں ان کا تعاون کرتے رہو، ن کی مالی یا جسمانی، حسب ضرورت خدمت کرتے رہو۔

حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما، حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہیں، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری ماں، میرے گھر آئی ہیں، میں نے ان کو دعوت اسلام دی (اس وقت مسلمان نہیں ہوئی تھیں) وہ قبول کرنے پر آمادہ نہیں، اب میں ان کے ساتھ کیا برتاؤ کروں، فرمایا صلہ رحمی کے ساتھ پیش آؤ، یعنی اسی محبت و عزت کا برتاؤ کرو، جس کی ماں مستحق ہے۔

اللہ اکبر، اسلام پر تنگ نظری اور انسان دشمنی کا الزام لگانے والے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی تعلیمات سے نہ جانے کیوں آنکھیں بند کر لیتے ہیں جن میں کفار و مشرکین جیسے باغیوں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے، اسلام کے سوا کونسا مذہب ہے جو اپنے نہ ماننے والوں اپنے دشمنوں سے رواداری۔ اور حسن سلوک کا حکم دیتا ہے، یہ اسلام کی وہ رحمت عامہ ہے جس سے ہر کسی کو فیض پہنچتا ہے، یہ اسلام کے دامن کی وہ وسعت ہے، جس میں ہر کسی کو پناہ نصیب ہوتی ہے یہ اسلام کی وہ تعلیم ہے جس سے آنکھیں بند کر لینے کے باوجود بھی مخالفین نے اس کو اپنایا، کیونکہ بوڑھے والدین کے لئے، اس سے بہتر سہارا، کوئی مذہب اور کوئی قانون فراہم نہیں کرتا، وہ مسلمان بڑے

Marfat.com

ہی بد نصیب ہی جو اپنے دین رحمت سے کنارہ کش ہو کر دوسروں کی تہذیب کو اپناتے اور غیر مہذب بنتے ہیں آیئے، رب کریم کے، ایک اور ارشاد پر غور کیجئے فرمایا گیا۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا

"اور ہم نے انسان کو حکم دیا، کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے (اپنے شکم میں) اٹھائے رکھا، اس کو، اس کی ماں نے بڑی مشقت سے اور جنا اس کو بڑی تکلیف سے، اور اس کے حمل اور دودھ، چھڑانے تک تیس مہینے لگ گئے۔"

(پ ۲۶، الاحقاف، ۱۵)

یہاں بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک، اور ماں کی مشقت کا ذکر ہے جو اس نے دو چار ماہ نہیں بلکہ پورے تیس مہینے تک جھیلی ہے وہ انسان کیا سخت دل اور ظالم ہے جو ایسی ماں سے منہ پھیر لیتا، اور اس کا نافرمان بن جاتا ہے۔

ماں

قرآن کریم نے خصوصیت کے ساتھ، ماں کا ذکر کیا اور ان تکالیف کو بیان فرمایا جو وہ بچے کی پیدائش اور اس کی پرورش میں جھیلتی ہے، جس کو اللہ ہی اس کے لئے، آسان اور قابل برداشت بناتا ہے، خالق کی قدرت پر غور تو فرمایئے، کہ ایک بچی میں دیگر جذبات کے ساتھ ماں بننے کا جذبہ بھی ودیعت رکھا جاتا ہے، اور جوں جوں یہ بچی بڑھتی جاتی ہے اس کے دوسرے جذبات کے ساتھ یہ جذبہ بھی پروان چڑھتا ہے حتیٰ کہ بھرپور جوانی کی عمر کو پہنچنے پر یہ جذبہ ایسا مچلنے لگتا ہے کہ وہ کسی مرد کے پہلو میں پہنچ کر، صرف اسی جذبہ کی تکمیل کے لئے ان بے شمار ذمہ داریوں کا بوجھ برداشت کرنے کے لئے بے چین ہو جاتی ہے، جو شادی کے بعد یقیناً، اسے پوری کرنی ہوتی ہیں اور جس دن وہ حاملہ ہوتی ہے، وہ دن اس کی زندگی کا اہم ترین دن ہوتا، کیونکہ وہ

Marfat.com

اپنی مراد کو پالیتی ہے، اس خوشی اور مسرت کی قدر وہ عورت جانتی ہے جو بیچاری ماں بننے کے لئے ساری عمر تڑپتی ہے لیکن اپنے بانجھ ہونے کے سبب وہ اس عظمت سے محروم رہتی ہے اس کو ساری دنیا کا عیش و آرام کیوں نہ نصیب ہو جائے، لیکن اس کا چہرہ کبھی مسرت سے چمکتا نظر نہیں آتا جبکہ ایک ماں جو کئی بچوں کو جنم دی چکی ہو اور اس کو آسودگی و خوشحالی بھی میسر نہ ہو لیکن اس کے چہرے پر طمانیت کے ایسے آثار ہوتے ہیں جو ترجمانی کرتے ہیں کہ وہ ایک مکمل عورت ہے اور اپنے مقصد زندگی میں کامیاب ہے غرضیکہ عورت حاملہ ہو کر جتنی خوش ہوتی ہے دنیا کی کسی نعمت ملنے پر اتنی خوش نہیں ہوتی، حمل کے بعد عورت کی تمام انرجی حتیٰ کہ اس کے خون کا بڑا حصہ بھی بچے کی طرف منتقل ہونے لگتا ہے اور پیٹ میں یہ بچہ اسی سے غذا حاصل کرتا اور بڑھتا ہے، اور وہ عورت جو پہلے ہی پیدائشی طور پر کمزور مخلوق، صنف نازک ہے، مزید کمزور ہوتی چلی جاتی ہے، اسی کیفیت کو قرآن کریم نے "وھناً علیٰ وھن" کے الفاظ سے بیان فرمایا لیکن یہ کمزوری پر کمزوری بھی، اس عورت کے مامتا کے جذبہ کو سرد نہیں کر پاتی، اور وہ بے چینی سے اس دن کا انتظار کرتی ہے، جس دن وہ اپنے پیٹ کے بچہ کو اپنے سینہ سے لگا کر، اپنا دل ٹھنڈا کرے گی، یہ عورت جانتی اور دیکھتی ہے، کہ بچہ جننا کس قدر جان جوکھوں کا کام ہے پھر بھی اس کے جذبہ پر نہ خوف طاری ہوتا ہے اور نہ ہی اسے اپنی جان کا خطرہ ہوتا ہے اس کی مامتا کے جذبہ میں اس وقت اور زیادہ تلاطم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جب بچہ کی پیدائش سے پہلے ہی اسے اپنی چھاتی میں بچے کے لئے دودھ پیدا ہو جانے کا احساس ہونے لگتا ہے اب وہ ایک سرور کے ساتھ منتظر ہوتی ہے کہ کب بچہ میرے سینہ سے لگ کر اس نہر سے سیراب ہوتا ہے، اور جب بچہ کی پیدائش کا وقت آتا ہے تو کمزوری پر کمزوری کے باوجود یہ ماں بڑی ہمت و جرات کے ساتھ جنم دیتی ہے، ولادت کا یہ دورانیہ جس قدر سخت اور جان لیوا ہوتا ہے اتنا ہی سکھ اور چین، ماں کو بچے کی پہلی ہی آواز سن کر میسر آتا ہے اور وہ سارے دکھ اور درد بھول جاتی ہے۔

Marfat.com

اب عورت کی محبت کا مرکز اگرچہ بچہ ہوتا ہے لیکن شوہر کی حیثیت اور قدر اس کے دل میں اور زیادہ ہو جاتی ہے کہ وہی تو اس کو مراد تک پہنچانے اور مکمل عورت بنانے کا ذریعہ بنا ہے، پس وہ بچہ کی خدمت کے ساتھ شوہر کے حقوق کی ادائیگی کا بھی پورا پورا، خیال رکھتی ہے اور یہ صنف نازک حسن و جمال کی مورتی، شب و روز، اپنے بچوں اور شوہر کی خدمت میں لگی رہتی ہے، اسے اپنی ذات کا ہوش تک نہیں رہتا، یہی مصروفیت اس کے لئے سکون اور چین کا ذریعہ ہوتی ہے۔

غور فرمایئے قدرت نے عورت کے دل میں ماتا کا جذبہ پیدا کر کے انسان کی پیدائش کا کیا عجیب اہتمام فرمایا ہے ہماری ماں کو اس ماتا کا صلہ کیا ملنا چاہئے، یہی نا کہ قرآن اس کی عظمت کی گواہی دے اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم امت کو، اس کے قدموں تلے جنت تلاش کرنے کا حکم دیں۔ آیئے ماں کے اس عظیم مرتبہ کو چند واقعات کی روشنی میں دیکھیں۔

ماں کی ناراضگی

مشہور صحابی، حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہیں ان کی نازک حالت کی اطلاع، ان کی بیوی، حضور علیہ السلام کو دیتی ہیں آپ حضرت عمار، حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کو حکم دیتے ہیں کہ علقمہ کے پاس جاؤ اور کلمہ کی تلقین کرو حسب الحکم یہ حضرات علقمہ کو تلقین کر رہے ہیں، علقمہ رضی اللہ عنہ کلمہ سن بھی رہے ہیں اور پڑھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ لیکن ان سے کلمہ ادا نہیں ہو رہا، حضور علیہ السلام کو ان کی کیفیت کی خبر کی جاتی ہے، رازوں کے جاننے والے گتھیوں کو سلجھانے والے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم فوراً معاملہ کی تہ کو پا لیتے ہیں اور معلوم فرماتے ہیں کیا علقمہ کے والدین میں سے کوئی زندہ ہے بتایا گیا۔ ماں زندہ ہیں جو بوڑھی اور بہت ہی کمزور ہیں آپ کے حکم پر بوڑھی کو حاضر کیا جاتا ہے آپ سوال فرماتے ہیں اے علقمہ کی ماں مجھے سچ بتاؤ تمہارا بیٹا کیا ہے، عرض کرتی ہیں، اے اللہ

Marfat.com

کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وہ بڑا نمازی، روزے دار، اور صدقہ و خیرات کرنے والا ہے، ارشاد ہوا یہ بتاؤ تمہارے ساتھ اس کا برتاؤ کیسا ہے علقمہ کی ماں بولیں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس سے ناراض ہوں، کیوں؟ ماں نے وجہ بیان کرتے ہوئے عرض کیا، وہ اپنی بیوی کے سامنے میری بات نہیں سنتا، میری نافرمانی کرتا، اور بیوی کی کسی بات کو نہیں ٹالتا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا، یہی وجہ ہے کہ علقمہ کی زبان بند ہے اور اس سے کلمہ نہیں پڑھا جارہا اے بلال، اٹھو، اور بہت سی لکڑیاں جمع کرو بوڑھی حیرت سے پوچھتی ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکڑیاں کس لئے فرمایا تمہارے سامنے تمہارے بیٹے کو آگ میں جلایا جائے گا، ماں تڑپ جاتی ہے۔ اور عرض کرتی ہے میرے آقا، وہ میرا بیٹا ہے میں اس کو کس طرح جلتا دیکھ سکتی ہوں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ کا عذاب اس سے بہت زیادہ سخت اور جہنم کی آگ بہت زیادہ تیز ہے اگر تم چاہتی ہو کہ علقمہ عذاب اور آگ سے بچ جائے تو اسے معاف کر دو۔ اس کی نمازیں، اس کے روزے اور اس کی تمام نیکیاں بیکار و بے فائدہ ہیں اگر تم اس سے ناراض ہو تمہاری معافی ہی اس کو اللہ کے عذاب اور جہنم کی آگ سے بچا سکتی ہے۔

علقمہ کی ماں نے کہا، میں آپ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں، کہ میں نے اپنے بیٹے کو معاف کر دیا اور اب میں اس سے راضی ہوں، حضور علیہ السلام دوبارہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرماتے ہیں کہ اب علقمہ کے پاس جاؤ اور دیکھو اس نے کلمہ پڑھا یا نہیں، بلال علقمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو علقمہ رضی اللہ عنہ کی آواز سنی، کہ وہ کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ نیز دیکھا کہ ان کے چہرے پر ایمان کا نور، تمتما رہا ہے اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تمام حاضرین کو بتایا کہ علقمہ رضی اللہ عنہ کی زبان ان کی ماں کی ناراضگی کے سبب بند تھی، اور ان سے کلمہ ادا نہیں ہو رہا تھا، اسی دن حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے نماز جنازہ

Marfat.com

پڑھائی اور تدفین کے بعد حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"کہ جو اپنی ماں پر بیوی کو مقدم جانے اور اس کی بات پر عمل کرے، اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی اس پر لعنت ہوگی، وہ اللہ کی رحمت سے محروم رہے گا، اس کے حق میں کسی کی سفارش قبول نہ ہوگی، نہ اللہ اس کی طرف سے کوئی فدیہ قبول فرمائے گا، جب تک کہ وہ صدق دل سے توبہ نہ کر لے، اور ماں سے اچھا برتاؤ نہ کرے، یہاں تک کہ ماں اس سے خوش ہو جائے۔"

سامعین کرام، یا محترم قارئین، اس واقعہ پر غور کیجئے، ماں کی عظمت اور اس کا حق پہچانئے، اگر آپ ماں کی خدمت واطاعت سے اس کا حق ادا کرتے ہیں تو آپ بڑے ہی خوش نصیب ہیں، اگر اس میں کوئی کمی ہے تو اس کو پورا کیجئے، اور اگر کسی نے اپنی ماں کو ناراض کیا ہوا ہے تو اٹھئے، ماں کے پیر پکڑ لیجئے، مرنے سے پہلے اس کو راضی کر لیجئے کہ اگر آپ پر وقت نزاع آگیا، تو حضور علیہ السلام کی طرح اب کوئی نہیں جو حسن تدبیر کے ساتھ آپ کی ماں سے آپ کو معاف کرا دے اور اسے راضی کرا دے۔

یہ بات خصوصیت کے ساتھ قابل غور ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، آپ پر، بیوی، بچوں کے حقوق بھی رکھے ہیں اور ان کو ادا کرنے کا حکم بھی دیا ہے، لیکن انہیں ماں پر فوقیت ہرگز حاصل نہیں۔ وہ شخص بڑا ہی ظالم ہے جو صعوبتیں اور مصیبتیں جھیلنے والی ماں کو اس عورت پر ترجیح دینے لگے، جو بغیر کسی مصیبت اور تکلیف کے اس کی زندگی میں داخل ہوئی اور رفیقۂ حیات بن کر ماں جیسی عظیم نعمت کی طرف سے لاپرواہی کا سبب بن گئی، ہرگز ہرگز ایسا نہ کرنا، کہ ماں کے سامنے بیوی کو اہمیت دینے لگو، کہ ایسا کرنے والوں پر اللہ کی اس کے فرشتوں کی اور لوگوں کی لعنت ہوتی ہے، یعنی عزت و آبرو ختم ہو جاتی ہے، غربت و تنگدستی دامن گیر ہو جاتی ہے، اور زندگی کے چند روز گذارنا دوبھر ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

پس ماں کی خدمت اور اطاعت و فرمانبرداری کرکے اپنی زندگی کو سدھاریئے، اور آخرت کو سنواریئے۔

اگر آپ کی ماں دنیا سے رخصت ہو چکی ہے تو اس کے ایصال ثواب کے لئے تلاوت قرآن کیجئے، صدقہ و خیرات کیجئے دیگر اعمالِ صالحہ کیجئے، اگر خالہ موجود ہو تو اس کی خدمت کیجئے، کہ یہی اعمال مرحوم ماں کی خوشنودی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

ماں کی دعا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے دنیا ہی میں اس شخص سے ملا دے جو جنت میں میرے ساتھ ہو گا پس آپ کو حکم ہوا کہ فلاں جگہ جاؤ، وہاں ایک قصائی ہے جو تمہارے ساتھ جنت میں ہو گا، آپ تلاش کرتے کرتے قصائی کی دکان پر پہنچے، اور سارا دن کھڑے دیکھتے رہے کہ آخر اس شخص میں کون سی خوبی ہے جس کے سبب اس کو یہ بلند مرتبہ حاصل ہوا کہ یہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا، لیکن کوشش بسیار کے باوجود آپ کو بظاہر اس میں کوئی خوبی نظر نہ آئی جب شام کو قصائی گھر جانے لگا تو آپ اس کے ساتھ ہو لئے تاکہ دیکھ سکیں کہ یہ شخص گھر میں ایسی کون سی خاص عبادت یا خاص عمل کرتا ہے جس کا اللہ کی طرف سے اس کو ایسا عظیم صلہ دیا گیا ہے، قصائی گھر پہنچا، تو اس کی بیوی بچوں کا حال پوچھنے سے پہلے ایک بوڑھی سے اس کا حال دریافت کیا پھر اس کا منہ دھلایا، اور اسے کھانا کھلانے، اس کا دل بہلانے میں مصروف ہو گیا، بوڑھی کھانے سے فارغ ہوئی تو نہایت مسرت اور عاجزی کے ساتھ اس نے ہاتھ اٹھا کر اس طرح دعا کی "اے اللہ میرے بچے کو دنیا میں خوش رکھ اور آخرت میں اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جنت میں جگہ دے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قصائی سے پوچھا تمہاری ماں تمہیں جو دعا دیتی ہے، کیا وہ قبول ہوئی، وہ بولا ماں کی ایک دعا تو یقیناً قبول ہے، کہ اللہ نے مجھے دنیا میں بہت

Marfat.com

چین، سکھ اور فراخی عطا فرمائی ہے میں خوشیوں سے مالا مال ہوں، اور مجھے یقین ہے کہ اس کی دوسری دعا بھی اللہ قبول فرمائے گا، کہ مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جنت میں جگہ نصیب ہوگی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قصائی کو گلے لگایا، اور فرمایا میں ہی موسیٰ ہوں، تمہیں مژدہ ہو کہ اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ تو ہی میرے ساتھ جنت میں ہوگا تیری بوڑھی ماں کی یہ دعا بھی مقبول ہے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ علیہ بچپن میں کسی بیماری کے سبب نابینا ہوگئے تھے، بہت علاج کیا گیا لیکن کوئی اثر نہ ہوا ماں روتی اور بچے کے لئے ہاتھ پھیلا پھیلا کر دعا کرتی تھیں، کہ ایک رات خواب میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی، آپ نے مژدہ دیا کہ اللہ نے تیری دعا قبول کر لی ہے اور تیرے بچے کو بینائی عطا فرما دی ہے صبح دیکھا تو واقعی بچہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ (مرقات)

عزیزو! ماں کی خدمت و اطاعت کرو اور اس کی دعائیں حاصل کرنے کی کوشش کرو کہ یہی دنیا کی فلاح اور آخرت کی نجات کا ذریعہ ہیں۔

ماں کی بددعا

حضرت علامہ زمخشری رحمتہ اللہ علیہ، بڑے عظیم المرتبہ، مشہور عالم گذرے ہیں ان کے دونوں پیر کٹے ہوئے تھے جب لوگوں نے ان سے اس حادثہ کی وجہ معلوم کی تو بتایا کہ یہ میری ماں کی بددعا کا نتیجہ ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ بچپن میں، میں نے ایک چڑیا پکڑی اور اور اس کے دونوں پیر باندھ دیئے وہ چڑیا میرے ہاتھ سے نکل کر اڑی اور ایک سوراخ میں گھس گئی میں نے اس کو دوبارہ پکڑنے کے لئے اس کی ٹانگوں میں بندھی رسی کو کھینچا، تو اس کے دونوں پر کٹ گئے میری ماں نے میری یہ حرکت دیکھی تو وہ تڑپ گئیں اور سخت ناراضگی کی حالت میں ان کی زبان سے بددعا نکل گئی کہ "اللہ تیرے بھی پیر ایسے ہی کاٹے جیسے تو نے اس چڑیا کے

Marfat.com

کاٹے ہیں" وقت گزرتا رہا، ایک عرصہ بعد مجھے حصولِ علم کے لئے سفر کرنا پڑا راستہ میں کسی جگہ میں اپنی سواری سے گر پڑا دونوں پیروں میں ایسی چوٹ آئی کہ ٹھیک نہ ہوسکے، علاج کی ہر کوشش ناکام رہی یہاں تک کہ دونوں پیروں کو کاٹنا پڑا، اس دن مجھے اپنی ماں کی بددعا یاد آئی اور میں نے یقین کر لیا کہ یہ اسی کا نتیجہ ہے۔

یاد رکھئے، کبھی نادانستہ بھی ایسی حرکت نہ کیجئے کہ ماں کو غصہ آئے اور اس کی زبان سے آپ کے لئے کوئی بددعا نکل جائے اور مائیں بھی خیال رکھیں کہ نادانستہ طور پر بھی اپنے جگر گوشے کو بددعا نہ کریں، اکثر مائیں بچوں کی معمولی حرکت پر انہیں کوسنے لگتی ہیں جو اگرچہ وقتی طور پر غصہ کی وجہ سے کرتی ہیں لیکن انہیں اپنا مقام نہیں بھولنا چاہئے وہ ماں ہے قدرت اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ پر اس کی اولاد کے لئے فیصلہ کرتی ہے اسے اپنی زبان پر صرف وہی الفاظ لانے چاہئیں جو اولاد کی دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کا سبب بنیں۔

احادیث مبارکہ

آپ نے قرآنی آیات کی روشنی میں والدین کا بلند مرتبہ سنا اور سمجھا، لیکن بات پوری نہیں ہوتی جب تک مفسر قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی بیان نہ ہوں، لہٰذا چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَبَآئِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ۔

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا گناہ کبیرہ ہے، اللہ کے ساتھ شریک ٹھیرانا، اور والدین کی نافرمانی کرنا اور کسی کو قتل کرنا، اور جھوٹی قسم کھانا۔"

(بخاری شریف)

Marfat.com

جس ترتیب سے قرآن کریم نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا، کہ پہلے اللہ کی عبادت پھر والدین کی اطاعت، اسی ترتیب سے حضور علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھیرانا ہے، پھر گناہ کبیرہ والدین کی نافرمانی ہے شرک کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہو گا جب تک بندہ توبہ نہ کرلے اور اللہ سے معافی کا خواستگار نہ ہو اور والدین کی نافرمانی کا گناہ اس وقت تک معاف نہ ہو گا جب تک بندہ ماں باپ سے معافی مانگ کر ان کو راضی نہ کرلے۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ الذُّنُوْبِ یَغْفِرُ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْھَا مَا شَآءَ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَیْنِ فَاِنَّہٗ یُعَجَّلُ لِصَاحِبِہٖ فِی الْحَیَاۃِ قَبْلَ الْمَمَاتِ۔

"حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، سوائے والدین کی نافرمانی کے، کہ ایسا کرنے والے کو موت سے پہلے زندگی ہی میں جلد سزا دی جاتی ہے۔"

(بیہقی)

والدین کی نافرمانی، ایسا بدترین گناہ کہ اللہ اس کی سزا دینے میں تاخیر نہیں فرماتا، نافرمان اولاد، دنیا ہی میں ذلیل و خوار ہوتی ہے، اکثر اس طرح کہ بندہ جیسا سلوک اپنے والدین کے ساتھ کرتا ہے، چند ہی روز بعد اس کی اولاد بھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتی ہے علاوہ ازیں ماں، باپ کی نافرمانی کرنے والا کبھی دنیا کے معاملات میں کامیاب نہیں ہوتا، اسے کبھی سکھ اور چین میسر نہیں آتا اس کی روزی میں کبھی برکت نہیں ہوتی، اس کے گھر میں کبھی خوشی اور مسرت نہیں آتی، یہ تو دنیا کی سزا ہے، اور اللہ معاف کرے آخرت کا انجام اس سے بھی بھیانک ہو گا جس کا ذکر اگلی حدیث شریف میں آرہا ہے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِھِمَا قَالَ ھُمَا جَنَّتُکَ وَنَارُکَ۔

Marfat.com

"حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے پوچھا، یارسول اللہ، والدین کا اولاد پر کیا حق ہے آپ نے فرمایا وہی تمہاری جنت ہیں اور وہی تمہاری دوزخ۔" (ابن ماجہ)

کہ جس نے ماں، باپ کو راضی رکھا وہ یقیناً جنتی ہو گا اور جس سے اس کے والدین ناراض رہے وہ جہنم کی سزا میں مبتلا ہو گا گویا والدین کی خدمت و اطاعت، وسیلہ ہے، جنت میں داخل ہونے کا اور ان کی نافرمانی، ان کو ستانا اور پریشان کرنا جہنم میں جانے کا ذریعہ بن جاتا ہے پس اولاد کو اختیار ہے جنت کی راہ اختیار کرے، یا دوزخ کی۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَمُوْتُ وَالِدَاہُ اَوْ اَحَدُھُمَا وَاِنَّہٗ لَھُمَا لَعَاقٌ فَلَا یَزَالُ یَدْعُوْ لَھُمَا وَیَسْتَغْفِرُ لَھُمَا حَتّٰی یَکْتُبَہُ اللّٰہُ بَارًّا۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا بیشک بندے کے والدین فوت ہو جاتے ہیں، یا ان میں سے ایک اور وہ ان کا نافرمان رہا، لیکن ہمیشہ ان دونوں کے لئے دعا و استغفار کرتا رہتا ہے تو بالآخر اللہ اسے نیک لوگوں میں لکھ دیتا ہے۔" (بیہقی)

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ایسے لوگوں کے لئے مژدہ ہے جنہوں نے والدین کی زندگی میں تو ان کی خدمت اطاعت نہ کی، اور انہیں ناراض ہی رکھا، ان کی موت کے بعد اس کی آنکھ کھلی اور اب احساس ہوا کہ اس کے ماں، باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک اس سے ناراض گئے ہیں اب وہ شرمندہ و پشیمان ہے لیکن مایوس بھی ہے کہ اب میں کیا کر سکتا ہوں، وہ تو دنیا سے چلے گئے پس آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مایوس ہونے کی ضرورت نہیں والدین کی نافرمانی کے گناہ کی توبہ کرتے رہو اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرو ایصال ثواب کی صورت میں اعمال خیر کا انہیں تحفہ بھیجتے رہو وہ راضی ہو جائیں گے اور اللہ بندے کی توبہ قبول

Marfat.com

کر کے اسے نیکوں میں شامل فرمادے گا۔ اس کا ایک طریقہ والدین کی قبروں پر حاضر ہونا اور ایصال ثواب کے لئے فاتحہ پڑھنا بھی ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

عَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِیْ کُلِّ یَوْمِ جُمُعَةٍ مَرَّةً غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَکُتِبَ بَرًّا۔

"کہ جو ماں، باپ یا دونوں میں سے ایک کی قبر پر ہر جمعہ کو حاضر ہو تو اللہ اس کے گناہ بخش دے گا، اور اسے والدین کے ساتھ نیکی کرنے والوں میں شامل فرمائے گا۔" (مسلم شریف)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ وَّلَدٍ بَارٍّ یَنْظُرُ اِلٰی وَالِدَیْهِ نَظَرَ رَحْمَةٍ اِلَّا کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِکُلِّ نَظَرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ کُلَّ یَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اللّٰهُ اَکْبَرُ وَاَطْیَبُ۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کوئی بیٹا ایسا نہیں جو اپنے والدین کی طرف نظر رحمت (و محبت) سے دیکھے مگر اللہ اس کے لئے ہر نظر کے بدلے، حج مبرور کا ثواب لکھ دیتا ہے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ، چاہے وہ سو مرتبہ دیکھے فرمایا ہاں اللہ بہت بڑا اور بہت پاک ہے۔" (بیہقی)

اللہ اکبر! والدین کے مرتبہ کا اندازہ تو کیجئے، کہ ان کے چہرے پر رحمت و الفت کی ایک نظر کے بدلے، حج مقبول و مبرور کا اجر بخشا جاتا ہے، کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے ماں، باپ زندہ ہیں وہ ان کو دیکھ، دیکھ کر ہی کروڑوں حجوں کا ثواب پاتے ہیں اور خدمت پر تو اجر و ثواب کا کوئی حساب ہی نہیں، بس پورے یقین کے ساتھ یہی کہا جاسکتا ہے کہ "جس بیٹے نے والدین کی خدمت کا حق ادا کیا اور اطاعت و فرمانبرداری کر کے ان کو سکون فراہم کیا وہ یقیناً جنتی ہے۔"

Marfat.com

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رِضَی الرَّبِّ فِیْ رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ۔

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، رب کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی، باپ کی ناراضگی میں ہے۔" (ترمذی)

اس ارشاد میں صرف باپ کی عظمت اور اس کے حق کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ ہر شخص اپنے باپ کو راضی اور خوش رکھے، کیونکہ اللہ نے اسے اپنی صفت ربوبیت کا مظہر بنایا ہے، کہ اللہ رب حقیقی ہے، کہ حقیقت میں پرورش فرمانے والا وہی ہے لیکن اس نے یہ کام باپ کو سونپا اور انسان کی پرورش کا وسیلہ بنایا، گویا اولاد کی پرورش میں تکالیف برداشت کرنے والا درحقیقت اللہ کی سونپی ہوئی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے تکالیف برداشت کرتا ہے پس اللہ اپنے فضل و کرم سے اس کی خوشنودی اور رضا کو، اپنی خوشنودی اور رضا قرار دیتا ہے، کہ جو شخص اپنے باپ کو خوش کرتا ہے تو اللہ اس سے خوش ہوتا ہے اور جس کا باپ، اس سے ناخوش اور ناراض ہے تو اللہ بھی اس سے ناخوش اور ناراض ہوگا، اور اللہ کی ناراضگی کا انجام ظاہر ہے کہ جس نے اللہ کو ناخوش کر دیا، اسے نہ دنیا میں کوئی خوشی میسر آسکتی ہے، اور نہ آخرت میں، بڑا ہی بھیانک انجام ہے، اللہ محفوظ رکھے۔

عَنْ بَہْزِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَبَرُّ قَالَ اُمَّکَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ اُمَّکَ قُلْتَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّکَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبَاکَ ثُمَّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ۔

"حضرت بہز بن حکیم نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا کی روایت بیان کی، کہ میں نے حضور علیہ السلام سے پوچھا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کس کے ساتھ نیکی کروں، فرمایا، اپنی ماں کے ساتھ، میں نے پوچھا، اس کے بعد فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، میں نے

Marfat.com

عرض کیا، اس کے بعد، فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، پھر میں نے عرض کیا اس کے بعد، فرمایا اپنے باپ کے ساتھ، پھر اس کے ساتھ جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہو۔" (ترمذی)

حسن سلوک اور خدمت میں، ماں کا مرتبہ باپ سے زیادہ قرار دیا گیا، اور وہ بھی تاکید کے ساتھ کہ تین مرتبہ سوال کا ایک ہی جواب ارشاد ہوا، چوتھی مرتبہ باپ کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر فرمایا، مقصود ماں کی عظمت اور باپ پر اس کی فضیلت کو واضح کرنا ہے، یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ماں کو یہ مرتبہ و مقام اس لئے حاصل ہے کہ وہ اپنی جان پر کھیل کر بچے کو جنم دیتی ہے اسی لئے نبی مکرم علیہ السلام نے خصوصیت کے ساتھ ماں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا، حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ۔

"بیشک اللہ نے ماؤں کی نافرمانی تم پر حرام کی ہے۔" (بخاری)

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّھَاتِکُمْ۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔" (کنزالعمال)

ایک موقع پر کسی کو نصیحت کرتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

اَلْزِمْ رِجْلَھَا فَثَمَّ الْجَنَّۃُ

"ماں کے پیروں سے چمٹے رہو، کہ جنت وہیں ہے۔" (ابن ماجہ)

غور فرمایا، آپ نے، ماں کا مقام کتنا بلند ہے، کیا یہ اس لائق ہے، کہ بیوی کو اس پر ترجیح دی جائے، ماں، بیوی، شوہر کے چین اور سکون کا ذریعہ ہے اس کے بچوں کی ماں ہے، گھر کی مالکہ اور نگہبان ہے، لیکن، جنت ماں ہی کے پاس ہے اسی کے قدموں تلے ہے اسی کو خوش کر کے اس کو راضی کر کے، جنت کی دائمی اور ابدی

Marfat.com

مسرتیں حاصل ہو سکتی ہیں، اسی سلسلہ کا ایک اور نہایت ہی پیارا ارشاد ملاحظہ ہو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ قَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْ اُمِّهٖ كَانَ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ۔

"جس نے اپنی ماں کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، وہ بوسہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے حجاب ہوگا۔" (بیہقی)

بوسہ، اظہار محبت کا ذریعہ ہے جس کی سب سے زیادہ مستحق ماں ہے، اور اسی کو بوسہ دینا سب سے زیادہ مفید یعنی جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

چند واقعات

بخاری شریف کی طویل حدیث ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے ایک واقعہ سنایا، کہ تین آدمی سفر کر رہے تھے دوران سفر سخت بارش ہونے لگی، جس سے بچنے کی غرض سے انہوں نے ایک غار میں پناہ لی اتفاق کہ طوفان کی زور سے ایک بڑا پتھر پہاڑ سے غار کے منہ پر آ گرا، یہ تینوں بے حد پریشان ہوئے کہ اب کس طرح نکلیں، پس انہوں نے فیصلہ کیا کہ اپنی اپنی نیکیوں کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرو، پہلے شخص نے دعا کرتے ہوئے عرض کیا، اے اللہ تو جانتا ہے کہ میرے والدین بہت بوڑھے تھے، اور میں نے ان کی خوب خدمت کی، میں اونٹ، اور بکریاں چرایا کرتا تھا، شام کو جب دودھ نکالتا تو پہلے اپنے والدین کو پلاتا اور پھر اپنے بیوی اور بچوں کو دیتا تھا، ایک شام میں دیر سے گھر پہنچا، حسب معمول دودھ لے کر والدین کی خدمت میں حاضر ہوا، لیکن وہ سو چکے تھے، میں دودھ لئے ان کے پاس کھڑا رہا اٹھا نہ سکا، اس خوف سے کہ انہیں تکلیف ہوگی، بیوی بچوں کو بھی دودھ نہ دے سکا، اس لئے کہ یہ والدین کے احترام کے خلاف ہوتا، ماں باپ سوتے رہے گھر والے بھوکے ہی سو گئے اور میں دودھ لئے کھڑا رہا حتیٰ کہ صبح ہوگئی پس اے اللہ، اگر تجھے میرا یہ عمل پسند آیا تو، آج اس کے وسیلہ سے میں تجھ

Marfat.com

سے بھیک مانگتا ہوں کہ میری اور میرے ساتھیوں کی جان بچا دے، اور غار کا منہ کھول دے کہ ہم نکل سکیں والدین کے اس فرمانبردار بندے کی دعا قبول ہوئی اور پتھر اتنا ہٹ گیا کہ روشنی اور ہوا آنے لگی۔

پھر باقی دونوں نے اپنی، اپنی نیکیاں بیان کیں اور دعا کی حتیٰ کہ غار کا منہ کھل گیا، تینوں نکلے اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگئے۔ (بخاری شریف)

حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میرے باپ، جاہمہ نے جہاد میں شریک ہونے کا ارادہ کیا وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا، کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں جہاد کے لئے جانا چاہتا ہوں آپ سے مشورہ کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں سرکار نے فرمایا کیا تمہاری ماں ہے، (حضور علیہ السلام کو معلوم تھا، کہ ان کی بوڑھی ماں موجود ہے اور یہ تنہا اس کے خدمت گار ہیں) عرض کیا، جی، فرمایا جاؤ اپنی ماں کی خدمت کرتے رہو۔ "فان الجنۃ عند رجلہا" کیونکہ جنت ان کے پیروں کے پاس ہے (یعنی جہاد، جنت میں جانے کی سواری ہے، لیکن جس کی ماں ہو اسے اس کی ضرورت نہیں وہ ماں کی خدمت ہی سے جنت پالے گا۔) (مسلم شریف)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، بتاتے تھے کہ میری ایک بیوی تھی، جسے میں پسند کرتا اور اس سے محبت کرتا تھا، لیکن میرے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو پسند نہ فرماتے تھے، ایک دن آپ نے مجھے حکم دیا کہ اسے طلاق دو، میں نے انکار کر دیا، پس وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور میری شکایت کی آپ نے مجھے طلب فرمایا اور حکم دیا کہ اپنے باپ کی اطاعت کرو اور ان کے حکم کے مطابق بیوی کو طلاق دیدو، پس میرے لئے کوئی چارہ کار نہ رہا، اور میں نے طلاق دے دی۔ (ترمذی شریف)

Marfat.com

سُنتِ انبیاء

والدین کی عزت، خدمت، ان سے محبت والفت، انبیاء کرام علیہم السلام کی بھی سنت ہے، قرآن کریم میں بعض انبیاء علیہم السلام کی اس سنت کو بیان کیا گیا تاکہ ہمیں والدین کے مرتبہ ومقام کا مزید احساس ہو، قرآن کریم کی چند آیات ملاحظہ ہوں

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝

"اے ہمارے رب بخش دے مجھے اور میرے والدین کو، اور سب مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔" (پ ۱۳، ابراہیم، ۴۱)

یہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے جس کو قرآن کریم یہ واضح کرنے کے لئے بیان فرمارہا ہے، کہ اللہ کے خلیل، جلیل القدر نبی کو اپنے والدین سے اتنی محبت تھی، کہ آپ ہمیشہ ان کی مغفرت کی دعا کیا کرتے تھے، اے قرآن کی تلاوت کرنے والو، لو تم بھی اس دعا کو پڑھو، اور اپنے والدین سے محبت کے ثبوت کے لئے ان کے لئے بخشش کی دعا کیا کرو، اسی لئے نبی کریم علیہ السلام نے اس آیۂ مبارکہ کو نماز کے اختتام پر پڑھ کر یہ مسنون کر دیا، کہ سلام پھیرنے سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے، جو بھی نماز پڑھتا ہے اسے یہ دعا یاد ہوتی ہے قرآن میں اس دعا کو نازل فرما کر ہمیشہ کے لئے محفوظ کیا جانا، اور حضور علیہ السلام کا اپنی امت کے لئے، نماز میں اس کو پڑھنا، سنت قرار دیدینا، والدین سے محبت اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی تاکید کا واضح ثبوت ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انہیں بچپن ہی میں دانائی عطا فرمادی تھی، ان کا قلب دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور محبت کے جذبات سے پر کر دیا تھا وہ پاکیزہ نفس اور بڑے ہی پرہیزگار تھے۔ نیز

وَبَرًّا بِوَالِدَیْهِ وَلَمْ یَكُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا ۝

"وہ اپنے والدین کے خدمت گذار تھے، جابر سرکش نہ تھے۔"

(پ ۱۶، مریم، ۱۴)

Marfat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کی برات ظاہر کرنے کے لئے اللہ کی قدرت سے، ایسی عمر میں کلام فرمایا جس میں بچے کے بولنے کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا آپ نے خود اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا، اللہ کا بندہ ہوں، اللہ نے مجھے کتاب عطا فرمائی، اور نبوت سے سرفراز فرمایا میں جہاں کہیں ہو نگا رحمت و برکت میرے ساتھ ہوگی، اللہ نے ساری زندگی مجھے اپنی جسمانی و مالی عبادت کا حکم دیا ہے۔ نیز

وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝

"(اللہ نے) مجھے خدمت گذار بنایا ہے اپنی والدہ کا اور اس نے مجھے جابر بدبخت نہیں کیا ہے۔" (پ ۱۶، مریم، ۳۲)

حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز سنی، تو اللہ کی طرف سے یہ قدرت ملنے پر، اس کا شکر ادا کیا، اس موقع پر وہ اپنے والدین کو بھی یاد کرتے ہیں۔ فرمایا۔

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ

"اے رب، مجھے توفیق دے، کہ میں تیرا (کماحقہ) شکر ادا کروں تیری نعمت پر جو تو نے مجھ پر فرمائی اور میرے والدین پر۔"

(پ ۱۹، النمل، ۱۹)

قرآن کریم میں حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا بھی مذکور ہے جس میں سب سے پہلے والدین کا ذکر ہے فرمایا گیا

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝

"میرے رب، بخش دے مجھے، اور میرے والدین کو، اور اسے جو میرے گھر میں، ایمان کے ساتھ داخل ہو۔ اور بخش دے سب ہی مومن مردوں اور عورتوں کو، اور کافروں کی کسی چیز میں اضافہ نہ فرما،

Marfat.com

سوائے ہلاکت و بربادی کے۔" (پ۲۹، نوح، ۲۸)

خلاصہ

قرآن و حدیث اور واقعات کی روشنی میں آپ نے، والدین کا مقام ان کی خدمت واطاعت کے احکام ملاحظہ فرمایئے، اس سلسلے میں ابھی بہت کچھ عرض کرنا باقی ہے لیکن مضمون کی طوالت اجازت نہیں دیتی، پس جتنا عرض کیا گیا، اس کا خلاصہ ملاحظہ ہو تاکہ یہ اہم عنوان، مزید ذہن نشین ہو جائے اللہ کا حکم یہ ہے کہ اس کی عبادت کرنے والا، ہر شخص اس کے بندوں میں سب سے زیادہ، ماں، باپ کو اہمیت دے، اور اس کی اطاعت کے بعد ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرے جب وہ بوڑھے ہو جائیں، ان کے اعضاء جواب دیدیں، تو ان کی خدمت بوجھ سمجھ کر نہیں بلکہ اپنی ذمہ داری جان کر، بطیب خاطر کی جائے، بڑھاپے کی وجہ سے ان کے مزاج میں چڑچڑاہٹ پیدا ہو جائے، تو ان کی کسی بات پر غصہ نہ آنے پائے، الجھن نہ ہونے پائے، ان دونوں میں سب سے زیادہ قابل قدر ماں ہے، جس نے اولاد کو جنم دینے کے لئے بڑی ہی مصیبت جھیلی اور اسے پرورش دینے میں بڑے دکھ سہے، نبی مکرم علیہ السلام نے والدین کے حقوق کی ادائیگی کو اہم ترین ذمہ داری قرار دیا ان کی خدمت و اطاعت کو دنیا و آخرت کی بھلائی اور نجات کا ذریعہ بتایا ماں کے قدموں تلے جنت کا پتہ دیا اور باپ کی رضا کو اللہ کی رضا کا سبب فرمایا، جہاد جیسی عبادت پر والدین کی خدمت کو آپ نے ترجیح دی واقعات سے ثابت ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بتایا وہی حق اور سچ ہے۔

ان تمام ارشادات کو جان لینے کے بعد شاید ہی کوئی مومن ایسا ہو جس سے والدین کی نافرمانی ان کو ستانے، ان کا حق تلف کرنے کا جرم سرزد ہو، بس ضروری یہ ہے کہ ان احکام کو نوجوانوں کے کانوں تک پہنچانے کی کوشش کی جائے تاکہ ماڈرن ازم کی وبا نے جن نوجوانوں کو والدین کی طرف سے لاپرواہ کر رکھا ہے، ان کی

Marfat.com

آنکھیں کھلیں اور وہ اپنے ماں، باپ کے دامن میں پناہ حاصل کر کے، دنیا میں سکون کی زندگی بسر کریں اور آخرت میں اپنی نجات پر مکمل یقین رکھیں،

اے اللہ والدین کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یارب العالمین

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اولاد کے ساتھ اچھا برتاؤ"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

اسلام، اولاد کو والدین کی اطاعت و فرمانبرداری اور خدمت کا تاکید کے ساتھ حکم دیتا ہے، تو والدین کو بھی ان کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ، ان کی ضروریات کا حسب استطاعت خیال رکھنے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی ہدایت کرتا ہے والدین کو اپنی اولاد سے عموماً یہ شکایت رہتی ہے، کہ وہ ان کی بات نہیں مانتی، ان کے حقوق نہیں ادا کرتی، کیا اس کی وجہ صرف اولاد کی بے راہ روی ہے یا اس میں والدین کا بھی کچھ قصور ہے، ہمارے خیال سے والدین کو صرف شکوہ نہیں کرنا چاہئے، بلکہ انہیں یہ جائزہ بھی لینا چاہئے کہ انہوں نے اولاد کے حقوق پوری طرح ادا کئے یا نہیں، تو آیئے پہلے قرآن و حدیث کی روشنی میں اولاد کے حقوق اور ان کے ساتھ برتاؤ، کا مطالعہ کریں اور فیصلہ کریں کہ قصور کس کا ہے مجرم کون ہے۔ ؟

اچھے برتاؤ کی ابتداء

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝

"اے ایمان والو! تم بچاؤ، اپنے آپ کو اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن، انسان اور پتھر ہوں گے اس پر ایسے فرشتے، مقرر ہوں گے جو بڑے تند خو، سخت مزاج ہیں اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اس کام میں جس کا اس نے حکم دیا اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں

Marfat.com

حکم دیا جاتا ہے۔" (پ۲۸، التحریم، ۶)

قرآن کریم کے اس ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کرتا رہے، کہ جہنم کی آگ بڑی ہی سخت ہے، دنیا کی آگ سے بہت زیادہ کہ دنیا کی آگ تو لکڑیوں سے ہی جلتی ہے، لیکن جہنم کی آگ کافروں اور پتھروں سے جلائی جائے گی اور اس پر ایسے فرشتے مقرر کئے جائیں گے، جو نہ کسی پر رحم کریں گے نہ ہی کسی کی رعایت کریں گے بلکہ صرف اللہ کے حکم کے پابند ہوں گے۔

ہر مسلمان، جہنم کی آگ سے ڈرتا بھی ہے پناہ بھی مانگتا ہے اور اس سے بچنے کے لئے، حتی الوسع نیکیاں بھی کرتا ہے، لیکن مسلمان کی ذمہ داری صرف اتنی ہی نہیں بلکہ اس پر یہ ذمہ داری بھی ہے، کہ وہ اپنے اہل و عیال کو بھی جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کرے، لیکن کیسے؟ یہی سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا، اور ہمیں اس کا جواب مہیا کر دیا عرض کیا۔

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ نَقِیْ اَنْفُسَنَا فَکَیْفَ لَنَا بِاَھْلِیْنَا۔

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ہم خود کو تو جہنم کی آگ سے بچاتے ہیں لیکن اپنے اہل و عیال کو کس طرح بچائیں۔

آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

تَنْھَوْنَھُمْ عَمَّا نَھَاکُمُ اللّٰہُ وَتَاْمُرُوْنَھُمْ بِمَا اَمَرَاللّٰہُ۔

"جن باتوں سے اللہ نے تمہیں روکا ہے، تم اپنے اہل کو ان سے روکو اور جن کاموں کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے تم اپنے اہل کو ان کا حکم دو۔"

(تفسیر روح المعانی)

یعنی جس طرح تم خود، دین و شریعت کی پابندی کرتے ہو اسی طرح بچوں سے بھی کراؤ، تم نے دین کا جو علم حاصل کیا ہو سکے تو اس سے زیادہ بچوں کو سکھاؤ، ورنہ کم از کم وہی سکھا دو، جو تم جانتے ہو، جب تم نماز پڑھو، تو اپنے بیوی بچوں کو بھی نماز پڑھنے کا حکم

Marfat.com

دو، جب تم قرآن کریم کی تلاوت کرو تو بچوں کو بھی تلاوت کا حکم دو، جب تم مسجد جاؤ، تو اپنے بیٹوں کو بھی ساتھ لو، گویا بچوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ابتداء یہ ہے کہ انہیں دین سکھایا جائے اور شریعت کی پابندی کا عادی بنایا جائے۔

والدین نمونہ بنیں

اولاد کی تربیت کی ابتداء والدین ہی سے ہوتی ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ مرد و عورت شادی کے بعد اپنی ان تمام، خامیوں، کمزوریوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں، جو شادی سے پہلے ان میں تھیں، کیونکہ اب وہ تنہا نہیں بلکہ اب ان سے نسل جاری ہوگی، جس کے لئے انہیں مثال اور نمونہ بننا ہوگا، کہ بچہ آنکھ کھولتا ہے، تو اس کی نظر ماں کی، ایک ایک حرکت پر ہوتی ہے اور ہوش سنبھالتا ہے ہے تو وہ باپ کے کردار کو دیکھتا ہے اور جو کچھ اسے اپنے ماں، باپ میں نظر آتا ہے غیر شعوری طور پر اسی کو اختیار کرتا جاتا ہے، والدین ہی کی زبان بولتا ہے اسی طرح اٹھنے، بیٹھنے کا انداز اختیار کرتا ہے والدین ہی کی طرح وہ کھاتا پیتا ہے، گویا ماں کا، باپ کا ہر عمل اس کی ابتدائی تربیت ہوتی ہے جو اس قدر موثر اور گہری ہوتی ہے کہ بچے کو بڑے ہونے کے بعد اس انداز زندگی سے ہٹانا، تقریباً ناممکن ہوتا ہے جو وہ اپنے والدین سے سیکھ چکا ہے، حتیٰ کہ بچہ دین بھی وہی اختیار کر لیتا ہے جو اس کے والدین کا ہوتا ہے، نبی مکرم علیہ السلام کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِیْمَةُ بَهِیْمَةً جَمْعَآءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِیْهَا مِنْ جَدْعَآءَ ثُمَّ یَقُوْلُ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہر بچہ اپنی فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پس اس کے ماں باپ اس کو

Marfat.com

یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی، یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے ایک چوپایہ پورا بچہ جنتا ہے کیا تم اس میں کوئی کمی دیکھتے ہو، پھر آپ نے ارشاد فرمایا یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے پیدا فرمایا اور اللہ کی فطرت قابل تبدیل نہیں یہ دین درست ہے۔" (بخاری شریف)

یعنی بچے میں فطری استعداد و صلاحیت، اسلام ہی قبول کرنے کی ہوتی ہے، لیکن والدین کا عمل اس پر اس طرح طاری ہو جاتا اور اس کی حقیقی استعداد کو چھپا لیتا ہے جس طرح بادل سورج کی روشنی کو چھپا دیتا ہے گویا جہاں حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ بچہ والدین کا دین اختیار کرتا ہے وہاں یہ بھی پتہ چلا، کہ والدین کا عمل بچہ کی فطرت پر اس قدر اثر انداز ہوتا ہے، کہ فطرت باقی رہنے کے باوجود وہ فطری عمل اختیار نہیں کر پاتا، بلکہ ماں باپ کا غیر فطری عمل اس سے صادر ہوتا رہتا ہے، اور اسے اس کا شعور تک نہیں ہوتا یعنی غلط طریقہ اختیار کر لینے کا احساس تک نہیں ہوتا، پھر جب اس کو حق کی دعوت دی جاتی اور فطرت کی طرف اسے بلایا جاتا ہے تو کبھی تو اس کا یہ بادل چھٹ جاتا ہے اور اصل فطرت چمک اٹھتی ہے، یعنی وہ مسلمان ہو جاتا ہے اور کبھی یہ سیاہ بادل اتنا موٹا ہوتا ہے کہ فطرت کی شعاع کو باہر نہیں آنے دیتا، حتیٰ کہ انسان اپنے ماں باپ کے دیئے ہوئے کفر پر ہی مر جاتا ہے، یہی حال بچہ کا ہر معاملہ میں ہوتا ہے کہ اگر اس کے والدین غلط راہ پر ہوتے ہیں تو وہ اسی راہ پر چل پڑتا ہے اور بڑے ہونے کے بعد بہت ہی دشواری سے وہ اس کو چھوڑتا ہے بہرحال جس فطرت پر بچہ پیدا ہوتا ہے "لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ" کے مطابق اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ ہاں اسے ڈھانپ دیا جاتا ہے چھپا دیا جاتا ہے اور یہ جرم بچہ کے ماں باپ کرتے ہیں۔

اسی طرح ماں، باپ مسلمان ہوں لیکن نام کے کہ ان کے طور طریقے، کھانا، پینا، زبان، لباس، سب کچھ یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں، جیسا ہو تو ظاہر ہے بچہ بھی وہی اطوار اختیار کرے گا اور مسلمان ہونے کے باوجود دین پر عمل کی صلاحیتوں پر والدین کی بدعلمی کے بادل چھا جائیں گے، جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں جن گھروں پر مغربی تہذیب کے

Marfat.com

بادل چھائے ہوتے ہیں، ان میں پروان چڑھنے والے بچے دین سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں، لیکن جب ماں، باپ بوڑھے ہو جاتے اور وہ اپنی جوانی کی بد تہذیبی کو چھوڑ کر اسلامی تہذیب اختیار کرتے ہیں تو انہیں بچوں کی تربیت کا خیال آتا، اور بچوں کی وہی حرکتیں بری معلوم ہونے لگتی ہیں جو بچوں نے انہی سے سیکھی تھیں، اب وہ بچے سے کہتے ہیں، نماز پڑھو، روزہ رکھو قرآن کی تعلیم حاصل کرو، لباس پورا پہنو، لیکن اب جوان بچوں کو بوڑھے والدین کی یہ باتیں ناگوار معلوم ہوتی ہیں اور وہ ان پر عمل کے لئے کسی طرح آمادہ نہیں ہوتے۔ بس والدین اولاد کی نافرمانی، اور سرکشی کا شکوہ کرنے لگتے ہیں حالانکہ حق یہ ہے کہ بچوں کا قصور ہرگز نہیں انہوں نے تو جب آنکھ کھولی تو اپنی ماں باپ کو بد تہذیبی کے دلدل میں ڈوبا پایا تھا، ناچتا، گاتا، کھڑے ہو کر پیشاب کرتا کلبوں اور ہوٹلوں کی سوسائٹی میں بیٹھا ہی دیکھا تھا، کبھی وضو کرتے نہ دیکھا، کبھی اللہ کے دربار میں سر جھکاتے یا مصلے پر بیٹھا نہ دیکھا، کبھی قرآن کریم کی تلاوت کرتے نہ دیکھا کبھی کسی عالم سے ملتے جلتے نہ دیکھا جو دیکھا وہی ذہن میں رچ بس گیا، وہی حقیقت معلوم ہونے لگی، وہی اصلیت نظر آئی اب یہ ماں، یہ باپ، بڑھاپے سے مجبور ہو کر، اپنی موت اپنے سامنے کھڑی دیکھ کر بدل گئے تو بچے کیا کریں جب ان کا بڑھاپا آئے گا جب انہیں اپنی موت نظر آنے لگے گی تو وہ بھی بدل جائیں گے، اور ماں باپ اسی آرزو میں مر جائیں گے کہ کاش ہماری اولاد، ہمارے سامنے سدھر جائے لیکن یہ جب ہوتا جب ماں باپ شادی کے بعد ہی پہلا بچہ پیدا ہونے سے پہلے اپنے آپ کو بدل چکے ہوتے، اور بچوں کے لئے ان کی زندگی ایک اچھا ماڈل، اچھا نمونہ ہوتی، اب تو دیر ہو گئی بہت دیر، شکوہ اور واویلا بیکار ہے۔

جو مسلمان ایک عرصہ سے یورپ، امریکہ، اور افریقہ وغیرہ میں آباد ہیں آج ان کی یہی کیفیت ہے ان کے بچے مادری زبان بھول چکے ہیں، اس لئے کہ ماں، باپ خود انگلش یا کوئی دوسری مقامی زبان بولتے رہے، نوجوان نہایت بیہودہ اور عریاں لباس پہنتے ہیں، والدین یا بڑوں کے ادب و احترام کا کوئی تصور تک نہیں رہا، دین سے نہ صرف دور بلکہ متنفر ہیں آوارگی ان کی تہذیب ہے والدین اب شکوہ کرتے ہیں کہ نئی

Marfat.com

نسل بگڑ گئی، برباد ہو گئی، لیکن ایسا کیوں ہوا صرف اس لئے کہ والدین کو اپنی جوانی کے دور میں اولاد کی تربیت اور خود کو ان کے لئے بطور اچھا نمونہ پیش کرنے کا کبھی خیال نہ آیا، اب جو برے عادات و اطوار اولاد کے ذہنوں میں منقش ہو چکے ہیں ان کو، کوئی مبلغ، کوئی عالم یا کوئی لٹریچر، بآسانی نہیں مٹا سکتا حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔

اِنَّ الصَّبِیَّ بِجَوْهَرِهٖ خُلِقَ قَابِلاً لِلْخَیْرِ وَالشَّرِّ وَاِنَّمَا اَبَوَاهُ یُمِیْلَانِهٖ اِلٰی اَحَدِ الْجَانِبَیْنِ۔

"بیشک بچے میں فطرتاً اچھائی اور برائی قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اور اس کے والدین اسے جس طرف چاہتے ہیں مائل کر دیتے ہیں"

(احیاء العلوم)

غرضیکہ ماں، باپ ہی اولاد کے نمونہ ہیں، بچوں کا کردار والدین کے کردار پر موقوف ہے، اگر والدین نے اپنی بدکرداری سے اولاد کو بدکردار بنایا، تو نہ تو، وہ دنیا میں ان سے وہ فوائد حاصل کر سکتے ہیں، جن کی توقع، ہر ماں اور ہر باپ کو اولاد سے بجا طور پر ہوتی ہے اور نہ ہی آخرت میں وہ اپنے اس جرم سے بری الذمہ ہو سکتے، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ

"تم میں سے ہر ایک راعی (حاکم) ہے قیامت کے دن رعیت کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا۔"

جس طرح، یہ قیامت کے دن ایک حاکم بادشاہ سے رعایا کی تکالیف یا اس کے برائیوں میں مبتلا ہونے کے متعلق سوال کیا جائے گا اسی طرح ہر شخص سے اس کے اہل و عیال کے متعلق پوچھا جائے گا، کہ تم نے ان کی اچھی تربیت کر کے اچھا مسلمان اور معاشرے کا بہترین فرد کیوں نہ بنایا۔ پس دنیا کے سکون اور آخرت کی نجات کے لئے ضروری ہے کہ والدین، اولاد کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں یعنی ان کی تربیت

Marfat.com

دینی تعلیم کے مطابق کریں، جس کے لئے انہیں خود دین پر عمل کر کے نمونہ بننا پڑے گا۔

اولاد کے لئے بہترین تحفہ

اللہ نے والدین کے دل میں اولاد کی محبت ودیعت کی ہے والدین، اولاد کو ہر اعتبار سے آسودہ اور خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں، اپنی زندگی میں بھی اس کے لئے دنیا کی ہر نعمت فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور ان کی خواہش ہوتی ہے، کہ اتنا کچھ جمع کر کے چھوڑ جائیں، کہ ان کے مرنے کے بعد بھی اولاد، بہتر سے بہتر، زندگی بسر کر سکے، لیکن میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اولاد کے لئے بہترین تحفہ کس چیز کو قرار دیتے ہیں اس حدیث میں ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ اَیُّوْبَ بْنِ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَہٗ مِنْ نُحْلٍ اَفْضَلُ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ۔

"ایوب بن موسیٰ، اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، کسی باپ نے اپنے بیٹے کو، اچھا ادب سکھانے سے بہتر کوئی تحفہ نہیں دیا۔" (ترمذی شریف)

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یُؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَہٗ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ۔

"حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا آدمی کا اپنے بیٹے کو ادب سکھانا، ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے۔" (ترمذی شریف)

یعنی بہترین تربیت اولاد کے لئے باپ کا سب سے اچھا تحفہ ہے، اتنا اچھا کہ اللہ کے نزدیک بھی صدقہ و خیرات سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

نبی مکرم علیہ السلام کی ان دونوں حدیثوں پر غور کیجئے، آج ہم اولاد کو، مکان،

Marfat.com

دکان، دولت کیا کچھ نہیں دینا چاہتے اچھا کھلاتے ہیں اچھا پہناتے ہیں دنیا کی اعلیٰ ترین تعلیم دلانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بچوں کی اچھی تربیت اور دین کی تعلیم دلانے پر ہماری کتنی توجہ ہے اس کا اندازہ بچوں کے طرز زندگی ہی سے کیا جاسکتا ہے، ان کا حال یہ ہے کہ نہ کھانے کا ڈھنگ نہ پینے کا نہ سلام وکلام کا طریقہ، نہ والدین اور بڑوں کا احترام، نہ حیاء وشرم، نہ لباس پہننے کا تمیز، کالج اور یونیورسٹیاں تو ہمارے بچوں سے بھرے ہوئے ہیں دنیا کی تعلیم پر ہم بڑی، بڑی رقمیں، خوشی سے خرچ کر دیتے، لیکن تعلیم قرآن کے مدرسے ویران ہیں، دینی تعلیم پر چند پیسے خرچ کرنا بھی، بار ہوتا ہے، جب ہماری اپنی حالت یہ ہے کہ تو پھر اولاد کی بربادی کا شکوہ کس سے؟ ہم نے خود اپنی ذمہ داری پوری نہ کی، خود اولاد کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کیا، اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق ان کی پرورش نہ کی، ہماری یہ لاپرواہی، درحقیقت ایک ایسا جرم ہے جس کا خمیازہ، ہمیں دنیا میں بھی بھگتنا ہوگا، اور جس کا جواب اللہ کے دربار میں بھی دینا ہوگا، پس جو چاہتا ہے کہ دنیا میں اس کی اولاد، اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے، اور آخرت کے لئے بہترین ذخیرہ ہو اسے چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کو وہ تحفہ دے، جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک بہترین تحفہ ہے یعنی اچھی تربیت جس کا ذریعہ دینی تعلیم، اور شرعی احکام کی پابندی ہے جس نے اولاد کو یہ تحفہ دیدیا، اس نے درحقیقت اپنے بڑھاپے کے آرام، اور قبر میں سکون کی نیند کا انتظام کر لیا، کہ اچھی اولاد ہی بوڑھے والدین کی خدمت کرتی ہے انہیں اپنے لئے، اللہ کی رحمت کا وسیلہ یقین کرتی ہے اور اچھی اولاد، والدین کے مرجانے کے بعد ان کے ایصال ثواب کے لئے صدقہ وخیرات، تلاوت قرآن وغیرہ کرتی رہتی ہے، جو مرحوم ماں، باپ کے لئے قبر میں سکون وراحت کا ذریعہ بنتا ہے، جس سے تاریک قبر روشن ومنور ہوتی ہے، یہی اولاد ہے جسے والدین کے لئے صدقہ جاریہ کہا گیا۔

Marfat.com

دودھ پلانا

بچہ کو دودھ پلانا ماں کی اولین ذمہ داری ہے اللہ کا ارشاد ہے۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ

"اور مائیں، اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں، یہ اس کے لئے ہے، جو دودھ کی مدت پوری کرنا چاہتا ہے، اور جس کا بچہ ہے، اس کے ذمہ مناسب طور پر ماں کا کھانا، اور لباس ہے۔" (پ۲، البقرہ، ۲۳۳)

دودھ پلانے سے متعلق شرعی احکام میں یہ بات طے شدہ ہے کہ انسان کا بچہ، انسان ہی کے دودھ سے پرورش پائے، جو اس کے لئے خالق کی پیدا کی ہوئی فطری غذا ہے قرآن و حدیث میں اس کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں اول یہ کہ ماں بچے کو دودھ پلائے، دوم یہ کہ اگر ماں کو حمل یا دودھ پلانے کے دوران طلاق ہو جائے، تو اس تفریق کا اثر بچے پر نہیں ہونا چاہئے، لہٰذا ماں ہی دودھ پلائے اور بچے کا باپ اس زمانہ میں مطلقہ کے اخراجات پورے کرے، سوم یہ کہ ماں، یا مطلقہ ماں کسی وجہ سے خود دودھ نہ پلائے، تو کسی عورت کی خدمات حاصل کی جائیں اور اس کی اجرت ادا کی جائے، ان تین صورتوں کے علاوہ کوئی چوتھی صورت نہیں کہیں یہ ذکر نہیں کہ کسی بھی صورت میں بچے کو جانور کے دودھ سے پالا جائے، نہ ہی اس کی کوئی نظیر ماضی میں ملتی ہے عرب میں عام رواج تھا کہ شہری عورتیں اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے دیہاتی عورتوں کے سپرد کر دیا کرتی تھیں، تاکہ بچے کی صحت پر دیہات کی کھلی فضا کا اچھا اثر ہو، نیز دیہات کی زبان شہری زبان سے زیادہ خالص اور صاف ستھری ہوتی ہے، بچہ ابتداء ہی سے اس فصیح زبان کا عادی بنے، اسی رواج کے مطابق حضور علیہ السلام کو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا گیا تھا آیئے اس سے بھی پہلے اور بہت پہلے کے زمانہ پر نظر ڈالئے تو غور کیجئے قرآن کریم کے بیان کردہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے واقعہ پر کہ جب موسیٰ علیہ السلام دریا میں بہتے فرعون

Marfat.com

کے گھر میں داخل کئے گئے تو سب سے پہلے ان کے لئے دودھ پلانے والی کی تلاش کی گئی، حتیٰ کہ قدرت نے اپنی حکمت کے مطابق ان کی ماں ہی کو وہاں پہنچا دیا، اور آپ نے دودھ پینا شروع کر دیا معلوم ہوتا ہے کسی دور میں یہ طریقہ متصور اور متعارف ہی نہ تھا کہ بچے کو جانور کے دودھ سے بھی پالا جاسکتا ہے دوسری بہت سی ایجادوں کی طرح یہ ہمارے ہی دور کی ایجاد ہے جس نے فیشن یا بیماری کی صورت اختیار کر لی اور اکثر عورتیں اس میں مبتلا ہیں اور بچوں کی نافرمانی کی صورت میں اس کا درد بھی سہہ رہی ہیں۔

اس غیر فطری عمل ہی کا نتیجہ ہے، کہ ایک طرف تو بچوں کو دودھ نہ پلانے والی مائیں طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہوتی ہیں مثلاً جدید طبّی تحقیق کے مطابق، پستان کا کینسر اکثر ایسی ہی عورتوں کو ہوتا ہے، جو بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں، علاوہ ازیں ماں کی عام صحت اور پستان کی خوبصورتی پر بھی اس کا اثر برا ہوتا ہے، دوسری طرف بچوں کو بھی وہ قوت و طاقت حاصل نہیں ہوتی جو عورت کے دودھ سے ملتی ہے جو بچے جانور کے دودھ سے پالے جاتے ہیں ان کی عقلی صلاحیتیں کم ہوتی ہیں حافظہ کمزور رہتا ہے، جسمانی بالخصوص جنسی طاقت میں بھی کمی رہتی ہے اور عادات و اطوار پر بھی اثر ہوتا ہے کہ ایسے بچے بالعموم بے حسی اور خود غرضی کا شکار ہوتے، محبت و شفقت کا جذبہ ان میں بہت ہی کم ہوتا ہے الغرض ان تمام خوبیوں سے محروم رہتے ہیں جو قدرت کی طرف سے ان کے لئے تیار کردہ غذا میں پائی جاتی ہیں کہ کون ہے جو خالق سے بہتر غذا مخلوق کے لئے فراہم کر سکے۔

بہر حال سب سے بہتر یہی ہے کہ ماں خود اپنے بچوں کو دودھ پلائے تاکہ جو محبت و شفقت بچے کے لئے ماں کے دل میں ہے وہ اس کے خون جگر کے ذریعہ بچے کے دل میں منتقل ہو، اور بڑا ہو کر یہ بچہ، ماں کو وہ محبت اور عزت دے جس کی واقعی وہ حق دار ہے، اور ایک نیک ماں کی تمام خوبیوں کا وہ امین بنے۔

Marfat.com

اولاد کی خدمت

والدین کی سب سے بڑی ذمہ داری، اولاد کی خدمت کرنا ہے، صرف دولت سے نہیں بلکہ وقت سے بھی اور ہاتھ پیر سے بھی، باپ سے زیادہ ماں پر یہ حق ہے کہ وہ بچوں کو اپنا پورا، پورا وقت دے، اور پوری، پوری توجہ دے اسی لئے اسلام نے ماں پر گھر کے کاموں کے علاوہ کوئی ذمہ داری عائد نہیں کی کہ بچوں کی صحت و تندرستی کا خیال اور ان کی اچھی تربیت اتنا بڑا کام ہے جس سے ماں کو فرصت ہی نہیں مل سکتی، پس جو ماں، خود کو اولاد کے لئے وقف کر دیتی اور اس کی پوری طرح خدمت کرتی ہے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مژدہ دیتے ہیں۔

عَنْ عَوْفِ ابْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَدْمَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ اِلَى الْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ اِمْرَأَةٌ اٰمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصَبٍ وَّجَمَالٍ وَّحَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلٰى يَتَامَاهَا حَتّٰى بَانُوْا اَوْ مَاتُوْا۔

"عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اور کالے رخساروں والی عورت، قیامت کے دن ایسے ہوں گے، اور یزید بن زُریع نے درمیانی اور شہادت والی انگلی سے اشارہ کیا وہ جاہ و جمال والی عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا، اس نے اپنے نفس کو یتیم بچوں کے لئے روکے رکھا، یہاں تک کہ وہ (بڑے ہو کر) جدا ہو گئے، یا مر گئے۔" (ابوداؤد شریف)

یعنی جو عورت بچوں کی خدمت میں اتنی مصروف ہو جاتی ہے کہ اسے اپنی صحت و تندرستی اور حسن و جمال کی حفاظت تک کا خیال نہیں رہتا قیامت کے دن وہ میرے اتنی قریب ہوگی، جتنی درمیانی اور شہادت والی انگلی قریب ہے سرکار نے اگرچہ یہ بات خصوصیت کے ساتھ بیوہ عورت کا ذکر کرتے ہوئے فرمائی، لیکن اس کا پیغام ہر

Marfat.com

ماں کے لئے عام ہے۔

بلاشبہ، اولاد کے لئے والدین کا مرتبہ و مقام بہت ہی عظیم اور بلند ہے، اللہ نے اپنی عبادت کے بعد، سب سے بڑی نیکی والدین کے ساتھ حسن سلوک کو قرار دیا، حضور علیہ السلام نے باپ کی رضاء کو اللہ کی رضا کا وسیلہ قرار دیا، ماں کے قدموں تلے جنت کی خبر دی بڑا مرتبہ ہے والدین کا، اسی لئے کہ والدین اولاد کے لئے جو تکالیف برداشت کرتے ہیں وہ کوئی کسی کے لئے نہیں کر سکتا، لہٰذا اولاد پر سب سے بڑا حق، ماں، باپ ہی کا قرار پاتا ہے ہر باپ اور ہر ماں اپنی اولاد سے اس حق کی ادائیگی کا مطالبہ بھی کرتا ہے اور نیک اولاد، یہ حق ادا کرتی ہے، لیکن والدین پر بھی اولاد کا حق ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات کے مطابق اولاد کی پرورش کریں اور اس کی پوری، پوری خدمت کریں، جو والدین یہ حق ادا کرتے ہیں اللہ کی طرف سے ان کے حق کی حفاظت کی جاتی ہے کہ اللہ اولاد کو نیک اور ماں باپ کا مطیع و فرمانبردار بنا دیتا ہے، لیکن جو والدین اولاد کی حق تلفی کرتے ہیں اولاد بھی ان کی حق تلفی کرتی ہے کہ وہ ان سے باغی ہو جاتی ہے۔ نافرمان ہو جاتی ہے۔

وہ باپ کس طرح اولاد سے اپنے حق کی ادائیگی کی توقع کرتا ہے جس نے کبھی بچپن میں اپنے بچہ کو گود میں نہ اٹھایا کبھی اس کو پیار نہ کیا، کبھی اس کے لئے اپنی نیند قربان نہ کی، کبھی اس کی وجہ سے اپنے عیش میں خلل نہ آنے دیا، کبھی باپ کو وقت نہ ملا، کہ وہ بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا، ان کی دلجوئی کے لئے ان کے ساتھ کھیلتا، بس اس نے بچوں کے لئے نوکر فراہم کر دیئے تھے، جو ان کی خدمت کرتے اور ساری ضروریات پوری کرتے رہتے تھے ظاہر ہے بچے بڑے ہو کر باپ سے زیادہ نوکر ہی کی عزت کریں گے۔ باپ کے لئے نہ ان کی نظروں میں عزت ہوگی، نہ دل میں محبت، اور نہ وہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے آمادہ ہوں گے۔

ماں، جسے فخر ہوتا ہے اپنی اس عظمت پر کہ اس کے قدموں تلے جنت ہے اور اسی حوالے سے وہ اولاد سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی رہتی ہے، اور جب اولاد اس کا حق

Marfat.com

ادا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی تو وہ اولاد کو نافرمان، جہنمی اور نہ جانے کیا کیا کہتی ہے لیکن کاش اس مقدس ماں نے یہ بھی غور کیا ہوتا، کہ اس نے خود اپنے حق کی حفاظت کی ہے یا نہیں، یعنی اس نے اولاد کے لئے کتنی تکالیف برداشت کیں اور اس کا کتنا حق ادا کیا جس ماں نے بچے کو اپنا دودھ نہ پلایا، کبھی اپنے ہاتھوں سے اس کو غسل نہ دیا کبھی اس کے کپڑے نہ دھوئے کبھی وقت پر کھانا نہ دیا بس بچہ پیدا کیا جو ایک فطری عمل تھا اس کے بعد اس نے بچہ کی طرف کبھی توجہ نہ کی ملازمہ کے سپرد کر دیا، بچے نے ملازمہ کی گود میں ہوش سنبھالا اس سے دودھ مانگا، اسی سے کھانا مانگا، اسی کو ہمہ وقت اپنی خدمت کرتے دیکھا، بچے نے جب ماں کو تلاش کیا تو دکان پر، سودا بیچتے دیکھا، یا دفتر میں ملازمت کرتے پایا گھر میں دیکھا، تو میک اپ کرتے، یا ٹی وی کے سامنے دیکھا، غرضیکہ ماں کے کسی عمل نے بچے کے شعور میں ماں کی عظمت و محبت پیدا نہ کی اب ماں کیسے چاہتی ہے کہ اولاد اس کی خدمت کرے، اور اس کے قدموں تلے، جنت تلاش کرے، ہاں یہ بچہ ضرور ایسا کرتا، اگر ماں نے اس کا حق ادا کیا ہوتا، اگر اس نے ماں کو اپنی خدمت کرتے دیکھا ہوتا اگر اس نے ماں کو نماز پڑھتے دیکھا ہوتا، قرآن کریم کی تلاوت کرتے دیکھا ہوتا اگر ماں نے اس کو نماز سکھائی ہوئی، قرآن کی تعلیم دی ہوتی دین کی تعلیم دی ہوتی۔

یاد رکھئے، جو والدین اولاد پر، خوب دولت خرچ کرتے اور بچوں کو دولت ہی کے سہارے پالتے ہیں ذاتی طور پر نہ بچوں کے لئے محنت کرتے ہیں نہ انہیں وقت دیتے ہیں ان کی اولاد کو بھی صرف ان کی دولت سے دلچسپی ہوتی ہے ان کی ذات سے نہیں وہ ماں باپ کی دولت تو خوب اڑاتے ہیں لیکن ماں باپ کی اطاعت و فرمانبرداری یا ان کی خدمت کا ان میں احساس تک نہیں ہوتا، پس والدین اگر چاہتے ہیں کہ اولاد ان کی خدمت کرے تو انہیں اولاد کی خدمت کرنا چاہئے۔

اولاد کے تین حقوق

Marfat.com

نبی مکرم علیہ السلام نے خصوصیت کے ساتھ والدین پر اولاد کے تین حقوق کا تذکرہ فرمایا، جو اولاد کی اچھی تربیت اور اس کو نیک بنانے کے لئے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اگر والدین ان تین حقوق کا لحاظ رکھیں تو انشاء اللہ اولاد کبھی باغی اور نافرمان نہ ہوگی آپ فرماتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّعَبَّاسٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وُّلِدَ لَہٗ فَلْیُحْسِنِ اسْمَہٗ وَاَدَبَہٗ فَاِذَا بَلَغَ فَلْیُزَوِّجْہُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ یُزَوِّجْہُ فَاَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَا اِثْمُہٗ عَلٰی اَبِیْہِ۔

"حضرت ابو سعید اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس کے یہاں اولاد ہو تو وہ اس کا اچھا نام رکھے، اور اسے ادب سکھائے، جب بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے اگر بالغ ہو گیا اور اس کا نکاح نہ کیا، تو اگر اس نے کوئی گناہ کر لیا، تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہو گا۔" (مشکوٰۃ شریف)

تین ذمہ داریاں یہ اچھا نام رکھنا، ادب سکھانا، بالغ ہونے کے بعد نکاح کر دینا، ان تینوں باتوں کا ذمہ دار باپ کو ٹھیرایا گیا ہے کیونکہ گھر کا نگران اعلیٰ اصل میں تو باپ ہی ہے کہ گھر میں جو کام بھی شریعت کے خلاف ہوتا ہے اس کا جواب دہ باپ ہو گا اگرچہ بدعلمی کرنے والا بھی گناہ گار ہو گا۔ حتیٰ کہ باپ کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اپنی بیوی کی نگرانی کرے کہ وہ بحیثیت ماں، اولاد کا حق ادا کر رہی ہے یا نہیں، بہرحال آیئے اب ان تینوں ذمہ داریوں پر قدرے تفصیلی نظر ڈالیں۔

اچھا نام اچھا نام رکھنے کا حکم درحقیقت انسان کی نفسیات سے متعلق ہے کہ نفسیاتی طور پر ہر شخص کی عادات و اطوار اور اس کے کردار پر نام کا اثر ہوتا ہے، نیز برے ناموں سے گھر میں بے برکتی اور اچھے ناموں سے برکت ہوتی ہے نبی مکرم علیہ السلام کا یہ طریقہ مبارکہ تھا کہ "کان یغیر الاسم القبیح" آپ برے نام کو بدل دیتے تھے، کوئی اچھا نام رکھ دیتے تھے مسلمان کو اپنے بچوں کے نام ایسے رکھنا چاہئیں

Marfat.com

جن سے ان کے مسلمان ہونے کا پتہ چلے اللہ کی بندگی کا اظہار ہو، یا حضور علیہ السلام کے امتی، غلام اور عاشق، ہونے کا ثبوت، یا بزرگوں، ولیوں، اور اللہ کے نیک بندوں سے نسبت اور تعلق ظاہر ہو، جیسا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَآئِكُمْ اِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تمہارے ناموں میں سے اللہ کو عبداللہ اور عبدالرحمٰن سب سے زیادہ پسند ہیں۔" (مسلم شریف)

عبداللہ، عبدالرحمٰن، یا اسی قسم کے دوسرے نام ہیں، مثلاً عبدالرحیم، عبدالمنان، عبدالتواب، عبدالباسط، عبدالرزاق وغیرہ کہ ان سے بچے کو شروع ہی سے احساس ہوتا رہتا ہے، کہ وہ اللہ کا بندہ ہے، اور صرف اللہ ہی اس کا معبود ہے نیز میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

تَسَمَّوْا بِاَسْمَآءِ الْاَنْبِيَآءِ

"نبیوں کے ناموں پر نام رکھو" (ابوداؤد شریف)

جیسے، محمد ابراہیم، محمد ایوب، محمد یعقوب، محمد زکریا وغیرہ کہ ان ناموں سے برکت بھی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص اللہ کے تمام نبیوں پر ایمان رکھتا اور ان کا احترام کرتا ہے۔ "محمد" حضور علیہ السلام کا اسم گرامی، نام کے ساتھ ملانا یزاہی باعث برکت ہے، کہ خود آپ نے اس کی اجازت مرحمت فرماتے ہوئے فرمایا "سموا باسمی" میرے نام پر نام رکھو نیز آپ فرماتے ہیں اس حدیث کو حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے ہم تک پہنچایا۔

مَنْ وُلِدَ لَهٗ مَوْلُوْدٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا حُبًّا لِّيْ وَتَبَرُّكًا بِاسْمِيْ كَانَ هُوَ وَمَوْلُوْدُهٗ فِي الْجَنَّةِ۔

"جس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا، اور اس نے اس کا نام محمد رکھا مجھ سے

Marfat.com

محبت کی وجہ سے اور برکت حاصل کرنے کے لئے، تو وہ اور اس کا بیٹا
دونوں جنت میں ہوں گے۔"

غلام محمد، غلام نبی، غلام مصطفیٰ، عبدالنبی، عبدالمصطفیٰ، محمد مصطفیٰ، احمد رضا وغیرہ کیسے پیارے نام ہیں جن سے برکت بھی حاصل ہوتی ہے بچے کے شعور میں حضور علیہ السلام کی غلامی کا احساس بھی پیدا ہوتا ہے، آپ سے محبت اور قلبی تعلق بھی پیدا ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی سلسلہ میں حضور علیہ السلام سے ایک واقعہ بیان کیا کہ آپ نے فرمایا "قیامت کے دن دو آدمی، اللہ کے دربار میں حاضر کئے جائیں گے اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل کرنے کا حکم دے گا۔ وہ خوش ہو کر عرض کریں گے الٰہی ہم کس عمل کی وجہ سے جنت میں جانے کے قابل ہوئے ہم نے تو کوئی ایسا نیک کام نہ کیا تھا اللہ فرمائے گا۔ تم دونوں جنت میں جاؤ کیونکہ۔

فَاِنِّیْ اَلْیَتُ عَلٰی نَفْسِیْ اَنْ لَّا یُدْخَلَ النَّارَ مَنْ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ وَلَا مُحَمَّدٌ

"کیونکہ میں اپنی قسم فرما چکا ہوں، کہ جہنم میں وہ داخل نہ کیا جائے گا جس کا نام احمد ہو اور نہ وہ جس کا نام محمد ہو۔"

نبیط بن شریح رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔

لَا اُعَذِّبُ اَحَدًا تُسَمّٰی بِاِسْمِکَ فِی النَّارِ۔

"جس کا نام آپ کے نام پر ہو گا اسے میں جہنم کے عذاب میں مبتلا نہ کروں گا۔"

غور فرمایئے، بچے کا نام احمد و محمد رکھنا یا نام کے ساتھ احمد و محمد ملانا، جہنم سے آزادی کی سند ہے اور یقیناً دنیا میں بھی اس کی برکتیں نصیب ہوں گی، حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مَا کَانَ فِیْ اَھْلِ بَیْتٍ اِسْمُ مُحَمَّدٍ اِلَّا کَثُرَتْ بَرَکَتُہٗ۔

Marfat.com

"جس گھر میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے، اس گھر کی برکت زیادہ ہو جاتی ہے۔"

اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّکُوْنَ حَمْلُ زَوْجَتِہٖ ذَکَرًا فَلْیَضَعْ یَدَہٗ عَلٰی بَطْنِھَا وَلْیَقُلْ اِنْ کَانَ ذَکَرًا فَقَدْ سَمَّیْتُہٗ مُحَمَّدًا فَاِنَّہٗ یَکُوْنُ ذَکَرًا۔

"جو چاہے، کہ اس کی بیوی کے حمل میں لڑکا ہو تو وہ اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر، رکھ کر کہے اگر لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھا پس لڑکا ہی پیدا ہو گا۔" (زرقانی)

اسی طرح لڑکیوں کے نام بھی، متقی عورتوں کے ناموں پر رکھنے چاہئیں، جیسے خدیجہ، فاطمہ، عائشہ، زینب، رقیہ، ام کلثوم، طیبہ، طاہرہ، نفیسہ، جمیلہ، ریحانہ، ماریہ، مریم وغیرہ۔

ادب سکھانا ماں، باپ کی دوسری ذمہ داری، بچوں کو ادب سکھانا ہے، یعنی بچے کو شریعت کے مطابق رہنے، سہنے اور زندگی بسر کرنے کا ڈھنگ سکھانا کہ بچہ بڑا ہو کر معاشرے کا ایک بہترین فرد نظر آئے، یہی ادب تہذیب کہلاتا ہے تہذیب، ہر مذہب اور ہر قوم کی اپنی اپنی ہے، لیکن اسلامی تہذیب سے بہتر کوئی تہذیب نہیں جس سے مزین انسان ایک چمکدار ہیرا نظر آتا ہے نیز اس تہذیب کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ زندگی کے ہر عمل کو اس سے آراستہ کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی ادب میں، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کی تعلیم دی جاتی ہے، ظلم و جبر، غصب، مکر، فریب، جھوٹ، نفرت، بغض، عناد، کینہ، ایذاء رسانی، وعدہ خلافی، وقت ضائع کرنا، لہو و لعب، کام میں سستی کرنا، زبان پر قابو نہ رکھنا، یہ سب بیماریاں ہیں ایسی بیماریاں جن میں مبتلا افراد ہی گھروں کی بربادی معاشرے کی بدحالی اور قوم کی تباہی کا سبب بنتے ہیں اسلامی ادب ایسی تمام بیماریوں سے نجات کی ضمانت دیتا ہے کہ اگر والدین اولاد کو اسلامی ادب کی تعلیم دیں تو ان میں کبھی ان بیماریوں

Marfat.com

کے جراثیم پیدا نہیں ہوسکتے۔

مغرب کی جس تہذیب کو آج ہم نے ترقی یافتہ دور کی ضرورت یا ترقی یافتہ ہونے کی علامت، یا فیشن سمجھ رکھا ہے وہ اسلامی تہذیب کے بالکل برعکس ہے اس میں نہ عزت و شفقت ہے، نہ محبت و الفت، نہ اپنوں اور غیروں کا فرق نہ ایثار و قربانی کا تصور، نہ کسی کے دکھ درد کا احساس، وہاں نہ دیانت و امانت نظر آتی ہے، نہ ظاہری و باطنی پاکیزگی حلال و حرام کے امتیاز کے بغیر دولت کمانا، نفس کی خواہش پوری کرنا، کھانا پینا، اور کلبوں میں ناچنا، ان کی زندگی کے اہم مقاصد ہیں مسلمان اس تہذیب کو اپنا کر کبھی پرسکونِ زندگی بسر نہیں کرسکتا، کہ اس کے لئے یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی انسان کو جانوروں کے گلہ میں چھوڑ دیا جائے کون ہے جو جانوروں کے ساتھ رہ کر چند لمحہ بھی خوش رہے گا۔

اسلامی ادب یا اسلامی تہذیب کا زیور، دین کی تعلیم سے حاصل ہوتا ہے دینی معلومات سے حاصل ہوتا ہے اس سلسلے میں پہلی ذمہ داری، ماں کی ہے کہ ماں کی گود درحقیقت بچے کا پہلا بہترین اسکول ہے، جس کی تعلیم کے اثرات بچہ پر ساری زندگی رہتے ہیں جن اسلاف کو ہم احترام کی نظروں سے دیکھتے ہیں اگر آپ ان کے حالات پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا، کہ ان کی عظمت اور رفعت کا بنیادی سبب ماں کی تعلیم ہے پس ہر ماں کو چاہئے کہ وہ ابتداء ہی سے بچے کے لئے دینی ماحول فراہم کرے نیز بچے کے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی اس کو دین سکھانے کا آغاز کر دے، مثلاً جب بچہ بولنے کی کوشش کر رہا ہو تو اس کے سامنے اللہ، اللہ کہا جائے تاکہ اس کی زبان پر پہلا لفظ یہی آئے پھر بچے کو کلمہ سکھایا جائے بچے کو سلانے کے لئے درود شریف یا حمد و نعت کے بول سنائے جائیں سونے کے لئے ماں جب بچے کو لٹائے تو اسے روزانہ تھوڑی تھوڑی نماز یاد کرائے، جوں جوں بچہ بڑھتا جائے ماں اس کی تعلیم میں اضافہ کرتی جائے بچہ کو کھانا کھانے پانی پینے کے آداب سکھانا، سونے سے پہلے گھر میں سب کو سلام کرنے، سوکر اٹھے تو سب کو سلام کرنے کی تاکید کرنا،

Marfat.com

صاف ستھرا رہنے وظہو کرنے کا طریقہ سکھانا، یہ سب ماں ہی کی ذمہ داریاں ہیں جب بچہ اسکول جانے لگے، تو ساتھ ہی بچے کو قرآن کریم کی تعلیم دینا، یا کم از کم اسکول ہی کی طرح بچہ کو پابندی سے مدرسہ بھیجنا ماں ہی کا کام ہے اور یہ سب کام سات سال کی عمر میں بچے کو ختم کرا دینے چاہئیں، کہ اس عمر کے بعد باپ کی ذمہ داریوں کا آغاز ہوتا ہے کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَآءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَآءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ۔

"عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اپنے بچوں کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات سال کو پہنچیں، اور جب وہ دس سال کے ہوجائیں تو انہیں (نماز نہ پڑھنے پر) مارو، اور جب ان کی عمر بارہ سال کی ہو جائے تو ان کے بستر علیحدہ کر دو۔" (ابوداؤد شریف)

اس ارشاد پر، آپ جتنا غور کریں گے، اتنے ہی اس کے فوائد آپ کو معلوم ہوں گے، سات سال کی عمر بچوں کے ہوش و حواس کے پورا ہونے کی ابتدائی عمر ہے، اس عمر سے نماز کی پابندی کرانے کا حکم اس لئے دیا جارہا ہے کہ شروع ہی سے بچے کے ذہن میں یہ بات سما جائے کہ اسے شریعت کی پابندی کرنا ہے دس سال کی عمر سے بچے میں سرکشی، بغاوت اور نافرمانی کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں، جس کی پہلی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ دین کی پابندی سے گریز کرنے لگتا ہے لہٰذا اس عمر میں مارنے کی اجازت دی گئی، تاکہ ایک طرف تو اسے باپ مارہا ہے جو اب تک صرف اس سے اظہار محبت کرتا رہا اور اس کی ہر بات مانتا رہا اور دین کے احکام کی پابندی کا ذریعہ نماز کو بنایا گیا، اس لئے کہ بچوں کو نماز کا عادی بنا دینا، دین کے اکثر احکام پر عمل کا ذریعہ بن جاتا ہے کہ جب بچہ نماز پڑھے گا تو اسے پاک وصاف رہنے کے

Marfat.com

طریقوں، وضو اور غسل کے طریقوں کی بھی تعلیم دی جائے گی، قرآن کریم پڑھنا سکھایا جائے گا جب وہ نماز کے لئے مسجد جائے گا تو لوگوں سے بات کرنے، ملنے جلنے کا بھی ڈھنگ سیکھے گا، نیز اسے ساری زندگی احساس رہے گا کہ میں مسلمان ہوں، اور مسلمان کا قدم کلبوں کی طرف نہیں بلکہ مسجد کی طرف اٹھتا ہے، الغرض نماز دین کا بنیادی اہم رکن ہے جس کی پابندی دین کے بیشتر احکام کی پابندی اور تعلیم کا ذریعہ بن جاتی ہے اسی لئے نماز کی پابندی کرانے کی غرض سے اگر بچے کو مارنا بھی پڑے، تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرنے کی بھی اجازت دے رہے ہیں کہ باپ کا بچے کو مارنا، اس پر ظلم نہیں بلکہ رحمت ہے، کہ باپ کی مار اولاد کی زندگی کو سدھارنے اور سنوارنے کا ذریعہ ہے، امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت لقمان کا ایک مقولہ بیان کیا کہ۔

ضَرْبُ الْوَالِدِ لِلْوَلَدِ كَمَطَرِ السَّمَاءِ لِلزَّرْعِ

"باپ کا بچہ کو مارنا، ایسا ہے جیسا کھیتی کے لئے آسمان کی بارش۔"

جس طرح بارش سے مرجھائی کھیتی، سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اسی طرح بچوں کو باپ کی مار ہمیشہ کے لئے سرسبز و شاداب بنا دیتی اور اس کی زندگی کی کھیتی کو ہرا بھرا کر دیتی ہے۔ غرضیکہ باپ کی ذمہ داریوں کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے، کہ وہ اولاد کو نماز کا پابند بنائے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ ذمہ داری وہی باپ پوری کر سکتا ہے جو خود نماز کا پابند ہو، اور جس کے ذہن میں دنیا سے زیادہ دین کی اہمیت ہو، آج کل ہم مسجدوں میں عمر رسیدہ نمازیوں کی اکثریت دیکھتے ہیں اور جب کسی سے کہتے ہیں کہ آپ اپنے بچوں کو بھی نماز کے لئے لایا کریں تو جواب ملتا ہے کہ بچوں کو اسکول کا کام بہت ہوتا ہے، گویا باپ ہی کے ذہن میں، نماز سے زیادہ اسکول کی اہمیت ہے، تو ایسا باپ درحقیقت خود ہی اولاد کے دین سے دوری کا سبب ہے، اور وہ کبھی اولاد سے سکھ نہیں پا سکتا، اولاد سے چین اور سکھ وہی والدین حاصل کرتے ہیں جو اسے اسلامی

Marfat.com

ادب اسلامی تہذیب سے آشنا کرتے ہیں، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ اَدَّبَ اِبْنَهٗ صَغِیْرًا قُرَّتْ عَیْنُهٗ کَبِیْرًا۔

"جس نے بچہ کو، بچپن میں ادب سکھایا اس کی آنکھ ٹھنڈی کر دی گئی، بچہ کے بڑے ہونے پر۔"

یعنی وہی اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا چین بنتی ہے، جسے والدین ادب سکھاتے ہیں اور جو والدین خود ہی اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتے انہیں بچوں کی نافرمانی اور سرکشی کے شکوے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

باپ کو چاہئے کہ وہ جس طرح، بچوں کی دنیاوی تعلیم کا بہتر سے بہتر انتظام کرنا چاہتا ہے اسی طرح وہ ان کی دینی تعلیم کا بھی انتظام کرے، اور اتنی مذہبی تعلیم دلا دے کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے، زندگی میں شریعت کے جن مسئلوں کو ضرورت پیش آتی ہے یہ بچہ بڑے ہونے کے بعد ان میں غلطی نہ کرے نیز وہ بڑوں، چھوٹوں، اپنوں، غیروں کے حقوق پوری طرح جانے اور پہچانے لیکن جس باپ کی یہ حالت ہو کہ وہ بچے کو ڈاکٹر، انجینئر، وکیل وغیرہ بنانے اور دنیا کی اعلیٰ تعلیم دلانے کے لئے تو سب کچھ کر سکتا ہے، لیکن دین کی تعلیم دلانے کے لئے وہ چند پیسے بھی خرچ کرنا گوارا نہ کرتا ہو اسکول اچھا ہو چاہے فیس کتنی ہی ہو، کسی نہ کسی طرح فیس کی ادائیگی کا انتظام کر ہی لیا جائے گا، لیکن مدرسے کے لئے دس بیس روپے بھی خرچ کرنا بار ہوں، بلکہ گھر مفت تعلیم کا انتظام ہو تب بھی بچے کو پابندی سے مدرسے نہ بھیجا جا سکے، تو ایسے والدین کو یقین کر لینا چاہئے کہ ان کا بچہ ان کی آرزو کے مطابق شاید دنیا کی اعلیٰ تعلیم تو حاصل کرے گا، لیکن وہ انہیں بڑھاپے میں برداشت نہ کر سکے گا وہ دنیا کے علم سے دنیا کمانے میں لگے گا، اس کے پاس والدین کی خدمت کے لئے نہ وقت ہوگا نہ اس کا اسے احساس ہوگا، ماں باپ کا جنازہ بھی دوسرے ہی پڑھیں گے، صاحبزادہ دور کھڑے دیکھ رہے ہوں گے، یہ فرضی باتیں نہیں یہ ہوتا ہے ہماری آنکھوں نے دیکھا ہے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ماں، باپ کا جنازہ بیٹا خود پڑھاتا ہے، کہ

Marfat.com

یہی شرعی حکم ہے لیکن افسوس کہ آج اکثر والدین اس خوش نصیبی سے محروم ہیں اور یہ قصور ان کا اپنا ہی ہے آج گھر میں فاتحہ تک نہیں ہو پاتی، جب تک کہ مسجد کے امام صاحب ہاتھ نہ لگیں، اس کے باوجود آپ کہتے ہیں کہ یہ ترقی اور علم کا دور ہے نہیں حقیقتاً یہ جہالت کا بدترین دور ہے اسی جہالت سے بچانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ تاکید کیا کرتے تھے کہ لوگو!

اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ وَعَلِّمُوْهُمْ۔

"اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرو اور انہیں علم سکھاؤ۔"

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس نصیحت پر عمل کر کے والدین اپنی ذمہ داری پوری کرتے، تو علماء سے یہ کہنے کی ضرورت نہ پڑتی کہ لوگوں کو وضو کے، تیمم اور غسل کے مسائل بتایئے، نماز کے فرائض اور سنتیں بیان کیجئے، ہمیں خیال ہوتا ہے کہ یہ لوگ نو مسلم تو نہیں، جنہیں علماء شریعت کے ابتدائی مسائل بتائیں، ہم نے تو کتابیں پڑھنے سے پہلے یہ سب مسئلے سیکھ لئے تھے، یہ سب باتیں، ہمیں، ہمارے ماں باپ نے بچپن ہی میں ہمیں سکھا دی تھیں، آج والدین اولاد کو کیا دیتے ہیں اولاد کے لئے تو ان کا سب سے بڑا تحفہ دین کی تعلیم ہے اور جب انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری نہ کی تو پھر اولاد کی نافرمانی سرکشی اور آوارگی کا کیوں شکوہ کرتے ہیں یہ گلی کوچوں میں پھرنے والے بچے، یہ بدکاریوں میں مبتلا نوجوان، چلتا پھرتا ثبوت ہیں والدین کی لاپرواہی کا غرضیکہ ادب کی تعلیم ہی اولاد کو بادب بناتی ہے۔

نکاح کرنا، والدین کی تیسری اور آخری ذمہ داری یہ ہے کہ لڑکی یا لڑکا جونہی بالغ ہو، تو ان کے نکاح کی فکر کریں، اور جس قدر جلد ممکن ہو اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں تاکہ نوجوان بچوں کو کسی قسم کی برائی میں مبتلا ہونے کا موقع ہاتھ نہ آنے پائے، اگر وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو گئے، تو یہ بھی والدین کی لاپرواہی کا نتیجہ قرار پائے گا اور وہ بھی گناہ گار ہوں گے اسی لئے اسلام نے عمل نکاح کو بہت ہی آسان رکھا ہے، کہ نہ عمر کی قید رکھی اور نہ ہی جہیز اور لین دین کو لازمی قرار دیا، حتیٰ کہ مہر

Marfat.com

بھی، شوہر کی استطاعت کے مطابق مقرر کرنے کا حکم دیا گیا، موجودہ رسم و رواج جنہوں نے اس آسان عمل کو نہایت ہی دشوار اور ایک بڑا بار بنا دیا ہے ہمارے اپنے پیدا کردہ ہیں شریعت مطہرہ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ان رسوم کا جو اثر والدین اور معاشرے پر ہو رہا ہے وہ سب ہی جانتے اور مانتے ہیں۔

بچہ جب بالغ ہو جائے، تو اس کے لئے جوڑا، تلاش کرنا اور شادی کے ضروری انتظامات کرنا والدین کی ذمہ داری ہے، مغربی تہذیب اور اس پر فریفتہ افراد قابل نفرت ہیں جو اپنی لڑکیوں کو بنا سجا کر کلبوں میں بھیجتے اور گلیوں میں پھراتے ہیں کہ وہ خود اپنے لئے لڑکا تلاش کریں اور اپنے لڑکوں سے کہتے ہیں کہ لڑکیوں سے دوستی کرو، اور جو پسند ہو، اس کو بیوی بنالو، یہ تہذیب نہ صرف کسی ایک خاندان کی بربادی کا ذریعہ ہے بلکہ مسلمانوں کے پورے معاشرے کو تباہ کر دیتی ہے اسلام بچوں کی شادی کرنا والدین کی ذمہ داری قرار دیتا ہے کہ وہ بچوں کے لئے اپنے خاندانی معیار اور اپنی تہذیب کے مطابق جوڑا تلاش کریں نیز اسلام تاکید کرتا ہے کہ لڑکے یا لڑکی کی شادی کو نام و نمود یا دولت حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے، بلکہ مذہب کی حفاظت اور ان بچوں سے جاری ہونے والی نسل میں اسلام کی بقاء کا خیال رکھا جائے والدین جب لڑکے کے لئے لڑکی تلاش کریں تو خاندان، حسن و جمال اور دولت سے زیادہ وہ لڑکی کی دینداری دیکھیں، کہ اس لڑکی کو کچھ ہی عرصہ بعد ماں بننا ہے اگر وہ بے دین ہوگی تو اس کی اولاد بھی بے دین ہی رہے گی اور اس طرح یہ نسل تباہ ہو جائے گی اسی طرح جب لڑکی کے لئے لڑکا تلاش کیا جائے تو اس کی دینی تعلیم مذہب سے لگاؤ اور اس کی پابندی، کا اندازہ لگایا جائے نیز اس کے اچھے اخلاق و عادات پر نظر رکھی جائے چاہے وہ لڑکی سے تعلیم، دولت وغیرہ میں کم ہی کیوں نہ ہو، کہ ایسا ہی لڑکا کامیاب شوہر بن سکتا ہے لڑکی کو سکون و آرام کی زندگی دے سکتا ہے اور شریعت کے مطابق بیوی کے حقوق ادا کر سکتا ہے۔

اسلام یہ بھی چاہتا ہے کہ والدین بچوں کی شادی میں اتنی تاخیر نہ کریں کہ وہ اپنی

Marfat.com

جنسی تسکین کے لئے بد کاریوں اور برائیوں میں مبتلا ہو جائیں، یا جو کام والدین کا ہے اس کو مجبوراً وہ خود کرلیں، اور پھر ماں باپ روئیں کہ بیٹی یا بیٹے نے ان کی مرضی کے خلاف اپنا گھر بسالیا جیسا کہ اکثر غیر مسلم ممالک میں آباد، مسلمانوں کے ساتھ ہوتا رہتا ہے بلکہ زیادہ یہ ہوتا ہے کہ لڑکا کسی غیر مسلم لڑکی کو، اور لڑکی کسی غیر مسلم لڑکے کو پسند کر لیتے ہیں، اور والدین کی عزت و آبرو پامال کر دیتے ہیں، نیز یہ رشتہ اکثر ناکام ہی رہتا ہے اور بے شمار خرابیوں کو جنم دیتا ہے پس غیر مسلم تہذیب سے اولاد کو بچانے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان جلد از جلد اپنے بچوں کے لئے جوڑے تلاش کریں شادی میں تاخیر کی وجہ لڑکی کی تعلیم مکمل ہو جانے کا انتظار یا لڑکے کے خود کفیل ہو جانے کا انتظار کرنا لایعنی اور خود اپنے لئے الجھنیں اور پریشانیاں پیدا کرنا ہے کہ رزق دینے والا اللہ ہے جو جوڑا بننے کے بعد حسب ضرورت رزق کا دروازہ کھول دیتا ہے اور اس کے حصول کے اسباب پیدا فرما دیتا ہے۔ نبی مکرم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "اولاد مرد کے مقدر سے اور دولت عورت کے مقدر سے وابستہ ہے" پس جب دونوں کا جوڑا بنے گا تو جس کے مقدر میں جو ہے وہ ضرور حاصل ہو گا۔

اسلام یہ بھی چاہتا ہے کہ شادی کی ذمہ داری نہایت سادگی سے پوری کی جائے کہ شادی نام و نمود کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک بڑی ذمہ داری پوری کرنا ہے قرض، ادھار کر کے لڑکی کے جہیز کا انتظام کرنا یا لڑکے کے ولیمہ پر صرف دکھاوے کے لئے ہزاروں لوگوں کو مدعو کرنا خلاف شرع بھی ہے اور حماقت بھی اسی طرح لڑکی والوں سے جہیز طلب کرنا یا اس کی امید بھی کرنا نہایت رکیک حرکت ہے، اس سے زیادہ ذلیل حرکت یہ کہ جو لڑکی جہیز ساتھ نہ لائے اس پر ہر وقت طعنہ زنی کی جاتی رہے، اپنی حسب حیثیت اس خوشی کے موقع پر والدین اپنی مرضی سے جو کچھ کر سکتے ہیں وہ کریں شریعت مطہرہ نے شادی کو نہایت سادہ مذہبی عمل قرار دیا ہے لیکن جاہلانہ رسم و رواج نے اس کو پورے معاشرے پر ایسا بوجھ بنا دیا ہے کہ کثیر اخراجات کی سکت نہ رکھنے والے یا تو اپنے بچوں کی یہ ذمہ داری پوری ہی نہیں کر پاتے اور یا ایک ہی بچے

Marfat.com

کی شادی کر کے دونوں کے لئے تباہ حال ہو جاتے ہیں۔

غرضیکہ جو والدین شریعت کے مطابق اپنی اولاد کی شادی کر کے اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہیں اور اچھی بہو یا اچھا داماد حاصل کر لیتے ہیں وہ بڑے ہی خوش نصیب ہیں ان کی اولاد، ان کے لئے ہمیشہ سکون کا ذریعہ ہوتی ہے اور ان کے کام آتی ہے بڑھاپے میں ان کی خدمت کی ذمہ داری پوری کرتی ہے۔

بیٹا یا بیٹی

اولاد کی اگر صحیح تربیت کی جائے تو چاہے وہ بیٹا ہو یا بیٹی، اللہ کی نعمت ہے، آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور ہے اور اگر تربیت میں کمی رہ جائے تو اللہ کا عذاب ہے، باعث ننگ و عار ہے، عزت و آبرو کے لئے خطرہ ہے نہ جانے کیوں انسان بیٹوں کی آرزو کرتا ہے، لیکن مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ بیٹوں کی پیدائش پر تو خوش ہے اور بیٹی کی پیدائش اس کے لئے رنج و غم کا باعث بنے یہ تو کافروں کا طریقہ ہے جیسا کہ قرآن کریم بتاتا ہے۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

"اور جب اطلاع دی جاتی ہے ان (کافروں) میں سے کسی کو بیٹی (پیدا ہونے) کی، تو (غم سے) اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ (رنج واندوہ سے) پھر جاتا ہے۔ چھپتا پھرتا ہے لوگوں (کی نظروں) سے اس بری خبر کے باعث جو اسے دی گئی ہے، (اب یہ سوچتا ہے کہ) کیا وہ اس بچی کو اپنے پاس رکھے، ذلت کے ساتھ، یا اسے مٹی میں گاڑ دے۔ آہ وہ فیصلہ کتنا برا ہے جو وہ کرتے ہیں۔"

Marfat.com

(پ۱۴، النحل، ۵۸،۵۹)

یہ کفار کی عادت تھی کہ جب بیٹی کی پیدائش کی انہیں خبر ملتی، تو گھر میں صف ماتم بچھ جاتی، اور باپ کا چہرہ غم واندوہ سے سیاہ ہو جاتا تھا وہ بیٹی کی پیدائش کو باعث ننگ و عار سمجھتا تھا، اور شرمندگی کے سبب لوگوں سے چھپتا پھرتا تھا، اور سوچنے لگتا تھا کہ اس لڑکی کی پرورش کروں یا زندہ درگور کر دوں، عرب کے مشہور قبائل مضر، خزاعہ، اور بنو تمیم، تو لڑکیوں کو زندہ دفن ہی کر دیتے تھے، ان کا یہ دستور تھا کہ جب بچی چھ سال کی ہو جاتی تو اس کے لئے جنگل میں ایک گہرا، گڑھا کھودا جاتا بچی کو بنا سنوار کر وہاں لے جاتے اور دھوکے سے اس کو گڑھے میں دھکا دے کر دفن کر دیتے تھے۔

لیکن اسلام دین رحمت ہے، جو ہر مخلوق سے محبت اور اس پر رحم کی تعلیم دیتا ہے صنف نازک جو نسل انسانی کی بقاء کا ذریعہ ہے اسلام کی رحمت سے کس طرح محروم ہو سکتی ہے، دنیا نے عورت کو یا تو عیش و عشرت کا ذریعہ بنایا، یا اسے زندہ درگور کیا لیکن اسلام نے اسے بلند مرتبہ عطا فرمایا اور مردوں کی طرح اس کے وجود کو بھی معزز محترم قرار دیا، داعی اسلام نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جو خود چار بیٹیوں کے باپ ہیں ارشاد فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لَہٗ بِنْتٌ فَاَدَّبَہَا فَاَحْسَنَ اَدَبَہَا وَعَلَّمَہَا فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمَہَا وَاَسْبَغَ عَلَیْہَا مِنْ نِعَمِ اللّٰہِ الَّتِیْ اَسْبَغَ عَلَیْہِ کَانَتْ لَہٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ۔

"حضور علیہ السلام نے فرمایا جس کی ایک بچی ہوئی اس نے اس کو خوب اچھی تربیت کی اور خوب اچھی تعلیم دی، اور اللہ کی دی نعمتوں کو اس پر خوب خرچ کیا، تو وہ بچی اس کے لئے جہنم کی آگ سے پردہ بنے گی۔"

(ترمذی شریف)

یہ ہے اللہ کی نعمت، جو ذخیرۂ آخرت بنتی ہے ماں باپ کے لئے، جہنم کی آگ سے نجات کا ذریعہ بنتی ہے، کیا اس کی پیدائش پر غم کرنا چاہئے حق تو یہ ہے کہ بیٹے کی

Marfat.com

پیدائش سے زیادہ بیٹی کی پیدائش پر خوش ہونا چاہئے کہ صرف اولاد ہی نہیں آئی بلکہ وہ نعمت ہاتھ لگی جو جہنم کی آگ سے آزادی کا مژدہ ہے اسی مضمون کی ایک حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں، اس نے مجھ سے کچھ کھانے کے لئے مانگا، اس وقت میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا پس میں نے وہی اس کو دیدی، اس نے وہ کھجور دونوں بیٹیوں کو کھلا دی اور خود نہ کھائی جب حضور علیہ السلام تشریف لائے تو میں نے آپ کو اس عورت کی بیٹیوں سے محبت بتائی آپ نے فرمایا۔

مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ۔

"جوان لڑکیوں کے ذریعہ آزمایا گیا اور وہ ان کے ساتھ نیکی کرے، تو وہ اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔" (بخاری شریف)

حق فرمایا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی بیٹیاں ایک آزمائش ہوتی ہیں کہ والدین کو بیٹوں سے بڑا سہارا ہوتا ہے ان سے وہ بڑی امیدیں وابستہ کئے ہوتے ہیں ان کو وہ اپنے ہی لئے پالتے ہیں لیکن بیٹیاں تو ماں، باپ کے پاس کسی دوسرے کی امانت ہوتی ہیں، ان کو وہ کسی کے سپرد کرنے کے لئے پالتے ہیں گویا بیٹوں کی پرورش میں لالچ ہے، اور بیٹیوں کی پرورش بے غرض، بے طمع ہے پس جو کام بغیر غرض اور لالچ کے کیا جائے وہی زیادہ باعث ثواب ہے لہٰذا بیٹیوں کی پرورش کا صلہ جہنم کی آزادی ہے، مزید ملاحظہ ہوں آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو دو بیٹیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائیں تو وہ

Marfat.com

قیامت کے دن حاضر ہوگا، کہ وہ اور میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی دو انگلیاں ملائیں۔" (مسلم شریف)

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ اُنْثٰی فَلَمْ یَأْدُھَا وَلَمْ یُھِنْھَا وَلَمْ یُؤْثِرْ وَلَدَہٗ عَلَیْھَا یَعْنِی الذُّکُوْرَ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس کی بیٹی ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے اور نہ اسے حقیر جانے اور نہ اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح دے تو اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔" (ابو داؤد شریف)

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَکُوْنُ لِاَحَدِکُمْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ اَوْ ثَلَاثُ اَخَوَاتٍ فَیُحْسِنَ اِلَیْھِنَّ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، جس نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں کو پالا، اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو اس کے لئے جنت ہے۔" (ترمذی شریف)

ان ارشادات پر غور کرنے کے بعد فیصلہ کیجئے کہ کیا کوئی وجہ ہے بیٹی کی پیدائش پر غمزدہ ہونے کی، ہرگز نہیں، اولاد چاہے نرینہ ہو یا مؤنث سب اللہ کی نعمت اور اس کی امانت ہے والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کی اس امانت کی نگہداشت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق کریں، تاکہ اگر بیٹا ہے تو ان کے کام آئے اور اگر بیٹی ہے تو وقت آنے پر وہ ایک کامیاب بیوی بنے، اپنے شوہر کا حق پہچانے اور اسے ادا کرے اور ایک اچھی ماں بنے اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرے اور اس کو بہترین انسان بنائے، کیا بیٹی سے یہ کم فائدہ ہے کہ دوسرے خاندان میں پہنچ کر اپنی خوبیوں سے اپنے ماں باپ کا نام روشن کرے، اور ان کی عزت کا

Marfat.com

سبب بنے، بیٹی اگر کسی گھر میں محبت والفت کے چراغ روشن کرتی ہے تو یہ والدین ہی کی نیک نامی کا باعث ہوتا ہے کہ ان کی حسن تربیت ہی نے تو اسے اس قابل بنایا پس بیٹی کی پیدائش پر افسردہ ہونے کے بجائے اس کی تعلیم و تربیت پر والدین کو زیادہ توجہ دینا چاہئے۔

محبت و شفقت

محبت و شفقت، اولاد کے ساتھ اچھے برتاؤ کا، اہم ترین ذریعہ ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو انسان ہی نہیں بلکہ ہر جاندار کی فطرت میں ودیعت کیا ہے کہ ہم جانوروں کو بھی دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں سے کس قدر محبت کرتے اور ان سے کتنا پیار رکھتے ہیں انسان تو اشرف المخلوقات ہے وہ رحیم، اللہ کا بندہ اور ہر ہر قدم پر رحم کا محتاج ہے اس کا دل رحم و محبت سے کس طرح عاری ہو سکتا ہے اللہ اسی پر رحم کی بارش کرتا ہے جس کا دل دوسروں کے لئے رحم و محبت سے بھرا ہو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں رب نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ارشاد فرماتے ہیں۔

عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسَ۔

"حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ، اس پر رحم نہیں فرماتا، جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔" (بخاری شریف)

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ۔

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم علیہ السلام نے فرمایا رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم فرماتا ہے لہٰذا تم

Marfat.com

زمین والوں پر رحم کرو کہ آسمان والا تم پر رحم فرمائے۔"
(ترمذی شریف)

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَیَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور نیک کاموں کا حکم نہ دے، اور برے کاموں سے نہ روکے۔" (ترمذی شریف)

رحم کے اظہار کی ابتداء محبت و شفقت سے ہوتی ہے، کہ جب آپ کسی پر رحم کرتے ہیں تو اس کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش، آتے ہیں جس کا باعث یا تو آپ کے محبوب کا حسن و جمال ہوتا ہے، یا اس کی کمزوری، بچہ چاہے کیسا ہی ہو حسین بھی ہوتا ہے اور کمزور بھی، وہ سب سے زیادہ سہارے کا محتاج اور متلاشی ہوتا ہے اسی لئے جب اسے کوئی تکلیف ہوتی ہے یا اسے کوئی ڈراتا، دھمکاتا ہے، تو وہ کسی بڑے کی طرف روتا ہوا دوڑتا ہے، اور پناہ لیتا ہے پس وہ سب سے زیادہ مستحق ہے رحم کا محبت و شفقت کا اسی لئے ہر دل جس میں محبت و شفقت کا مادہ ہوتا ہے بچوں کی طرف مائل ہوتا ہے جیسا کہ

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُقَبِّلُوْنَ الصِّبْیَانَ فَمَا نُقَبِّلُہُمْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَامْلِکُ لَکَ اِنْ نَزَعَ اللّٰہُ مِنْ قَلْبِکَ الرَّحْمَۃَ۔

"ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، کہ حضور علیہ السلام کے دربار میں ایک دیہاتی حاضر ہوا (اس وقت آپ کسی بچہ کو بوسہ دے رہے تھے) پس اس نے کہا آپ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں، ہم تو انہیں بوسہ نہیں دیتے حضور علیہ السلام نے فرمایا میں کیا کروں،

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے شفقت نکال دی ہے۔"

(بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب فصل کا کوئی پھل پکتا، تو یہ نیا پھل لوگ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتے تھے (حصول برکت کے لئے) آپ اس پر دعا فرماتے، اور اس وقت جو بچے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، ان میں سب سے چھوٹے کو پہلے کھلاتے تھے، (گویا بچوں کو کوئی چیز کھلانا، یا دینا، برکت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے)

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی مکرم علیہ السلام نماز پڑھا رہے تھے، آپ نے سجدہ کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ، آپ کی گردن پر آ بیٹھے آپ نے سجدہ لمبا کر دیا یہاں تک کہ وہ گردن سے اتر گئے، لوگ متحیر ہوئے کہ اتنا طویل سجدہ کیوں کیا گیا نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا کوئی خاص بات نہیں میرا بیٹا حسین، میری گردن پر سوار ہو گیا تھا، پس میں نے سجدہ طویل کر دیا، تاکہ اس کی خوشی پوری ہو جائے (نماز میں بچے کے سامنے آجانے سے یا گردن پر بیٹھ جانے سے نماز میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام حضرت حسن کو پیار کر رہے تھے اس وقت اقرع بن حابس آپ کی خدمت میں حاضر تھے وہ بولے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے کبھی کسی کو پیار نہ کیا آپ نے ان کی طرف نظر اٹھا کر حیرت سے دیکھا اور فرمایا "من لا یرحم لا یرحم" جو رحم نہیں کرتا۔ اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک (تابعی ہیں) کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے اپنے بچے کی شکایت کی، اور اس کی طرف سے سخت رنج و ملال کا اظہار کیا آپ نے فرمایا کیا تم نے بچے کے لئے بد دعا کر دی، عرض کیا جی ہاں، فرمایا تم نے خود ہی اپنے بچے کو برباد کر دیا (کہ باپ کی بد دعا ضرور قبول ہوتی ہے) بچوں کے ساتھ نرمی

Marfat.com

اختیار کرنا چاہئے۔

شاید ہی کوئی، ماں باپ ایسے ہوں، جن کے دل میں اولاد کی محبت اور ان پر مہربانی کا جذبہ نہ ہو لیکن یہ ضرور ہوتا ہے کہ یا تو والدین، محبت کے تقاضے پورے نہیں کرتے، اور محبت کا غلط طریقہ اختیار کرتے ہیں، محبت کے تقاضے پورے نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ والدین کو بچوں سے محبت کی بناء پر جو طرز عمل اختیار کرنا چاہئے وہ اس میں لاپرواہی کرتے ہیں مثلاً، بچوں کو زیادہ سے زیادہ وقت دینا، خود ان کی خدمت کرنا، اور محبت کا غلط طریقہ اختیار کرنا یہ ہے کہ بچوں کی ہر ضد پوری کرنا، مثلاً جو چیز وہ مانگیں وہ دیدی جائے چاہے اس سے ان کو نقصان ہی کیوں نہ ہو جو حرکت وہ کریں کرنے دی جائے چاہے وہ ان کے اخلاق وعادات کو بگاڑ ہی کیوں نہ دے، پس محبت وشفقت بچوں کا حق ہے لیکن اس میں اعتدال ہونا چاہئے کہ نہ تو بچوں کی حق تلفی ہو اور نہ ان کے لئے مضر اور نقصان دہ ہو، یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے بچوں پر بے حد محبت وشفقت کی تاکید کے باوجود انہیں مارے کا بھی حکم دیا جبکہ وہ دس سال کے ہونے کے بعد بھی نماز کی پابندی نہ کریں گویا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی کہ بچوں پر ضرور مہربانی کی جائے، لیکن اس طرح کہ ان کی تربیت میں کمی نہ آنے پائے حتیٰ کہ اگر تربیت کے لئے مارنا بھی پڑے تو مارنا چاہئے۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ ماں کو محتاط ہونا چاہئے، کہ ماں کا دل اولاد کی محبت سے لبریز ہوتا ہے اور وہ اپنی محبت سے مجبور ہو کر بچوں کی غلط ضد پوری کرتی ہے ان کی بری عادتوں کی پردہ پوشی کرتی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ماں بچوں کی غلط روی کا باپ کو پتہ نہیں چلنے دیتی تاکہ وہ باپ کی سختی اور سزا سے بچے رہیں ماں کی محبت کا یہ انداز اولاد کے لئے زہر قاتل کے مترادف ہے ایسی ماں اولاد کی محبت کا حق ادا نہیں کرتی بلکہ اسے تباہی کے گڑھے میں دھکیلتی ہے کہ غلطیوں پر بچوں کو فوری تنبیہ اور سزا ہی ان کے ساتھ درحقیقت "اچھا برتاؤ" اور ان کی محبت کا حق ہے۔

Marfat.com

اولاد پر خرچ کرنا

اولاد پر دولت خرچ کرنا یعنی ان کی ضروریات پوری کرنا بھی والدین کی ذمہ داری ہے اس طرح کہ ماں، باپ اپنی استطاعت کے مطابق بچوں پر فراخی کریں ان کو رہائش کے لئے اچھا مکان مہیا کریں پہننے کے لئے اچھے لباس اور کھانے کے لئے اچھی غذا کا انتظام کریں، تعلیم کے اخراجات پورے کریں کہ اس عمل سے بھی اولاد کے دل میں والدین کے لئے محبت پیدا ہوتی ہے ان کی نظروں میں، ماں باپ کا احترام پیدا ہوتا ہے جس سے وہ والدین کی فرمانبرداری پر اخلاقاً مجبور ہو جاتے ہیں جو والدین استطاعت ہوتے ہوئے بھی بچوں پر تنگی کرتے ہیں ان کے بچے جوان ہوتے ہی ان کی موت کا انتظار کرنے لگتے ہیں تاکہ دولت ہاتھ آئے اور اس کو اپنی مرضی سے خرچ کر سکیں اس سلسلے میں نبی مکرم علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَۃً عَلٰی اَھْلِہٖ وَھُوَ یَحْتَسِبُھَا کَانَتْ لَہٗ صَدَقَۃً۔

"حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب مسلمان اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور اجر کی امید رکھتا ہے تو یہ خرچ اس کے لئے صدقہ کی طرح ہو جاتا ہے۔"

(بخاری شریف)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ جُھْدُ الْمُقِلِ وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا، یارسول اللہ، کونسا صدقہ افضل ہے فرمایا، غریب کا محنت کی کمائی سے صدقہ کرنا اور صدقہ شروع کرو اس سے جس کی تمہارے ذمہ کفالت ہو"

(ابو داؤد شریف)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَحَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الصَّدَقَۃِ مَا کَانَ عَنْ ظَھْرِ غِنًی وَّابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔

Marfat.com

"حضرت ابوہریرہ اور حضرت حکیم بن حزم رضی اللہ عنہم کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے جو بے نیازی کے ساتھ کیا جائے اور صدقہ کی ابتداء ان سے کرو جو تمہاری کفالت میں ہوں۔" (بخاری شریف)

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اہل و عیال پر اخراجات کو افضل و بہترین صدقہ قرار دے رہے ہی یعنی اس مد میں جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے اس پر اجر و ثواب بھی محفوظ ہوتا ہے اور دنیا میں بھی وہ برکات نصیب ہوتی ہیں جن کا صدقہ کرنے والوں سے وعدہ کیا گیا ہے، مثلاً رزق میں برکت ہونا آفات وبلیات کا دور ہونا زندگی کے نشیب و فراز میں سہولت اور آسانی میسر آنا، لہٰذا اولاد پر خوب خرچ کرنا چاہئے اور خوش ہو کر خرچ کرنا چاہئے، لیکن دو باتوں کا خیال ضروری ہے ایک یہ کہ بچہ کے ایسے مطالبہ کو ہرگز پورا نہ کیا جائے جو وہ کسی کی حرص میں کر رہا ہے اور باپ کی استطاعت سے باہر ہے کہ اکثر بچے خاندان یا پڑوسیوں کے یہاں کوئی چیز دیکھ کر اس کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں اور والدین قرض و ادھار سے ان کی خواہش پوری کر دیتے ہیں اس طرح آپ نے بچہ کو تو وقتی طور پر خوش کر دیا لیکن آپ خود زیر بار بھی ہوگئے، اور بچہ کو حرص کی مہلک عادت میں بھی مبتلا کیا جو ساری زندگی اس پر اثر انداز رہے گی، بہتر یہ ہے کہ بچے کو بتایا جائے کہ تمہارے جس دوست یا عزیز کے پاس یہ چیز ہے وہ اس لئے ہے کہ اس کے باپ کی آمدنی تمہارے باپ سے زیادہ ہے، لہٰذا ہم تمہاری اس خواہش کو بالکل پورا نہیں کر سکتے اس طرح آپ بچہ کو قناعت اور آمدنی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا سبق دیں گے، جو اس کے لئے نہایت مفید ہوگا، دوسرے یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ بچوں کے اخراجات کے لئے حرام کی دولت مثلاً سود، رشوت، وغیرہ حاصل نہ کی جائے کہ جس بچہ کے خون میں حرام کی آمیزش ہوگئی اس کے عادات واطوار کبھی اچھے نہیں ہوسکتے امانت، دیانت صداقت جذبہ اطاعت و خدمت

Marfat.com

اور ان جیسی خوبیوں سے وہ محروم ہی رہے گا اور حرام سے پرورش پانے والا ہمیشہ حرام ہی کی دولت حاصل کرنے کی فکر میں لگا رہے گا، اللہ حرام کی دولت سے محفوظ رکھے کہ یہ پوری نسل کو تباہ کر دیتی ہے نیز حرام کی دولت کما کر، اولاد کو عیش کرانے والے اولاد ہی کی نظروں، حقیر و خوار ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ

بلاشبہ والدین کا اولاد پر بہت حق ہے جس کا ادا کرنا، اولاد، کی دنیاوی اور اخروی فلاح و بہبود کا ذریعہ ہے لیکن والدین پر بھی اولاد کے کچھ حقوق ہیں جن کو ادا کر کے ہی والدین، اولاد سے اپنے حقوق حاصل کر سکتے ہیں، والدین چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد ان کا نام روشن کرے ان کی عزت و شہرت کا ذریعہ بنے تو ضروری ہے کہ بچے کی پیدائش کے روز اول ہی سے ماں، باپ اس کی صحیح تربیت کریں جو اپنی اصلاح کے بغیر ممکن نہیں کہ بچہ ماں کے اور باپ کے عمل سے بہ نسبت ان کے قول کے زیادہ متاثر ہوتا ہے، اور وہی طرز زندگی اختیار کرتا ہے جو والدین کا ہوتا ہے والدین چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد، معاشرے کا اچھا حصہ بنے، تو ضروری ہے کہ وہ اولاد کو دینی تعلیم دیں، مذہب سے لگاؤ پیدا کریں کہ کوئی خوبی اور اچھائی مذہبی تعلیم کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی، والدین چاہتے ہیں کہ اولاد ان کی خدمت کرے تو ضروری ہے کہ ماں باپ اپنی اولاد کو ملازمین کے سپرد کر دینے کی بجائے خود ان کی ساری ذمہ داری سنبھالیں خود اپنے ہاتھ پیر سے خدمت کریں اور ان پر وقت صرف کریں دین و دنیا کے دوسرے کاموں کی طرح اولاد کی خدمت کو بھی ایک اہم کام جانیں، والدین چاہتے ہیں کہ بچوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا ہو تو ضروری ہے کہ وہ بچوں کے ساتھ شفقت اور محبت کا برتاؤ کریں تاکہ ان کے دلوں میں والدین کی محبت پیدا ہو، والدین اولاد کے لئے نمونہ ہیں اگر وہ اپنی گھریلو اور معاشرتی زندگی میں اچھائیوں اور خوبیوں سے آراستہ ہیں تو ان کی اولاد بھی انہی اقدار کو اپنائے گی، اور اگر والدین ہی

Marfat.com

بد خلق اور بد اطوار ہیں تو اولاد ان سے بھی زیادہ بری راہ اختیار کرے گی، پس والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے ہر عمل اور اپنی ہر عادت میں محتاط رہیں اور یہ خیال رکھیں کہ کوئی انہیں دیکھ رہا ہے اور شعوری یا غیر شعوری طور پر ان کا اثر قبول کر رہا ہے اور وہ ان کی اولاد ہے اولاد کے ساتھ والدین کا سب سے اچھا برتاؤ یہ ہے کہ وہ اسے حلال رزق مہیا کریں کہ حرام رزق، خون میں سرایت کر کے بد کرداری کے جراثیم پیدا کرتا ہے اور ہمیشہ کے لئے انسان کو بد کردار بنا دیتا ہے ایسے شخص کے لئے گناہ کرنا، جھوٹ بولنا، دوسروں کو ستانا، فریب اور دھوکا کرنا ہوا و حرص میں مبتلا ہو جانا قابل ملامت عمل نہیں رہتے، جبکہ حلال رزق سے پرورش پانے والا شخص اگر کسی برائی میں مبتلا بھی ہو جاتا ہے تو وہ بہت جلد پشیمان اور شرمندہ بھی ہوتا ہے اور برائیوں کے دلدل سے اپنے آپ کو بچا لیتا ہے۔

"اے اللہ ہمیں توفیق عطا فرما کہ تیری عطا کردہ نعمت، اولاد، کی ہم پوری طرح پرورش کر سکیں"

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اقرباء کے ساتھ اچھا برتاؤ"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

قرآن کریم اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں والدین کے بعد "اقرباء" یعنی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، رشتہ داروں میں اولیت گھر والوں یعنی بیوی، بچوں کو حاصل ہے کہ جس طرح ایک شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے ماں باپ پر اپنی بیوی یا اپنے بچوں کو فوقیت دے اسی طرح اس کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ اپنے اہل و عیال پر اپنے بھائی بہن ان کی اولاد یا دوسرے عزیزوں کو فوقیت دے، مثلاً اگر کوئی شخص اپنی دولت بیوی بچوں سے زیادہ دیگر اعزاء پر صرف کرتا ہے یا اپنی فرصت کے اوقات اپنے گھر والوں کی بجائے اپنے خاندان کے گھروں میں گذارتا ہے تو یہ اہل و عیال کی حق تلفی ہے، جو جائز نہیں اسی طرح کوئی شخص اپنی بیوی اور بچوں کی ضروریات، بھائی بہنوں کی اجازت کے بعد پوری کرتا ہے تو یہ بھی حق تلفی ہے بہرحال والدین کے بعد ہر شخص اس کے اہل و عیال کا حق ہے، پھر دوسرے اعزاء اقارب کا۔

آیئے قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھئے، کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عزیزوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا کس طرح حکم فرماتے ہیں۔

صلہ رحمی

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رشتہ داروں کے لئے "ارحام" کا لفظ استعمال فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

Marfat.com

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ۝

اور ڈرو اس اللہ سے جس کے واسطہ سے تم ایک دوسرے سے (اپنے حقوق) طلب کرتے ہو اور (ڈرو) رحموں (کے معاملات) سے بیشک اللہ تم پر، ہر وقت نگراں ہے۔" (پ۴، النساء، ۱)

"ارحام" رحم کی جمع ہے، جس میں پیدائش سے قبل بچہ ماں کے پیٹ میں پرورش پاتا ہے، چونکہ اسی جگہ سے انسان کے تمام تعلقات اور قرابت داری شروع ہوتی ہے لہٰذا ان تعلقات اور قرابت داری کو باقی رکھنے اور ملانے کو "صلہ رحمی" کہا جاتا ہے اور ان کے منقطع اور ختم کر دینے کو "قطع رحمی" کہا جاتا ہے قطع رحمی، مبغوض اللہ کو ناپسند ہے کہ اس سے پورا معاشرہ انتشار و افتراق کا شکار ہو جاتا ہے جبکہ، صلہ رحمی، محبوب اور پسندیدہ ہے کہ یہ معاشرے میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے آیت مبارکہ میں معاملات ارحام، میں اللہ سے ڈرتے رہنے کا مفہوم یہی ہے کہ کسی رشتہ دار کی تم سے حق تلفی نہ ہونے پائے، اور ان سے تعلقات منقطع نہ ہونے پائیں، کہ قطع رحمی، کا انجام نہایت ہی بھیانک ہوتا ہے۔ سنو۔

وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝

"اور جو لوگ اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں اسے پختہ کرنے کے بعد اور کاٹتے ہیں، ان رشتوں کو جن کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ انہیں جوڑا جائے، اور (فتنہ و) فساد برپا کرتے ہیں زمین میں، یہی لوگ ہیں جن پر لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے۔"

(پ۱۳، الرعد ۲۵)

فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰۤی اَبْصَارَهُمْ ۝

Marfat.com

"پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم فساد برپا کرو گے زمین میں، اور قطع کر دو گے اپنی قرابتوں کو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی پھر (حق سننے سے) انہیں بہرا کر دیا، اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔" (پ۲۶، محمد، ۲۲۔ ۲۳)

دونوں آیتوں میں ایک ہی جرم کی سزا بیان کی جا رہی ہے، جرم ہے "قطع رحمی" سزا ہے، "لعنت" جو لوگ رشتے داروں کے حق تلف کرتے، ان سے تعلقات منقطع کر لیتے، ان کی سزا یہ ہے کہ ان پر لعنت برستی رہتی ہے، یعنی ان کی زندگی کا کوئی شعبہ پرسکون نہیں رہتا، بہت بھیانک سزا ہے جو اس بات کی دلیل ہے، کہ قطع رحمی اللہ کے نزدیک معمولی جرم نہیں بہت بڑا جرم ہے، کیونکہ اگرچہ انسان کسی نہ کسی طرح دوسرے انسان سے تعلق رکھتا ہے مثلاً کسی سے تعلق ملازمت یا تجارت کے ذریعہ ہوتا ہے، کسی سے تعلق کا سبب سفر بن جاتا ہے کسی سے تعلق کی بنیاد ایک ہی اسکول یا کالج میں تعلیم حاصل کرنا ہوتی ہے یہ تمام تعلقات انسان خود ہی پیدا کرتا ہے لیکن رحمی رشتے اللہ کے قائم کئے ہوئے ہیں، اللہ کی باندھی ہوئی گرہ کو کھول دینے والا اس کے جوڑے ہوئے رشتوں کو توڑ دینے والا بڑا ہی مجرم ہے، اس پر لعنت ہی ہونا چاہئے وہ اسی سزا کا مستحق ہے اسی لئے اللہ نے قرآن کریم میں متعدد بار، صلہ رحمی، رحمی رشتوں کو جوڑنے اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔

قرآن اور صلہ رحمی

بنی اسرائیل سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا جو عہد لیا گیا، اس میں تیسرے نمبر پر "ذوی القربیٰ" رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر کیا گیا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۙ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی

Marfat.com

"اور یاد کرو جب ہم نے پختہ وعدہ لیا بنی اسرائیل سے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، اور والدین سے اچھا برتاؤ کرنا، نیز رشتہ داروں سے"

(پ۱، البقرہ، ۸۳)

قرآن کریم، اہم نیکیوں کی ایک فہرست دیتا ہے جس میں اللہ کی راہ میں دولت خرچ کرنا بھی شامل ہے یہ دولت جن لوگوں پر خرچ کرنے کو نیکی قرار دیا گیا ان میں سب سے پہلے "ذوی القربیٰ" ہیں

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی

"اور دے اپنا مال، اللہ کی محبت سے، رشتہ داروں کو۔"

(پ۲، البقرہ، ۱۷۷)

ایک اللہ کی عبادت، والدین کے ساتھ حسن سلوک کے بعد "ذوی القربیٰ" کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی

"اور عبادت کرو اللہ کی اور نہ شریک بناؤ اس کے ساتھ کسی کو اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کر نیز رشتہ داروں سے۔"

(پ۵، النساء، ۳۶)

قرآن کریم مال غنیمت کی تقسیم کا طریقہ بیان کرتے ہوئے اللہ، رسول کے بعد ہی رسول کے رشتہ داروں اور پھر یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو اس کا حق دار قرار دیتا ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ

"اور جان لو، کہ جو چیز تم غنیمت میں حاصل کرو، تو اس کا پانچواں

Marfat.com

حصہ اللہ کے لئے ہے اور رسول کے لئے، رشتہ داروں اور یتیموں اور
مسکینوں اور مسافروں کے لئے۔" (پ۱۰، انفال، ۴۱)

عدل و احسان کا حکم دیتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى

بیشک اللہ حکم دیتا ہے کہ ہر معاملہ میں انصاف کرو اور ہر ایک کے ساتھ بھلائی کرو، اور اچھا برتاؤ کرو رشتہ داروں کے ساتھ۔"

(پ۱۴، نحل، ۹۰)

حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتے ہوئے مسکینوں اور مسافروں سے پہلے ذوی القربیٰ کا ذکر فرمایا گیا۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝

"اور دیا کرو رشتہ دار کو، اس کا حق اور مسکین اور مسافر کو بھی اور فضول خرچی نہ کیا کرو۔" (پ۱۵، بنی اسرائیل، ۲۶)

حکم دیا جارہا ہے، کہ کسی سے ناراضگی کی بناء پر یا اس وجہ سے کہ اس نے تمہاری کوئی حق تلفی کی ہے تم اپنے تعاون کا ہاتھ نہ کھینچو، اور اس کی امداد بند نہ کرو، اس موقع پر بھی پہلے رشتہ داروں کا ذکر موجود ہے۔

وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

"اور نہ قسم کھائیں، جو برگزیدہ ہیں تم میں سے، اور خوش حال ہیں اس بات پر کہ وہ نہ دیں گے رشتہ داروں کو اور مسکینوں کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو اور چاہیے کہ (یہ لوگ) معاف کر

Marfat.com

دیں اور در گزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے۔
اور اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔" (پ۱۸، النور، ۲۲)

اچھا برتاؤ کرنے والے خصوصاً مالی تعاون کرنے والے کو بجا طور پر یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ جس کی مدد کر رہا ہے وہ وقت آنے پر اس کی حمایت کرے گا اور کسی بھی طرح اس کی حق تلفی نہیں کرے گا لیکن جب ایسا نہیں ہوتا تو مدد کرنے والا بد دل ہو کر اپنی امداد بند کر دیتا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے ایک خالہ زاد بھائی، مسطح بن اثاثہ کی اعانت فرماتے تھے جب منافقین نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا تو اس غلط الزام کو پھیلانے میں مسطح بھی شامل ہوگئے، حالانکہ انہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس موقع پر ہمدردی کا اور محبت کا اظہار کرنا چاہئے تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کی اس حرکت سے نہایت بد دل ہوئے اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کی برات کے قرآنی اعلان کے بعد آپ نے قسم کھائی کہ اب وہ مسطح کی کوئی مدد نہ کریں گے اللہ نے انہیں برگزیدہ اور خوشحال فرماتے ہوئے حکم دیا کہ تمہارے لئے ہرگز یہ زیب نہیں دیتا اگر معمولی رنجش کے بدلے کسی غریب رشتہ دار کی امداد ہی بند کر دو تمہاری بڑائی اسی میں ہے کہ تم اسے معاف کر دو اس کی حرکت سے در گذر کرو، اور اس کی امداد جاری رکھو، یہی حکم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے قیامت تک آنے والے مومنین کے لئے ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ کسی کی اعانت میں خلوص اور للہیت، ہونی چاہئے، نہ کہ اپنی ذاتی خوشی اور بدلے کی توقع، اجر و ثواب عطا فرمانے والا تو اللہ ہے جیسا کہ اس آیہ کریمہ میں فرمایا جا رہا ہے۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

"پس رشتہ دار کو اس کا حق دو، نیز مسکین اور مسافر کو یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو رضائے الٰہی کے طلبگار ہوں اور وہی لوگ دونوں

Marfat.com

جہانوں میں کامیاب ہوں گے۔" (پ۲۱، للروم، ۳۸)

یہاں بھی سب سے پہلے رشتہ داروں کا ذکر ہے نیز یہ وضاحت ہے کہ یہ عمل صالح انہی لوگوں کے لئے ذریعہ خیر و برکت اور دونوں جہانوں میں کامیابی کا سبب ہوتا ہے، جو رضائے الٰہی کے طلبگار ہوتے ہیں نہ کسی بدلے کی خواہش رکھتے ہیں نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ ہی ریاء اور دکھاوا کرتے ہیں پس اگر کوئی رشتہ دار تمہارے تعاون کا بدلہ نہ بھی دے تب بھی تم اس کی مدد کرتے رہو۔

اور درج ذیل آیہ مبارکہ میں تو رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اپنی انتہا کو پہنچتی ہے، ملاحظہ ہو۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

"(اے محبوب علیہ السلام) آپ فرمایئے میں نہیں مانگتا اس (دعوت حق) پر کوئی معاوضہ، سوائے رشتہ داروں کی محبت کے۔"

(پ۲۵، الشوریٰ، ۲۳)

حضور علیہ السلام نے اشاعت اسلام میں جو تکالیف برداشت کیں جو مصیبتیں جھیلیں، وہ عام ہیں ہر مسلمان جانتا ہے لیکن کبھی کسی تکلیف سے تنگ آکر نہ آپ نے کسی کے لئے بددعا کی اور نہ ہی کسی سے انتقام لیا، کفار اپنے مظالم کے باوجود نبی مکرم علیہ السلام کے حلم اور بردباری کی کیفیت دیکھ کر یہ کہا کرتے تھے، کہ نہ جانے یہ ہم سے کیا لینا چاہتے ہیں جو ہماری سختیوں کے باوجود بھی ہمارے ساتھ نرمی سے پیش آتے اور اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ بتا دیجئے کہ میں اپنی تمام مساعی اور کاوشوں کے بدلے کیا چاہتا ہوں تاکہ ان کی تشویش اور بدگمانیاں ختم ہو جائیں، سنو میں تم سے نہ دولت کا خواہاں ہوں نہ بادشاہت اور حکومت و سلطنت کا میں جو چاہتا ہوں اس میں تمہاری ہی بھلائی ہے دیکھو تمہارا باہمی جنگ و جدال ایک دوسرے کو قتل کرنا، انسان کی بے حرمتی، ذاتی اغراض کے لئے دوسروں کی حق تلفی کرنا، اللہ کی زمین پر فتنہ و فساد اور بدامنی پھیلانا،

Marfat.com

اللہ کے بندوں کو خوف و ہراس میں مبتلا کرنا، ان کے جان و مال اور ان کی عزت و آبرو کیلئے طرح طرح کے خطرات پیدا کرنا ان کی راہوں پر بدیوں اور برائیوں کے کانٹے بچھانا مجھ پر بہت شاق ہے کہ تمہارے یہ اطوار دنیا میں تمہاری ذلت و خواری کا سبب ہیں اور آخرت میں انہی کی وجہ سے تم جہنم کا ایندھن بنو گے، میری مشقتوں کا منشاء و مقصد صرف تمہیں دنیا میں باعزت انسان بنانا، اور آخرت میں جہنم کی آگ سے آزاد کرانا ہے، جس کے لئے میں تم سے صرف اور صرف "مودۃ فی القربیٰ" رشتہ داروں سے محبت چاہتا ہوں کہ ہر خاندان اور ہر قبیلے کے لوگ آپس میں محبت کرنے لگیں جب وہ قرابت کی بنیاد پر محبت و الفت کے عادی ہو جائیں گی تو پھر پوری انسانیت محبت کی مہک سے معطر ہو جائے گی۔ اور زمین سے خود بخود فتنہ و فساد مٹ جائے گا نہ کوئی کسی پر ظلم کرے گا نہ کوئی کسی کی حق تلفی کرے گا درندگی کا خاتمہ ہو جائے گا ہر طرف رحم و محبت کے حسین مناظر نظر آنے لگیں گے، گویا "مودۃ فی القربیٰ" ہی پوری انسانیت کو مودۃ و محبت کے زیور سے آراستہ کرنے کا ذریعہ ہے جس کو نبی مکرم علیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق اپنے بیشمار احسانات کا اجر و بدلہ قرار دیا۔

قرآن کریم کے ارشادات سے واضح ہو گیا کہ اقرباء کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، نہایت اہم ہے اسی سے پورا معاشرہ پرامن اور پرسکون ہوتا ہے، نیز یہ رشتہ داروں پر احسان نہیں بلکہ ان کا حق ہے کہ خوشحال لوگ اپنے اقارب کی بدحالی دور کرنے میں ان کی مدد کریں، صرف اس صورت میں نہیں کہ دولت زیادہ ہو تو دور کر دی جائے، بلکہ حسن سلوک کا کمال یہ ہے کہ اپنی ضروریات کو کم کر کے اعزاء کی امداد کی جائے اور اس عمل کا مقصد نہ کوئی لالچ ہو نہ بدلہ بلکہ صرف اللہ کی رضا ہو، قرآنی آیات کے بعد آیئے دیکھیں صاحب قرآن علیہ السلام اس عنوان کی کس طرح مزید وضاحت و تاکید فرماتے ہیں۔

Marfat.com

احادیث اور صلہ رحمی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ وَیُنْسَاَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ۔

جو چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر درازی ہو تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری شریف)

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اعزاء و اقارب سے ملنے جلنے میں خرچہ ہوتا ہے اور وقت ضائع ہوتا ہے کہ کبھی کوئی کسی کے گھر آتا ہے کبھی کسی کے گھر جانا پڑتا ہے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال کو مسترد فرمارہے ہیں اور اس کے برعکس یہ بتا رہے کہ صلہ رحمی، رزق میں برکت اور عمر کی زیادتی کا ذریعہ بنتی ہے مذہبًا تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ ایسے گھروں میں برکت نازل فرماتا ہے جن میں اعزاء و اقرباء کی آمدورفت رہتی ہے اور عقلاً اس طرح کہ آمدورفت کی رونق سے انسان کے بہت سے غم اور تفکرات ختم ہو جاتے ہیں وہ پرسکون ہو کر اپنی روزی کماتا ہے اور اس کی دولت بڑھتی رہتی ہے، نیز اس کی صحت اچھی ہوتی ہے خاندانی جھگڑوں کی الجھن سے جو امراض پیدا ہوتے ہیں ان سے اسے نجات رہتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی ہے مشاہدہ بھی یہی ہے کہ جو لوگ اپنے خاندان میں مل جل کر محبت و الفت کے ساتھ رہتے ہیں ان کو مالی آسودگی بھی حاصل ہوتی ہے اور جسمانی طور پر بھی وہ چاق و چوبند نظر آتے ہیں بہرحال خیال کہیں سے آیا ہو غلط ہے اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حق اور قابل عمل ہے آپ نے ہمیں فراخی رزق اور زیادتی عمر کے لئے ایک بہترین نسخہ عطا فرمایا جو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ہم تک پہنچا، آپ فرماتے ہیں۔

لَا یَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ یُصِیْبُهٗ۔

Marfat.com

"مقدر کو صرف دعا ہی بدل سکتی ہے، عمر کو صرف نیکی ہی بڑھا سکتی ہے، اور آدمی اپنے گناہوں کے سبب رزق سے محروم کر دیا جاتا۔"
(ابن ماجہ)

ہر نیکی عمر میں زیادتی کا سبب بنتی ہے چاہے وہ عبادات کی صورت میں ہو، یا حقوق العباد کی ادائیگی کی صورت میں والدین کے ساتھ اور پھر اقرباء کے ساتھ اچھا برتاؤ حقوق العباد کی ادائیگی کی بہترین صورت ہے، اور بڑی نیکی ہے، لہٰذا اس سے عمر میں ضرور زیادتی ہوتی ہے، اور ہر گناہ بے برکتی اور رزق میں کمی کا باعث ہوتا ہے، جیسا کہ احادیث میں زنا اور دیگر گناہوں کے متعلق بھی ہے کہ ان سے روزی میں کمی ہوتی ہے قطع رحمی، والدین یا اقرباء سے بدسلوکی اور تعلقات منقطع کر لینا گناہ کبیرہ ہے لہٰذا جو لوگ اس کے مرتکب ہوتے ہیں انہیں باوجود محنت و مشقت کے خوشحالی میسر نہیں آ پاتی، نہ ہی انہیں زندگی کے کسی شعبہ میں راحت و سکون نصیب ہوتا ہے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اَلرَّحِمُ شَجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ قَصَلَكِ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ۔

"رحم، رحمان سے مشتق ہے پس اللہ نے فرمایا جس نے تجھے جوڑا، میں نے اسے جوڑ دیا، اور جس نے تجھے توڑا، میں نے اسے توڑ دیا۔"
(مسلم شریف)

رحمان اللہ کا اسم مبارک ہے اور رحم، ماں کی بچہ دانی کو کہا جاتا ہے، کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں انسان سب سے پہلے رحمان کی نوازشات اور انعامات سے نوازا جاتا ہے اور انسان پر خالق رحیم و کریم کا خصوصی کرم ہوتا ہے اور تمام خونی قرابتیں یہیں سے جوڑی جاتی ہیں پس رحمان، ان رشتہ داریوں کی بقا، یعنی وصل رحم کو پسند فرماتا ہے اور اس کا فیصلہ ہے کہ جو صلہ رحمی کرے گا میرا رحم اس پر جاری رہے گا اور جو قطع رحمی کا مرتکب ہوگا، میرا رحم بھی اس سے منقطع ہو جائے گا، حضرت ام

Marfat.com

المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے جس سے اس حدیث شریف کی مزید وضاحت ہوتی ہے، نبی مکرم علیہ السلام نے فرمایا۔

اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَّصَلَنِیْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰهُ۔

"رحم، عرش کے ساتھ لٹکا ہوا کہتا ہے، جو مجھے ملائے اسے اللہ ملائے، اور جو مجھے توڑے اسے اللہ توڑے۔" (مسلم شریف)

یعنی عرش الٰہی سے رحم، فیصلہ رحمان کا اعلان کرتا ہے کہ میرے جوڑے ہوئے رشتوں کو جس نے جوڑا اللہ اسے جوڑے گا، کہ اس پر اللہ کا خصوصی کرم جاری رہے گا اور جس نے میرے جوڑے ہوئے رشتوں کو منقطع کر دیا وہ اللہ کی رحمتوں سے محروم کر دیا جائے گا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لَاتَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلٰی قَوْمٍ فِیْهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ۔

"اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی، جس میں قطع رحمی کرنے والا ہو۔"

(بیہقی)

اللہ اکبر، غور تو فرمایئے، کس قدر تاکید ہے، صلہ رحمی کی کہ ایک قاطع رحم کے سبب پوری قوم اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتی ہے، گناہ کی نحوست بہت ہی بری ہوتی ہے کبھی گھر کے ایک فرد کے گناہوں کے سبب پورا گھر تباہ ہو جاتا ہے اور کبھی قوم کے ایک فرد کے گناہ پوری قوم کو متاثر کرتے ہیں قطع رحم وہ گناہ ہے جس کا پوری قوم پر اثر ہوتا۔

عزیزو! آج ہم انفرادی اور اجتماعی ہر اعتبار سے طرح طرح کی پریشانیوں اور تکالیف کا شکار ہیں جن کا سبب کبھی ہم حکومت کی پالیسیوں کو قرار دیتے ہیں اور کبھی اپنی غلط تدبیروں کو یا کبھی اس کا ذمہ دار اپنے مقدر کو ٹھیرا دیتے ہیں حالانکہ ان میں سے کوئی بھی ہماری الجھنوں کا ذمہ دار نہیں اصل اسباب پر ہم غور نہیں کرتے جن کو

Marfat.com

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، اور وہ ہمارے برے اعمال ہیں یہاں قطع رحم کو رحمت سے محرومی کا سبب قرار دیا گیا، اور فرمایا گیا کہ ایک قاطع رحم کے باعث پوری قوم اللہ کے کرم سے محروم ہو جاتی ہے یہاں تو ایک کی بات ہے جبکہ آج ہم میں شاید اکثریت اس جرم میں مبتلا ہے کتنے لوگ ہیں جو اپنے بھائی، بہنوں وغیرہ کے پوری طرح حقوق ادا کرتے، اور اس رحم کو جوڑتے ہیں، جسے اللہ نے جوڑا، اور جس کے جوڑنے والوں پر اللہ نے رحم فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔

مزید غور فرمایئے کہ قطع رحمی کس قدر محرومی کا باعث بنتی ہے۔

لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ

"حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جنت میں قطع رحمی کرنے والا داخل نہیں ہوگا۔"

(مسلم شریف)

یعنی قطع رحمی کا مجرم صرف دنیا میں ہی اللہ کی رحمت سے محروم نہیں ہوتا بلکہ اس کی آخرت بھی برباد ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے اس جرم کی سزا بھگتے بغیر جنت میں بھی نہ جاسکے گا، کوئی کتنا ہی متقی ہو، لیکن اگر اس کا دامن قطع رحمی سے داغدار ہے تو اس کے دیگر اعمال خیر، اس جرم کی سزا سے نہ بچا سکیں گے۔

صلہ رحمی کی ایک صورت تو بدلہ ہے یعنی کوئی رشتہ دار ہم سے ملتا ہے تو ہم بھی اس سے مل لیتے ہیں، بہن، بہنوئی، ہمارے گھر آتے ہیں تو بطور بدلہ ہم بھی ان کے گھر چلے جاتے ہیں اگر وہ عرصہ دراز تک نہ آئیں تو ہمیں ان کی خیریت تک معلوم کرنے کی فکر نہیں ہوتی، یہی صورت ہمارے دور میں عام طور پر رائج ہے، کسی نے ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو ہم نے بھی اس کا بدلہ اتار دیا، اس صورت میں نہ تو آپ اپنے آپ کو خوش اخلاق، اور اچھا برتاؤ کرنے والا کہہ سکتے ہیں نہ ہی یہ کوئی خوبی کہلائی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس پر اس اجر و ثواب اور رحمت و برکت کی امید کی جاسکتی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے صلہ رحمی کرنے والوں سے وعدہ کیا

Marfat.com

ہے، اس کے حق دار تو آپ اس وقت ہوسکتے ہیں جب صلہ رحمی کی پہل آپ کی طرف سے ہو حتیٰ کہ اگر کوئی آپ کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ بھی کرے یا آپ کے میل جول کے باوجود بھی وہ آپ سے میل جول نہ رکھے، پھر بھی آپ اپنا رویہ نہ بدلیں، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق نبی مکرم علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا۔

"بدلا چکانے والا، صلہ رحمی کرنے والا نہیں، بلکہ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے، تو وہ اسے جوڑے۔"

(بخاری شریف)

واضح ارشاد ہے بدلے میں یا بدلے کی امید پر، صلہ رحمی کرنا کوئی کمال نہیں کمال تو یہ ہے کہ جو تم سے نہیں ملتا، تم اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور ان کے حکم کی تعمیل کے لئے اس سے ملو اور رشتہ جوڑو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی مکرم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے کچھ ایسے رشتہ دار ہیں کہ ان سے رشتہ جوڑتا ہوں تو وہ توڑتے ہیں میں ان کے ساتھ نیکی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں میں ان کے ساتھ حلم و بردباری کا سلوک کرتا ہوں لیکن وہ میرے ساتھ جاہلوں جیسا برتاؤ کرتے ہیں (میں کیا کروں) پس آپ نے فرمایا۔

لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرًا عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذَالِكَ۔

"اگر یہی بات ہے جو تم نے بیان کی تو تم ان کا منہ راکھ سے بھرتے ہو، جب تک ایسا کرتے رہو گے اللہ تمہاری مدد فرماتا رہے گا۔"

(مسلم شریف)

Marfat.com

منشائے ارشاد یہ ہے کہ اگر کوئی نیکی کا بدلہ نیکی سے نہیں دیتا تو پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں نیکی تو اللہ کی رضا کے لئے کی جاتی ہے اور وہ بدلہ دینے والا ہے پس تم کسی کی بدعملی کی وجہ سے اپنا نیک عمل چھوڑ کر اجر سے کیوں محروم ہوتے ہو تم اپنی نیکی جاری رکھو اللہ ہر کسی کے حال کو دیکھتا اور جانتا ہے وہ تمہارا پروردگار رہے گا۔

بڑا بھائی

اعزاء واقارب میں سب سے زیادہ حق بھائیوں اور بہنوں کا ہے۔ "ثم الاقرب فالاقرب" پھر رشتہ داروں میں جو زیادہ قریب ہو، حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے ظاہر ہے رشتہ داروں میں بھائیوں سے زیادہ کون قریب ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ایک ہی رحم سے جنم لیا ہے ان میں بھی سب سے زیادہ حق بڑے بھائی کا ہے جیسا کہ بروایت حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

حَقُّ كَبِيْرِ الْاِخْوَةِ عَلٰى صَغِيْرِهِمْ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ۔

"بڑے بھائی کا اپنے چھوٹے بھائیوں پر ایسا حق ہے جیسا باپ کا اپنے بیٹوں پر۔" (بیہقی)

عام طور پر بھائی آپس میں دوستوں جیسا برتاؤ کرتے ہیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن بڑے اور چھوٹے کا لحاظ ضروری ہے، کہ بڑے بھائی کا رویہ باپ جیسا ہونا چاہئے کہ وہ چھوٹے بھائیوں سے ایسی ہی شفقت و محبت رکھے، جیسے باپ اولاد کے ساتھ رکھتا ہے بڑے بھائی کی ذمہ داری ہے کہ وہ چھوٹے بھائیوں کی ضروریات کا خیال رکھے اور بوقت ضرورت اپنی وسعت کے مطابق ان کا تعاون کرے اور چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائی کے ساتھ ایسے ہی احترام کا رویہ اختیار کرنا چاہئے جیسا باپ کے ساتھ کیا جاتا ہے اٹھنے، بیٹھنے، بات کرنے میں احترام ملحوظ رہنا چاہئے نیز بڑے بھائی کو اگر ان کے کسی تعاون کی ضرورت پیش آئے تو حسب توفیق اس کا تعاون کرنا چاہئے۔

Marfat.com

عام طور پر بھائیوں کی سخت آزمائش کا وہ وقت ہوتا ہے جب ماں، باپ کی چھوڑی ہوئی دولت کا بٹوارہ ہونے لگتا ہے، یہ دولت ایسی ظالم شے ہے کہ اکثر حق تلفی اور باہمی نفرت وعداوت کا باعث یہی بنتی ہے حالانکہ اگر شریعت کو جان لیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے تو اختلاف کا کوئی سبب باقی ہی نہیں رہتا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، مال متروکہ کی تقسیم کا طریقہ واضح طور پر بیان فرما دیا اور ہر ایک کے حصول کا تعین کر دیا ہے، اختلاف جب ہی ہوتا ہے جب شریعت سے انحراف ہو یا بد دیانتی کی کوشش ہو، اگر شریعت کی پابندی کی جائے تو وجہ اختلاف کوئی نہیں، علاوہ ازیں اگر کوئی معاملہ ایسا ہو بھی جس میں اختلاف ہو تو پھر بڑا اپنے بڑے پن اور ذمہ داریوں کا خیال کر کے پوری دیانت اور شفقت کے ساتھ اس معاملہ کو بآسانی طے کر سکتا ہے، اور چھوٹوں کے لئے بڑے کا فیصلہ قابل قبول ہو سکتا ہے اگر ان میں بڑے کے احترام کا جذبہ ہو غرضیکہ شریعت کی پابندی کی جائے حقوق العباد کی پاسداری کی جائے تو باہمی اختلاف سے بچنا کوئی مشکل نہیں نہ کورٹ کی ضرورت، نہ کچہری کی ذلت، الحمد للہ ہماری شریعت اتنی کامل و مکمل اور واضح ہے کہ اس پر عمل آسان بھی ہے اور ہر قسم کے اختلافات کا اس میں حل اور مداوا بھی موجود ہے۔

اقرباء کا تعارف

عزیزوں رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے لئے انہیں جاننا پہچاننا ضروری ہے بیشمار لوگ ایسے ہیں جو اپنے بھائیوں اور بہنوں کے علاوہ کسی عزیز کو پہچانتے ہی نہیں۔ ہم نے تو ایسے لوگ بھی دیکھے، جو اپنے چچا اور پھوپھی کی اولاد تک کو نہیں پہچانتے، اس کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ بہت زمانہ سے خاندان میں قطع رحمی کا جرم چلا آ رہا ہو گا کہ بڑے ہی ایک دوسرے سے نہ ملتے جلتے ہوں گے، تو چھوٹے کیسے ایک دوسرے کو پہچانیں اور یا یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ خاندان کے لوگ دور آباد ہوں گے مثلاً کوئی امریکہ میں، تو اس کا بھائی افریقہ میں ان دونوں

Marfat.com

صورتوں کی ذمہ داری بڑوں پر عائد ہوتی ہے بڑوں کو چاہئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے ملیں جلیں، تاکہ بچوں میں بھی محبت اور تعارف پیدا ہو اور جو لوگ دور دور آباد ہیں انہیں چاہئے کہ صلہ رحمی کو ایک بڑی ذمہ داری جانتے ہوئے کبھی کبھار، ایک جگہ جمع ہونے کی کوشش کریں یا کم از کم بچوں کو بتاتے رہیں کہ کون کہاں ہے اور اس سے کیا رشتہ داری ہوتی ہے جیسا کہ نبی مکرم علیہ السلام حکم فرماتے ہیں اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مُحَبَّةٌ فِي الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ مَنْسَاةٌ فِي الْاَثَرِ۔

"اپنے نسب سیکھو، تاکہ اپنے ارحام سے صلہ رحمی کر سکو، کہ صلہ رحمی سے خاندان والوں میں محبت، مال میں کثرت، اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔" (ترمذی شریف)

عرب میں علم النساب کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی، کہ صرف خاندان ہی کے لوگ اپنے عزیزوں کو نہ پہچانتے تھے بلکہ دوسرے لوگ بھی نام وغیرہ سے خاندان کو پہچان لیتے تھے، اقرباء کے تعارف کا یہ علم، آج تقریباً مفقود ہے اس لئے بڑے بڑے خاندان، کٹتے کٹتے چند افراد پر مشتمل رہ گئے ہیں۔

اقرباء ایک تو وہ ہیں جن سے خونی رشتہ ہے مثلاً ایک باپ اور ایک دادا کی اولاد، دوسرے اقرباء وہ ہیں جن سے اگرچہ خونی رشتہ نہیں لیکن کسی نہ کسی طرح یا کسی نسبت و تعلق سے وہ عزیزوں کی سرفہرست میں شامل کئے جاتے ہیں مثلاً، بہن کی اولاد، بیوی کی طرف سے رشتہ دار، یا اولاد کی سسرال والے، بہرحال اقرباء میں قریبی اور دوری کے رشتہ کا فرق رہے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن کسی سے بھی تعلق منقطع کر لینا اس طرح کہ کچھ عرصہ بعد وہ خاندان میں شمار نہ کئے جائیں جائز نہیں ظاہر ہے خونی رشتہ داروں کے حقوق، دوسروں سے زیادہ ہیں، تاہم رشتہ دار قریبی ہو یا دور کا اس کی پہچان اور اس سے تعارف ہونا چاہئے، تاکہ خاندان کی کٹوتی نہ ہونے پائے۔

Marfat.com

قرابت کی بنیاد

صلہ رحمی کی اہمیت کو سمجھ لینے کے بعد یہ بھی جاننا ضروری ہے، کہ شرعاً رشتہ کی بنیاد کیا ہے پس قرآن و حدیث کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت مطہرہ میں رشتہ کی بنیاد صرف نسب نہیں بلکہ دین ہے جو خونی اور نسبی رشتہ دار بے دین یا بدکردار ہوں، ان سے صلہ رحمی نہیں قطع رحمی واجب ہے، مثلاً اگر کسی کا بھائی غیر مسلم ہے یا مرتد ہے تو اس سے کوئی رشتہ باقی نہ رہا، کہ جس اللہ نے ان رشتوں کو جوڑا ہے اس کا باغی ان رشتوں میں کیسے شامل کیا جاسکتا ہے ایسے لوگوں سے نہ شادی بیاہ جائز ہے نہ ان سے ملنا جلنا جائز حتیٰ کہ وراثت کے حصہ سے بھی وہ محروم رہیں گے، ہاں اگر ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے ان کے مسلمان ہو جانے کی توقع ہو تو تبلیغ دین کی نیت سے نہایت احتیاط کے ساتھ ان سے میل جول رکھا جائے پھر بھی ان کی محفلوں میں شامل ہونا ان کے گھر، کھانا، پینا، جائز نہیں اور مرتد کے ساتھ تو کسی قسم کی روا داری جائز نہیں، مثلاً العیاذ باللہ کسی کا بھائی مرزائی، قادیانی ہوگیا تو اس سے یکسر تعلق منقطع کر لینا ہوگا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسی حکم کی تعمیل میں اپنی اولاد، اپنے بھائیوں، بہنوں تک کو چھوڑا، جنگوں کے موقع پر بہت سے صحابہ نے اپنے قریبی عزیزوں کو قتل کیا، حضور علیہ السلام کی بیوی، ہماری ماں کا کردار دیکھئے کہ ایک مرتبہ ان کے باپ ابو سفیان، بحالت کفر بیٹی کے گھر مدینہ منورہ پہنچے، اور حضور علیہ السلام کے مقدس بستر پر بیٹھنے لگے تو آپ نے بستر کو اٹھاتے ہوئے فرمایا یہ بستر نبوت ہے میں گوارا نہیں کر سکتی، کہ ایک ناپاک مشرک اس بستر پر بیٹھے غرضیکہ بے دین عزیزوں سے کوئی رشتہ باقی نہیں رہتا۔

رہا معاملہ، بدکردار عزیزوں کا مثلاً کسی کا بھائی چور، جواری، شرابی یا زانی ہے تو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ یہ ہے کہ اسے برائی سے بچانے کی کوشش کی جائے اور جب کوئی امید نہ رہے تو اس سے بھی تعلق منقطع کر لیا جائے تاکہ دوسرے عزیزوں پر اس

Marfat.com

کی برائی کا اثر نہ ہو تاہم بوقت ضرورت اس کی مدد کرنا یا اس کے غم میں شریک ہونا جائز ہے بہرحال صلہ رحمی عبادت ہے جس کی بنیاد مذہب ہے، جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باغی ہے اس سے کوئی رشتہ نہیں۔

خلاصہ

قرآن کریم کی آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ، اور ان کے ذیل میں جو گذارشات پیش کی گئیں ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام جس معاشرے کا خواہاں ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ خاندان کے لوگ باہمی میل و محبت کے ذریعہ ایک دوسرے سے قریب ہوں ان میں باہمی تعاون کا جذبہ ہو جس سے وہ اپنے بیشتر مسائل کو خود ہی حل کرلیں، اسی لئے صلہ رحمی کو عبادت قرار دیا گیا، نیز تقویٰ کا ایک جز بتایا گیا کہ کسی کے متقی ہونے کی علامت اس کی پیشانی پر سجدوں کا داغ، یا روزوں کی کثرت کے سبب چہرے کا زرد ہو جانا نہیں بلکہ متقی وہ ہے جس کے اہل خانہ و خاندان اس کی نیکیوں خوش اخلاقی کا اعتراف و اعلان کریں، پس جو لوگ اعزاء کی حق تلفی کے باوجود اپنی ظاہری عبادت پر ناز کرتے اور ان کی مغفرت کا ذریعہ یقین کر لیتے ہیں وہ بڑے ہی فریب میں مبتلا ہیں۔ کہ فرض عبادات کی پابندی کے اہم ترین فریضہ "اقرباء کے ساتھ اچھا برتاؤ" ہے۔

آیئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سن لینے کے بعد ہم عزم کریں کہ اس سلسلے میں ہم سے جو کوتاہی یا لاپرواہی ہوئی ہے ہم اس کی تلافی کریں گے۔

"اے اللہ ہمیں اپنے احکام کے مطابق، صلہ رحمی کی توفیق مرحمت فرما"

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

Marfat.com

"عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ"

(قرآنی آیات کی روشنی میں)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ

وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

عورت بمقابلہ مرد جسمانی طور پر کمزور ہے، یہ حقیقت ہے جس کا انکار زبانی کیا جائے، تو کیا جاسکتا ہے، لیکن عملی طور پر یہی ثابت ہے اسی لئے ہر دور میں عورت، مرد کی نا انصافیوں، جبر اور ظلم و ستم کا شکار رہی ہے، مرد نے عورت کو کبھی تو گھر کی لونڈی اور باندی گردانا کبھی اپنی وراثت بنایا کبھی اسے حق ملکیت سے محروم رکھا، کبھی اسے اپنی عزت پر داغ و دھبہ سمجھ کر زندہ دفن کیا اور کبھی عیش و عشرت اور عیاشی کا پتلا بنا کر، محفلوں میں نچایا، ہمارے دور میں بھی یہ صنف نازک کچھ کم مظلوم نہیں مرد نے اس پر، ترقی و فیشن کا ایسا جادو چلایا، کہ وہ رات کو سکون کی نیند اور دن کے چین سے محروم ہے، اس کی عزت و آبرو اور عصمت تار، تار ہے اس کے جسم پر، پورا لباس تک نہ رہا اس کا حسن سب سے زیادہ ارزاں اور سستا ہو گیا، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ مرد نے اس پر اپنی ذمہ داری کا بھی بوجھ ڈال کر، زندگی کی صعوبتیں جھیلنے کے لئے تنہا چھوڑ دیا، اور اب عورت کا مقصد زندگی اس کے سوا کچھ نہ رہا، کہ وہ دن بھر اپنے اور بچوں کے لئے روزی کمائے، دفتروں، دکانوں، کارخانوں میں نوکری کرے، بقیہ وقت وہ گھریلو کام کرے، اور رات کو مردوں کی تسکین کے لئے کلبوں میں ناچے اور عیاش مرد کی للچائی ہوئی نظروں کا شکار بنے، یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ "عورت بمقابلہ مرد کمزور"۔

اسلام، کمزوروں کو سہارا دینے ان کے حقوق کی حفاظت کا ضامن ہے پس اس نے عورت کے لئے ایسے احکام و قوانین وضع کئے جو اسے ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھتے، اور اسے باعزت و پر سکون زندگی مہیا کرتے ہیں۔

Marfat.com

اسلام اور عورت

اسلام نے عورت کو شمع محفل نہیں، بلکہ گھر کی ملکہ و مالکہ قرار دیا، اسے عزت نفس دی، اس کی عزت و عصمت کو قیمتی ترین دولت قرار دیا، جس کی حفاظت کے لئے اسے گھر کی چہار دیواری میں رہنے کا حکم دیا، اس کے حسن کو بیش بہا موتی قرار دیا، جس کو ہر ایرے غیرے کی نظر سے محفوظ رکھنے کے لئے پردے کا حکم دیا، اس کے قدم کو گھر کے لئے باعث برکت اور وسعت رزق کا ذریعہ قرار دیا، ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کے رشتوں میں منسلک کر کے، اس کا تقدس بحال کیا، اس کی گود، قوم کی اولین تربیت گاہ، بنائی، مرد کو عورت کے لوازم زندگی فراہم کرنے کا ذمہ دار ٹھیرایا، غلط روی سے بچانے اور اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے مرد کو اس پر حاکم کی حیثیت دی، اور ان حکام کو عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ، کرنے کا پابند بنایا اسلام کا عورت پر یہ احسان ہے کہ اسے زندگی کی الجھنوں سے آزاد کرنے کے لئے مرد کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا، زندگی کے نشیب و فراز کی فکر مردوں کا کام ہے صنف نازک پر یہ بوجھ نہیں، اسلام کی نظر میں عورت، حسن و جمال کا وہ پیکر ہے، جس کی ناز و نعم کے ساتھ پرورش کرنا، مردوں کی ذمہ داری ہے غرضیکہ اسلام عورت کو ہر اعتبار سے عیش و آرام اور سکون کی زندگی مہیا کرتا ہے۔

عورت کے ساتھ معروف کا حکم

معروف یعنی "اچھا برتاؤ" قرآن کریم عورتوں کے ساتھ بار، بار معروف کا حکم دیتا ہے درج ذیل آیات پر غور فرمایئے

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٨﴾

"اور ان (عورتوں) کے حقوق ہیں (مردوں پر) جیسے مردوں کے

Marfat.com

حقوق ہیں ان (عورتوں) پر دستور کے مطابق البتہ مردوں کو، ان (عورتوں) پر فضیلت ہے اللہ عزت والا، حکمت والا ہے۔"

(پ۲، البقرہ، ۲۲۸)

معروف، سے مراد یہاں قانون شریعت ہے جو سب سے زیادہ اچھے برتاؤ کا ضامن ہے، یہ آیت عورتوں اور مردوں کے باہمی حقوق و فرائض اور ان کے مراتب کے بیان میں شرعی ضابطہ کی حیثیت رکھتی ہے، کہ عورتوں کے ساتھ معروف کا حکم اس لئے دیا جارہا ہے، کہ عورت بھی انسان ہے مرد پر اس کے حقوق اسی طرح عائد ہوتے ہیں جس طرح اس پر مرد کے حقوق ہیں اگرچہ مرد اپنی زیادہ ذمہ داریوں اور عورت کی فطری کمزوری کے باعث عورت پر فضیلت رکھتا ہے، جیسا کہ دوسری جگہ مزید ارشاد ہوا۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ

"مرد محافظ و نگران ہے عورتوں پر، اس وجہ سے کہ فضیلت دی ہے، اللہ نے مردوں کو عورتوں پر اور اس وجہ سے کہ مرد خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں میں سے، (عورتوں کی ضرورت و آرام کے لئے)"

(پ۵، النساء، ۳۴)

قوام، ضروریات زندگی مہیا کرنے والے، حفاظت کرنے والے، اصلاح کرنے والے کو کہتے ہیں چونکہ عورت کا خالق، اللہ رب العزت سب سے زیادہ جاننے والا ہے، کہ عورت پیدائشی طور پر اس قدر کمزور ہے کہ اس کے لئے زندگی کا سارا بوجھ تنہا اٹھا لینا ممکن نہیں جبکہ مرد ہر اعتبار سے قوی اور طاقتور ہے لہٰذا خالق رحیم و کریم نے احسان فرمایا، کہ مرد کو اس کا معاون و مددگار مقرر کیا اور اسے عورت پر فضیلت و برتری کا منصب عطا فرما کر قوام کا مرتبہ دیا، تاکہ وہ عورت کے تعاون کو اپنی ذمہ داری جانے اور اسے پورا کرنے میں تساہل نہ کرے، نیز مرد و عورت کو اس اعتبار

Marfat.com

سے "مثل" برابر قرار دیا، کہ اگر عورت پر مرد کے حقوق ہیں تو مرد پر عورت کے حقوق بھی ہیں مرد عورت کے ساتھ جو کچھ کرتا ہے وہ اس پر بطور احسان نہیں کرتا بلکہ اس کے حقوق ادا کرتا اور اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہے، مرد کو عورت پر جو برتری اور فوقیت حاصل ہے اس کا تعلق صرف اس زندگی اور دنیا کے ظاہری نظام سے ہے ورنہ اللہ کے یہاں اس کا کوئی اعتبار نہیں اس طرح کہ اللہ کی طرف سے حکم عدولی کی سزا، یا اطاعت کی جزا سب کے لئے ایک جیسی ہے کافر مردوں کے لئے جہنم ہے تو عورتوں کے لئے بھی اور مومن مردوں کے لئے جنت ہے تو عورتوں کے لئے بھی، عبادات کا جو ثواب مردوں کے لئے وہی عورتوں کے لئے بھی اعمال صالحہ کی جو برکتیں مردوں کے لئے ہیں وہی عورتوں کے لئے بھی، بلکہ بعض روایات سے تو پتہ چلتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ بمقابلہ مردوں کے عورتوں کی دعا جلد قبول فرماتا ہے، غرضیکہ قرآن وحدیث میں غور کرنے سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام، ہرگز ہرگز عورتوں کو مردوں کا غلام، باندی یا لونڈی قرار نہیں دیتا، بلکہ اسلام نے جس قدر بھی عورت کو مرد کی اطاعت کا حکم دیا ہے، وہ عورت پر احسان ہے اس کے ساتھ "اچھا برتاؤ" ہے جو اسی کے مفاد میں ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ

"طلاق دوبار ہے، پھر یا تو روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے احسان کے ساتھ۔" (پ۲، البقرہ، ۲۲۹)

عورت پر مظالم کے دردناک داستانوں میں ایک داستان یہ بھی ہے کہ اہل عرب میں طلاق کا رواج بھی موجود تھا اور مرد کو اس کا حق بھی حاصل تھا، لیکن طلاقوں کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی، جس سے مرد یہ فائدہ اٹھاتے تھے کہ بیوی کو ایک طلاق دیتے اور رجوع کر لیتے اور اسی طرح غریب عورت کو ستاتے رہتے تھے، نہ چھوڑتے ہی تھے نہ بھلائی اور محبت کے ساتھ پیش آتے تھے، یہی رواج اسلام کے دور میں بھی کچھ عرصہ رہا۔

Marfat.com

ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی نے اپنی بیوی کو ستاتے ہوئے کہا کہ میں تیری زندگی برباد کر دوں گا، نہ تو میں تیرے قریب آؤں گا اور نہ ہی تو مجھ سے چھٹکارا پا سکے گی، بیوی نے پوچھا یہ کیسے بولے، میں تمہیں طلاق دیتا رہوں گا، اور ہر مرتبہ عورت کے دن پورے ہونے سے پہلے رجوع کر لیا کروں گا، غریب عورت، شوہر کا یہ ظالمانہ پروگرام سن کر لرز گئی، اور دامن رحمت میں پناہ لینے دوڑی، نبی مکرم علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہو کر اس نے اپنی بے بسی کا حال سنایا پس اللہ رب العزت نے کرم کیا اور طلاق کی تعداد متعین فرمائی، کہ مرد کو صرف تین طلاقوں کا حق حاصل ہے، پہلی، دوسری، طلاق کے بعد تو وہ عدت کے دن پورے ہونے سے پہلے رجوع کر سکتا ہے لیکن جونہی تیسری بار طلاق دے گا عورت آزاد ہو جائے گی۔

طلاق بالعموم مرد و عورت کے درمیان ہمیشہ کے لئے دوری، بلکہ عداوت و دشمنی ہی کا سبب بنتی ہے لیکن غور فرمایئے اسلام کی تعلیم پر اور عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی تاکید پر کہ مردوں کو حکم دیا گیا کہ اگر شوہر و بیوی میں نا اتفاقی کے باعث طلاق کی نوبت آ ہی جائے اور ابھی صرف دو طلاقیں دی گئی ہوں تو بہتر ہے کہ رجوع کر لیا جائے اور اگر اب کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہے اور علیحدگی ہی کا فیصلہ کر لیا جائے تو اس صورت میں بھی مرد کو عورت کے ساتھ بدسلوکی، کی اجازت نہیں بلکہ احسان کا حکم دیا جاتا ہے، کہ مطلقہ کو دھکے دے کر گھر سے نہ نکالنا بلکہ اس کو کچھ تحفے تحائف دے کر، محبت اور عزت سے رخصت کرنا، چاہے وہ ایک ہی دن تمہاری بیوی رہی ہو۔

اللہ اکبر، ذرا غور فرمایئے عورتوں کے ساتھ اسلام کی ہمدردی پر کہ طلاق کی صورت میں بھی اچھے برتاؤ کا حکم دیا جا رہا ہے کیا کسی مذہب یا دنیا کے کسی قانون میں حسن سلوک اور عورتوں سے ہمدردی کی ایسی نظیر موجود ہے اسی مضمون کی دوسری آیت ملاحظہ ہو، جو زیادہ واضح ہے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا

Marfat.com

"اور جب تم طلاق (رجعی) دو عورتوں کو اور وہ اپنی عدت پوری کرلیں، پس انہیں یا تو روک لو بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دو، انہیں بھلائی کے ساتھ اور نہ روکو انہیں تکلیف دینے کی غرض سے، تاکہ زیادتی کرتے رہو۔" (پ۲، البقرہ، ۲۳۱)

عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا مزید حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا۔

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ
أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ

"اور جب تم طلاق دیدو، عورتوں کو پھر وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو انہیں نہ منع کرو، کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کر لیں جبکہ رضامند ہو جائیں آپس میں بھلائی کے ساتھ۔" (پ۲، البقرہ، ۲۳۲)

یعنی مطلقہ عورتوں کو دوسرا نکاح کرنے کا کلی اختیار ہے چاہے وہ شرعی قوانین کی پابندی کے ساتھ اپنے سابق شوہر سے نکاح کریں، یا کسی دوسرے شخص سے، پہلی صورت میں، ولی کو حق اعتراض نہیں اور دوسری عورت میں پہلے شوہر کو اعتراض کا کوئی حق نہیں، کہ جو عورت طلاق کے بعد بیوی نہیں رہی، اس کے کسی معاملے میں مداخلت کا اب اختیار بھی ختم ہو چکا۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

"اور جس کا بچہ ہے، اسی کے ذمہ ہے کھانا، ان ماؤں کا اور ان کا لباس، مناسب طریقہ سے۔" (پ۲، البقرہ، ۲۳۳)

عورت جب ماں بنی تو شوہر کی مزید توجہ کی مستحق قرار دی گئی، کہ اب وہ بچے کی خدمت کر رہی ہے، بالخصوص یہ کہ وہ اسے دودھ پلا رہی ہے لہٰذا مرد اس کا خصوصی خیال رکھے، حتیٰ کہ بچے کے دودھ پلانے کے دوران، یا بچے کی پیدائش سے قبل ہی طلاق کا حادثہ ہو گیا ہو تو بھی مرد ہی ذمہ دار ہو گا کہ جب تک عورت اس کے بچے کو دودھ پلا رہی ہے وہ اس کے اخراجات پورے کرے۔

Marfat.com

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ

"اور اگر تم چاہو کہ اپنی اولاد کو دودھ پلواؤ (کسی دوسری عورت سے) تو کوئی گناہ نہیں تم پر، جبکہ تم ادا کر دو مقررہ اجرت بھلائی کے ساتھ۔" (پ۲، البقرہ، ۲۳۳)

بچوں کو کسی بھی وجہ سے کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانے کی اجازت ہے اس دودھ پلانے والی کو، نوکرانی نہیں بلکہ رضاعی ماں کا بلند مرتبہ حاصل ہے، لہٰذا اس کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیا گیا، اس طرح کہ اول تو اس کی مقرر اجرت، بلا ٹال مٹول کے بروقت ادا کی جائے ثانیاً اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، اس کو تحفے تحائف دیئے جائیں ساری زندگی اس کا احترام کیا جائے، جس کی نظیر نبی مکرم علیہ السلام نے عملی طور پر قائم کی، کہ آپ ہمیشہ اپنی رضاعی ماں حضرت حلیمہ کا احترام کرتے رہے، ان سے اظہار محبت فرماتے رہے، انہیں ماں کہہ کر پکارتے، ہدایا و تحائف پیش کرتے جب کبھی وہ تشریف لاتیں تو آپ ان کے احترام میں کھڑے ہو جاتے ان کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ

"اور جب پہنچ جائیں (وہ عورتیں جن کے شوہروں کا انتقال ہو چکا ہے) اپنی مدت کو، تو کوئی گناہ نہیں تم پر، اس میں جو وہ کریں اپنی ذات کے بارے میں مناسب طریقہ سے۔"

(پ۲، البقرہ، ۲۳۴)

یہ ان عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا ذکر ہے جن کے شوہروں کا انتقال ہو گیا ہو، ایسی عورت کی مدت عدت، چار ماہ دس دن ہے اور اگر وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت کی مدت بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے، چاہے بچہ ایک دن بعد ہی پیدا ہو

Marfat.com

جائے، ان عورتوں کو عدت پوری کر لینے کے بعد دوسرے نکاح کا مکمل اختیار ہے، کسی عزیز رشتہ دار کو اس پر اعتراض کا حق نہیں۔

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ

"جانتا ہے اللہ، کہ تم ضرور ان کا ذکر کرو گے، البتہ نہ وعدہ لینا، ان سے خفیہ طور پر بھی مگر یہ کہ ان سے شریعت کے مطابق کوئی بات کہو۔" (پ۲، البقرہ، ۲۳۵)

جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے اسی کے متعلق حکم بیان ہو رہا ہے کہ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ عدت پوری ہونے سے پہلے وہ اسے نکاح کا پیغام دے کہ یہ غمزدہ عورت کو مزید غم میں مبتلا کرنا ہے، صرف اشارتاً اچھے انداز میں اپنے دل کی بات اس عورت تک پہنچائی جا سکتی ہے۔

وَمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝

"اور خرچہ دوا نہیں، صاحب وسعت پر، اس کی حیثیت کے مطابق اور تنگدست پر، اس کی حیثیت کے مطابق یہ خرچہ مناسب طریقہ پر ہونا چاہئے یہ فرض ہے نیکوں پر۔" (پ۲، البقرہ، ۲۳۶)

یہاں ان عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا جا رہا ہے جن کو اس طرح طلاق ہوئی کہ نکاح کے وقت مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہوئی تھی، اور نکاح کے بعد مرد نے منکوحہ سے، نہ صحبت کی اور نہ ہی خلوت صحیحہ ہوئی یعنی ایسی تنہائی میں بھی دونوں جمع نہ ہوئے، کہ یہ خیال کیا جا سکے کہ صحبت ہو گئی ہو گی ایسی صورت میں جس مرد نے طلاق دیدی اسے حکم دیا گیا کہ مطلقہ کو خالی ہاتھ نہ نکالنا، بلکہ اسے بطور تحفہ کچھ نہ کچھ ضرور دینا اگر مرد دولت مند ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق دے اور غریب ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق دے، لیکن دیا ضرور جائے کہ اچھے برتاؤ کا یہ تقاضا ہے۔

Marfat.com

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝

"اور جن کو طلاق دی گئی ہے، ان کو خرچ دینا چاہئے، مناسب طور پر یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر۔" (پ۲، البقرہ، ۲۴۱)

طلاق کے بعد مدت عدت پوری ہونے تک عورت کے تمام اخراجات کا ذمہ دار شوہر کو قرار دیا گیا کیونکہ عدت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس بات کا یقین ہو جائے کہ مطلقہ حاملہ تو نہیں گویا یہ عورت علیحدگی کے باوجود شوہر کے نسب کی حفاظت کر رہی ہے، لہٰذا انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ مرد ہی اس کا کفیل ہو۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝

"اور زندگی بسر کرو، اپنی بیویوں کے ساتھ عمدگی سے پھر اگر تم انہیں ناپسند کرو (تو صبر کرو) شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اسی میں (تمہارے لئے) خیر کثیر رکھ دی ہو۔" (پ۴، النساء، ۱۹)

عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا عام حکم دیا جا رہا ہے اس سے پہلے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ عورتوں کو دیگر مال، جائداد وغیرہ کی طرح بے بس اور مجبور سمجھ کر تم زبردستی ان کے بھی وارث بن بیٹھو، تاکہ ان کے مال پر تمہارا قبضہ ہو سکے، عورت انسان ہے تمہاری طرح وہ اپنے جسم و جان کی خود مختار ہے وہ اپنے مال میں بھی اپنی مرضی کے مطابق خود تصرف کر سکتی ہے، وہ ہرگز کسی کی وراثت میں نہیں آ سکتی، پس تمہیں چاہئے کہ اس سے انسانوں جیسا برتاؤ کرو اگر وہ تمہاری بیوی ہے تو اس کے ساتھ نہایت خوشگوار زندگی بسر کرو، بیوی، لونڈی، یا باندی کی طرح نہیں کہ بس وہ تمہاری خدمتگاری کرتی رہے اور اگر ذرا بھی اس سے کوتاہی ہو تو تم اسے مارنے اور پیٹنے لگو یا گھر سے نکال دو نہیں بلکہ تمہیں اس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کرنا چاہئے رواداری، اور درگذر کا برتاؤ کرنا چاہئے اس کو اتنی ہمت ہونا چاہئے کہ وہ تمہاری

Marfat.com

اطاعت تمہارے خوف یا تمہاری دولت کے لالچ سے نہ کرے بلکہ وہ تمہیں اپنا محبوب جان کر اپنا سب کچھ تم پر قربان کر دے تمہارا رویہ اس کے ساتھ ایسا ہو کہ بس تم ہی اس کے دل و دماغ پر چھا جاؤ، وہ تمہارے علاوہ کسی کے متعلق اپنے دل و دماغ میں خیال تک نہ لائے، تم ہی اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاؤ کہ اس کی نظر میں کوئی دوسرا نہ جچے، حتیٰ کہ عورت میں کوئی عیب کوئی خرابی بھی ہو، تو مرد کو چاہئے کہ وہ اس سے درگذر کرے اور سوچ لے کہ اللہ بہتر جاننے والا ہے یہی عورت میرے لئے نہ جانے کتنی بھلائیوں کا سبب ہوگی۔

مرد کا کمال، عورت کے ساتھ اچھا برتاؤ کر کے اسے اپنا بنا لینا ہے، عورت کو اپنا محکوم جاننا اس پر اپنا ڈر غالب کر دینا کوئی کمال نہیں وہ شوہر کامیاب ہے جس کی بیوی ہمہ وقت اس کا قرب چاہتی اور اسے اپنی نظروں سے اوجھل ہونا گوارا نہیں کرتی، اور وہ شوہر ناکام ہے جس کی بیوی پر اس کا وجود بار ہوتا ہو حتیٰ کہ اگر شوہر گھر میں ہو تو وہ انتظار کرے کہ کب یہ باہر جائے اور میں سکون کا سانس لوں، گویا مرد سے اس کا تعلق جبر کا ہے کہ وہ اس کے ساتھ رہنے پر صرف مجبور ہے۔

فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

"تو نکاح کرلو، ان سے ان کے سرپرستوں کی اجازت سے اور ادا کردو ان کے مہر خوبی کے ساتھ۔" (پ۵، النساء، ۲۵)

یہ ارشاد ان عورتوں سے متعلق ہے جو باندی اور کنیز ہیں اسلام نے ان کی بھی عزت نفس کا لحاظ رکھا کہ ان سے نکاح کے خواہاں مردوں کو ان کے مالک سے اجازت لینا پڑے گی، نیز ان کا بھی مہر ادا کرنا ہوگا اور خوشی کے ساتھ بھلائی کے ساتھ ادا کرنا ہوگا یہ نہیں کہ کنیز سمجھ کر مہر ادا کرنے میں ٹال مٹول کی جائے اور انہیں پریشان کیا جائے۔

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ

Marfat.com

"تو جب وہ پہنچنے لگیں اپنی (عدت کی) میعاد کو تو روک لو انہیں بھلائی کے ساتھ، یا جدا کر دو انہیں بھلائی کے ساتھ۔"

(پ۲۸، الطّلاق، ۲)

یہ ارشاد ان عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ، کرنے کے لئے ہے جنہیں شوہر نے کسی وجہ سے دو طلاقیں دیدی ہوں، اور وہ اپنی عدت پوری کر رہی ہوں عدت کا یہ دورانیہ شوہر کو غصہ ٹھنڈا کر لینے اور اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے، پس اگر عدت کے آخری دنوں میں کوئی اپنی بیوی کو رکھنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو شریعت اسے رجوع کی اجازت دیتی ہے، لیکن (معروف) کی قید کے ساتھ یعنی یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا جائے کہ آئندہ اس عورت کے ساتھ اچھی زندگی بسر کرنا اور اس کو اچھی طرح رکھنا ہے اس لئے نہیں کہ اس کو صرف پریشان کرنا مقصود ہو، کہ جب اس کی آزادی اور چھٹکارے کا وقت قریب آیا تو دوبارہ اس کو اپنی قید میں لے لیا اور حسب سابق اس پر ظلم و ستم ہونے لگا، اس سے بہتر یہی ہے کہ اس کو جدا کر دیا جائے لیکن اس جدائی کے فیصلہ پر بھی، "معروف" کے ساتھ عمل ہو یعنی یہ نہیں کہ شوہر، بیوی، یا دونوں کے خاندان میں جھگڑا ہو مقدمہ بازی ہو عداوت اور دشمنی ہو، بلکہ نہایت خوش اسلوبی سے اس معاملہ کو نمٹا دیا جائے، دونوں ایک دوسرے سے اس بندھن کے ٹوٹنے پر معذرت کریں، اور مرد، عورت کو مہر کی رقم ادا کرے ممکن ہو تو مزید کوئی تحفہ دے اور گھر سے رخصت کر دے۔

غور کیجئے کیا خوب ہے اسلام کی تعلیم، کہ میل و محبت کے ماحول میں تو سب ہی اچھا برتاؤ کرتے ہیں یہ اسی دین رحمت کی خصوصیت ہے کہ اختلاف و جدائی کے موقع پر بھی، اچھے برتاؤ کا درس دیا جا رہا ہے اب سورۃ الطّلاق ہی کی ایک آیت اور ملاحظہ ہو جو عورت پر، اسلام کے احسان کی واضح صورت پیش کر رہی ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ

Marfat.com

لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗ
اُخْرٰى ۝ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ
اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝

"انہیں ٹھیراؤ، جہاں تم خود سکونت پذیر ہو اپنی حیثیت کے مطابق، اور انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ، تاکہ تم انہیں تنگ کرو اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ بچہ جنیں پھر اگر وہ (بچے کو) تمہاری خاطر دودھ پلائیں، تو تم انہیں ان کی اجرت دو، اور (اجرت کے متعلق) آپس میں بھلائی کے ساتھ مشورہ کرلو، اور اگر تم آپس میں طے نہ کرسکو، تو اسے کوئی دوسری دودھ پلائے، خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق اور وہ جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہے، تو وہ خرچ کرے اس سے جو اللہ نے اسے دیا ہے، اور اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس قدر، جتنا اس کو دیا ہے۔ عنقریب اللہ تکلیف کے بعد فراخی دے گا۔"

(پ۲۸، الطلاق، ۶۔۷)

ان آیات میں بھی مطلقہ عورتوں سے متعلق ہدایات ہیں، کیونکہ عام طور پر طلاق ہی کی صورت میں عورت کی حق تلفی زیادہ ہوتی، کہ مرد طلاق دے کر فوراً دستبردار ہو جاتا ہے اور یہ خیال کرلیتا ہے کہ اب اس عورت سے میرا کیا تعلق رہا، حالانکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ عورت کی جب تک عدت پوری نہیں ہو جاتی وہ آزاد نہیں ہو پاتی، عدت کے دوران کسی وقت بھی مرد اس سے رجوع کر سکتا ہے، نیز عورت مرد ہی کے حق کی حفاظت کے لئے عدت کے دن پورے کرنے کی پابند ہوئی ہے کہ اگر حمل نہیں بھی ہے تو عدت کے دن پورے کر کے حمل نہ ہونے کا

Marfat.com

یقین کر لیا جائے اور اگر حمل ہے تو بچے کو جنم دیا جائے دونوں صورتوں میں ظاہری علیحدگی کے باوجود عورت، مرد کا حق ادا کرنے کی پابند ہے تو مرد اس سے کس طرح یک لخت دستبردار ہو سکتا ہے لہٰذا مرد پر طلاق دیدینے کے باوجود بھی عورت کا یہ حق ہے کہ وہ حسب سابق اس کی رہائش کا انتظام کرے، چاہے اسی گھر میں پردے کے انتظام کے ساتھ یا کسی دوسرے گھر میں نیز حمل کی صورت میں بچہ پیدا ہو جانے تک عورت کے کھانے وغیرہ کی ذمہ داری بھی مرد پر ہی اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے مرد کو یہ تنبیہ بھی کی جارہی ہے کہ اس حالت میں عورت کے ساتھ ایسا رویہ ہرگز اختیار نہ کیا جائے کہ وہ گھر چھوڑنے اور اپنے حقوق سے دستبردار ہونے پر مجبور ہو جائے اور جب بچہ پیدا ہو جائے تو دودھ پلانے کی عورت کو اجرت دی جائے، باہمی مشورے سے یہ اجرت طے ہو اور اسے بلا کسی ٹال مٹول کے پابندی سے ادا کیا جائے، یہ اجرت مرد کی استطاعت کے مطابق ہونا چاہئے کہ اگر وہ دولت مند ہے تو اس معیار کے مطابق ادا کرے اور اگر غریب ہے تو جو کچھ دے سکتا ہے دے۔

عورت حقیر نہیں

ان تمام قرآنی آیات پر غور کیجئے اور اس حقیقت کو تسلیم کیجئے کہ اسلام نے عورت کو بمقابلہ مرد کسی بھی صورت میں حقیر یا مجبور قرار نہیں دیا، بلکہ اس کے برعکس اسلام نے عورت کا مقام جس قدر بلند کیا ہے اس کی نظیر کسی مذہب یا کسی سوسائٹی میں نہیں پائی جاتی. اسلام، عورت کو کمزور، لیکن با اختیار قرار دیتا ہے اور مرد کو اس کے حقوق کی ادائیگی کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے، جس کے عوض عورت کو مرد کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیتا ہے نیز مرد و عورت کی ذمہ داریوں کا تعین کرتا ہے جنہیں عورت اپنے گھر کی چہار دیواری میں رہ کر سکون کے ساتھ پورا کر سکتی ہے جبکہ مرد نہایت محنت و مشقت اور تگ و دو کے بعد اپنی ذمہ داریوں سے

Marfat.com

سبکدوش ہوپاتا ہے حتیٰ کہ اس مقصد کے لئے اسے کبھی تو دنیا و جہاں کی خاک چھاننا پڑتی ہے۔

لیکن گھر کی چہار دیواری میں محبوس عورت اور محنت و مشقت کرنے والے مرد کی زندگی نہایت ہی پرسکون ہوتی ہے ان کے گھر میں نہ مار پیٹ ہوتی ہے نہ وہ ایک دوسرے کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں، باہمی اعتماد ہوتا ہے جو زندگی کو پرلطف بناتا ہے ان کے ہاتھوں میں چاہے بظاہر دولت کا ڈھیر نظر نہ آئے لیکن وہ اللہ کی رحمتوں، نعمتوں اور برکت سے مالا مال ہوتے ہیں ان سے پیدا ہونے والے بچے حسن و حسین کے روپ میں نظر آتے ہیں صلاح الدین ایوبی، اور خالد بن ولید قاسم و طارق جیسے کردار کے مالک ہوتے ہیں وہ پوری قوم کے نجات دہندہ بنتے ہیں ان پر انسانیت ناز کرتی ہے وہ سوسائٹی میں تہذیب و تمدن کی علامت بنتے ہیں وہ امن کا علم بلند کرتے ہیں خود سکون کی زندگی بسر کرتے اور دوسروں کو سکون سے رہنا سکھاتے ہیں کاش ہم اسلام کے دامن سے وابستہ ہو کر اس کی برکتوں سے بہرہ مند ہو سکیں۔

"اے اللہ ہمارے، مردوں اور عورتوں کو، اسلامی زندگی نصیب فرما، آمین"

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ"

(احادیث مبارکہ کی روشنی میں)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ

وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو باہم ہمدردی کا درس دیا، طاقتوروں کو کمزوروں پر مہربانی کی تعلیم دی، امیروں کو غریبوں کی امداد کرنے کی تلقین فرمائی، ظالموں کے ظلم سے مظلوموں کو نجات دلائی، یتیموں اور لاوارثوں کی سرپرستی کا حکم دیا، عورت، جس پر ہر دور میں ظلم ہوتا رہا جس کی ہر زمانہ میں حق تلفی کی گئی، جس کو ہمیشہ مرد نے اپنی ہوس کا شکار بنایا، جس کی حیثیت کبھی مرد کے لئے ایک کھلونے سے زیادہ نہ رہی یہ مظلوم ترین مخلوق میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اور عنایات کا سب سے زیادہ مرکز بنی، آپ نے اس کو قعرِ ذلت سے نکال کر باہم عروج پر پہنچایا، معاشرے میں اس کو اعلیٰ مقام دلایا نسل انسان کی بقا کے لئے اس کی اہمیت کو واضح کیا مرد کو اس کی عزت و عصمت کا محافظ بنایا اس کے حقوق کا تعین فرمایا، اور اس کی حق تلفی کو قابل سزا جرم قرار دیا، اس کو ماں کی حیثیت سے انسان کی دین و دنیا میں کامیابی کا ضامن ٹھیرایا، یہ بیوی کی حیثیت سے مرد کے سکون و راحت کا ذریعہ قرار دی گئی، بیٹی، اور بہن کی حیثیت سے گھر کی رونق اور فراخی رزق کا وسیلہ بنی، غرضیکہ اس مظلوم و کمزور مخلوق کو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانہ رحمت سے جو کچھ ملا اس پر عورت جتنا بھی ناز کرے وہ کم ہے، لیکن آہ عورت پر تو ماڈرن ازم کا بھوت سوار ہے، وہ فیشن کی دلدادہ ہے اپنی عزت و آبرو کو خود ہی پامال کر رہی ہے وہ مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کی ہوس میں، ایک مرتبہ پھر مردوں کی ہوس کا

Marfat.com

شکار ہو رہی ہے، کاش عورت سوچے وہ کہاں جا رہی ہے، کس فریب میں مبتلا ہو رہی ہے اسے ایسا دیوانہ کر دیا گیا ہے کہ عیش و آرام کی چہار دیواری اور عزت کی چادر تو درکنار اسے اپنے جسم کا لباس تک پسند نہیں، آیئے دیکھئے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو کیا دیا اس کی عزت و آبرو کی کس طرح حفاظت کا اہتمام فرمایا۔

حضور نے عورت کو پسند فرمایا

عورتوں کے لئے یہ خوشخبری بھی ہے اور دعوت اسلام بھی کہ دو جہاں کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اظہار پسندیدگی کرتے ہوئے فرمایا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ مِنَ الدُّنْيَا ثَلٰثَةٌ اَلطَّعَامُ وَالنِّسَآءُ وَالطِّيْبُ فَاَصَابَ اثْنَتَيْنِ وَلَمْ يُصِبْ وَاحِدًا اَصَابَ النِّسَآءَ وَالطِّيْبَ وَلَمْ يُصِبِ الطَّعَامَ۔

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور علیہ السلام دنیا کی تین چیزوں کو پسند فرماتے تھے کھانا، عورتیں، اور خوشبو، پس آپ کو دو میسر آئیں اور ایک میسر نہ آئی، عورتیں اور خوشبو تو ملی لیکن کھانا نہ ملا۔" (مشکوٰۃ شریف)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُبِّبَ اِلَيَّ الطِّيْبُ وَالنِّسَآءُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے خوشبو اور عورتوں کی محبت دی گئی، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔" (نسائی شریف)

کیا عورتوں کے لئے یہ باعث فخر نہیں کہ دو جہاں کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پسندیدگی کا اظہار فرمایا، بلاشبہ یہ ان کے لئے بڑا اعزاز ہے اور کاش وہ یہ اعزاز بخشنے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ، دوسری دو چیزوں یعنی خوشبو اور

Marfat.com

نماز کو پسند کرنے لگیں، تو قیامت میں بھی وہ آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ عاطفت میں ہوں گی، کہ آپ کی پسند بلاشبہ سند نجات ہے، لیکن موقوف ہے دین کی پابندی اعمال صالحہ اور نیکیوں پر۔ آپ ہی کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "میں نے جہنم میں زیادہ عورتیں دیکھیں، نیز ایک مرتبہ خاندان بنو مخزوم کی کسی عورت نے چوری کی، اس پر حد جاری کی گئی، یعنی اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر ہوا صحابہ کرام کو اس پر تشویش ہوئی، سرکار کے دربار میں سفارش بھیجی، کہ اس عورت کی سزا معاف کر دی جائے یا تبدیل کر دی جائے آپ نے فرمایا قسم خدا کی اگر فاطمہ بنت محمد بھی یہ جرم کرے تو اس پر بھی حد جاری ہوگی، کہ اللہ کے قانون میں کسی بڑے، چھوٹے کا امتیاز نہیں۔

غور فرمایئے، حضور علیہ السلام کو عورتیں پسند ہیں اور بلاشبہ عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ ہیں، انہی سے ایک مرتبہ آپ نے فرمایا "اے فاطمہ نیکیاں کرو" میری بیٹی اور لاڈلی ہونے پر ناز نہ کرو، پس جب لاڈلی بیٹی عمل سے دین کی پابندی سے آزاد نہیں کی گئی، تو امت کی عورتیں کیسے آزاد ہو سکتی ہیں، لہٰذا ہر عورت کو چاہئے کہ جب سرکار نے اسے پسند فرمانے کا مژدہ دیا ہے، تو وہ بھی آپ کو پسند کرے یعنی آپ کے عطا کردہ نظام حیات پر زندگی بسر کرے جو بلاشبہ عورت کی عزت و آبرو کا محافظ اور سکون و آرام کا ضامن ہے۔

دنیا کا بہترین سامان

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ۔

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ساری دنیا سامان ہے، اور دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔" (مسلم شریف)

Marfat.com

اللہ اکبر، عورتوں کا مقدر قابل رشک ہے، وہ کس قدر منظور نظر ہیں آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ دنیا کی بیشمار نعمتوں میں انہیں سب سے بہتر قرار دیا گیا، کیا اب بھی کوئی عورت کہہ سکتی ہے کہ اسلام نے اس کی حقارت کی ہے اس سے بڑا عورتوں کے لئے کیا اعزاز ہو سکتا ہے، لیکن "صالحہ" کی صفت نہ بھولئے کہ عورت دنیا کا بہترین سامان ہے، جبکہ وہ نیک ہو، دین کی پابندی کرتی ہو، اعزاز بخشنے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو دل و جان سے قبول کرتی ہو اور ان پر عمل پیرا ہو ورنہ اس اعزاز سے محروم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ۔

"حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہ چھوڑا، جو مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ نقصان پہنچانے والا ہو۔" (مسلم شریف)

یعنی عورت جب دین سے دور، آزادی کا شکار ہو جائے، اسے برقعہ تو درکنار دوپٹہ بھی اوڑھنے میں شرم آنے لگے، نماز کی پابندی، قرآن کی تلاوت کو وہ پرانے وقتوں کی بات سمجھنے لگے، غیر مردوں کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا اس کا معمول بن جائے، گھر کی چہار دیواری سے زیادہ اسے ہوٹلوں اور کلبوں کی روشنیاں پسند آنے لگیں، تو وہی عورت جو دنیا کا بہترین سامان قرار دی گئی تھی، مردوں کے لئے بدترین فتنہ بن جاتی ہے، اس کی وجہ سے گھروں میں جھگڑے ہونے لگتے ہیں عیاش مرد، اپنی بیوی، بیٹی، بہن، حتیٰ کہ ماں تک سے لاپروا ہو کر اپنی دولت عیاش عورت پر لٹانے لگتا ہے اسی کی وجہ سے شراب کے جام چھلکنے لگتے ہیں اسی کی وجہ سے جوئے کے اڈے چلتے، اور نوبت قتل و غارت تک کی آجاتی ہے، یہ عورت بڑی فتنہ بن جاتی ہے ایسی ہی عورت کو قرآن کریم نے سزا دینے اور مارنے تک کا حکم دیا، اور ایسی ہی عورت سے بچنے کا اہتمام فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ "نیک عورت سے نکاح

Marfat.com

کرو صرف مال و جمال پر نظر نہ رکھو" کہ مال بھی عارضی ہے جمال بھی عارضی، صرف صالحیت اور نیکی باقی رہنے والی خوبی ہے، اور ایسی عورت دنیا کی بہترین نعمت قرار پاتی ہے ایسی ہی عورت ایک کامیاب بیوی، ایک اچھی ماں ایک اچھی بیٹی اور ایک اچھی بہن بن سکتی ہے۔

عورتوں کی خدمت

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو عورتوں سے محبت، ان کی خدمت اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی جس انداز سے تعلیم دی ہے اس کی نظیر کسی قائد و رہبر کی تعلیمات میں نہیں ملتی۔

عورتوں میں سے افضل و اعلیٰ مرتبہ و مقام ماں کا ہے جس کے قدموں کے نیچے آپ نے جنت کا پتہ دیا، ماں کی خدمت و اطاعت کو اسلام نے جس قدر اہمیت دی ہے وہ سب جانتے ہیں کہ اس کو فرض عبادات کے بعد سب سے افضل قرار دیا گیا، بلکہ جن عبادات کے لئے ماں کو چھوڑ کر سفر کرنا پڑے، اور ماں کی خدمت کرنے والا کوئی دوسرا نہ ہو ان عبادات کو موخر کرنے کا حکم دیا گیا، مثلاً، حج، اور جہاد۔

نبی کریم علیہ السلام کو اگرچہ اپنی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کا موقع نہ ملا، کہ ان کے انتقال کے وقت آپ کی عمر شریف، صرف چھ سال کی تھی لیکن آپ ہمیشہ ان کو یاد کر کے غمزدہ ہوتے تھے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق، حجتہ الوداع کے سفر میں آپ ماں کی قبر پر حاضر ہوئے اس وقت آپ بہت غمزدہ تھے، آنکھوں سے آنسو جاری تھے، زیارت قبر سے جب آپ واپس تشریف لائے تو میں نے آپ کے نورانی چہرے پر خوشی کے آثار دیکھے، پس میں نے سوال کیا کہ جب آپ قبر کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو بہت غمزدہ تھے اور اب خوش نظر آ رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ میری ماں کو زندہ کر دے، تاکہ میں

Marfat.com

ان کو بھی کلمہ پڑھا دوں، پس اللہ نے میری دعا قبول فرمائی وہ زندہ ہوئیں کلمہ پڑھا اور پھر آرام فرمانے لگیں بہرحال حضور علیہ السلام کا ماں کے لئے غمزدہ ہونا اور ان کے ایمان پر خوش ہونا ماں سے محبت کا ایک نمونہ پیش کرتا ہے۔

آپ کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا تو آپ کے بعد تک زندہ رہیں، آپ نے ساری زندگی ان کے ساتھ جو اچھا برتاؤ کیا وہ ہمارے لئے ایک بہترین نمونہ ہے کہ جب بھی وہ حضور علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوتیں آپ ان کے احترام میں کھڑے ہو جاتے ان کے لئے اپنی چادر بچھاتے اور حاضرین کو چھوڑ کر ان سے گفتگو میں مصروف ہو جاتے، یہ اعلان نبوت سے پہلے کی بات ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حسب حال بتایا اور آپ اس وقت بہت افسردہ نظر آرہے تھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ساس کو، چالیس بکریاں اور کئی اچھے، جوان اونٹ پیش کئے جنہیں قبول کر کے حضرت حلیمہ بہت خوش ہوئیں ماں کی خوشی کو دیکھ کر آپ کا بھی چہرہ مبارک چمکنے لگا، حضرت حلیمہ اور ان کے شوہر جب مشرف باسلام ہوئے تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مسرت کے خاص آثار نمایاں ہوئے کہ آپ اپنے رضاعی والدین کے مسلمان ہونے سے بے حد خوش ہوئے، ماں سے محبت اور ان کے احترام کے لئے حضور علیہ السلام کا اپنی مقدس چادر بچھانے کا واقعہ متعدد بار پیش آیا ایسے ہی ایک موقع کا ذکر اس حدیث میں موجود ہے۔

عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَۃِ اِذْ اَقْبَلَتِ امْرَاَۃٌ حَتّٰی دَنَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَسَطَ لَھَا رِدَاءَہٗ فَجَلَسَتْ عَلَیْہِ فَقُلْتُ مَنْ ھِیَ فَقَالُوْا ھِیَ اُمُّہُ الَّتِیْ اَرْضَعَتْہُ۔

"حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی مکرم علیہ السلام کو مقام جعرانہ پر گوشت تقسیم کرتے دیکھا کہ اسی دوران ایک عورت آئی اور حضور علیہ السلام کے بالکل قریب پہنچ گئی، پس اس

Marfat.com

کے لئے آپ نے اپنی چادر بچھائی اور اس پر بیٹھ گئی، میں نے کہا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ حضور علیہ السلام کی والدہ ہیں، جنہوں نے آپ کو دودھ پلایا۔"
(ابو داؤد)

اسلام نے، ماں کے بعد، عورتوں کے گروہ میں مردوں کے لئے ان کی بیویوں کو اہمیت دی ہے اور مرد کو بیوی سے اچھے برتاؤ کی ہدایت کی ہے، اس طرح کہ ہر مرد پر اپنی بیوی کے لئے اپنی استطاعت کے مطابق رہنے کے لئے مکان اچھے کھانے، پینے اور لباس کا انتظام کرنے کی ذمہ داری عائد کی، نیز مرد کو بیوی سے محبت کرنے اس کی اچھی تربیت کرنے کا حکم دیا، اس کی غلطیوں سے درگذر کرنے کی تاکید کی، اس سے لڑنے جھگڑنے، اس کو مارنے پیٹنے سے منع فرمایا، درج ذیل ارشادات پر غور کیجئے اور عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا طریقہ سیکھئے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلْعٍ لَّنْ تَسْتَقِیْمَ لَكَ عَلٰی طَرِیْقَةٍ فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ وَّاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا بیشک عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، لہٰذا تمہارے لئے کبھی سیدھی نہ ہوگی، تو اس سے اور اس کی کجی سے فائدہ اٹھاؤ اگر اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ ڈالو گے، اور اس کا توڑنا طلاق ہے۔"
(مسلم شریف)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا اٰخَرَ۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کوئی مومن مرد کسی مومنہ بیوی سے نفرت نہ کرے کہ اگر اس کی ایک عادت ناپسند ہے تو دوسری عادت سے خوش بھی ہوگا۔"

Marfat.com

(مسلم شریف)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ وَاِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوْهُ۔

"ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہے اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں اور جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے تو اس کا پیچھا چھوڑ دو۔"

(ترمذی شریف)

عَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوَهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ۔

"حکیم بن معاویہ قشیری نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے حضور علیہ السلام سے پوچھا کہ ہم پر ہماری بیویوں کا کیا حق ہے پس آپ نے فرمایا، جو تم کھاؤ، اسے بھی کھلاؤ جب تم پہنو اسے بھی پہناؤ، اور اس کے منہ پر نہ مارو، اور اسے جدا نہ کرو مگر گھر میں۔"

(ابوداؤد شریف)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا مسلمانوں میں کامل ایمان والے وہ ہیں جن کا اخلاق اچھا ہے اور تم میں سے اچھے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں۔"

(ترمذی شریف)

Marfat.com

ان ارشادات کے علاوہ متعدد احادیث ملتی ہیں، جن میں شوہروں کو بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کا حکم دیا گیا، لیکن اسی کے ساتھ عورتوں پر بھی مردوں کے حقوق کی وضاحت کی گئی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیوی کے لئے سب سے بلند مرتبہ حتیٰ کہ ماں، باپ سے بھی زیادہ اس کا شوہر ہے عورت پر شوہر کی اطاعت واجب ہے یہاں تک کہ وہ نفلی عبادت بھی شوہر کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتی، اسے شوہر کی عزت و آبرو اور مال و متاع کا محافظ قرار دیا گیا ہے شوہر کے عیوب اور کمزوریوں کی پردہ پوشی بھی اس کی ذمہ داری ہے شوہر کی ہر طرح خدمت، اس کی ضروریات کا خیال رکھنا اس کو ہر طرح سے خوش رکھنے کی کوشش کرنا، اس کے فرائض میں شامل ہے، گھر کی دیکھ بھال بچوں کی اچھی تربیت اس کا کام ہے، مختصر یہ کہ مرد عورت سے پوری طرح محبت کرے اور عورت اس کی اطاعت کرے اور جب دونوں اپنی اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہیں، تو گھر جنت بن جاتا ہے سکون و طمانیت کی زندگی میسر آتی ہے، گھر کی ہر چیز میں برکت ہوتی ہے۔

عورتوں کے ساتھ ایک شوہر کی حیثیت سے حضور علیہ السلام نے دوسرا نکاح نہ کیا، ان سے آپ کی محبت اور اچھے برتاؤ ہی کا یہ نتیجہ سامنے آیا کہ انہوں نے نہ صرف اپنا سارا مال و متاع حضور علیہ السلام پر قربان کیا بلکہ آپ کی عظمت اور خوبیوں کا بھی برملا اعتراف کیا اور پہلی وحی کے نزول کے چند گھنٹے بعد ہی سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آٹھ ماؤں کے ساتھ زندگی بسر کی، لیکن ہمیں ایسا ایک واقعہ بھی نہیں ملتا، جس سے معلوم ہو کہ آپ نے کبھی اپنی کسی بیوی کو مارا، پیٹا یا برا کہا یا کوئی سزا دی ہو، صرف ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سب ازواج مطہرات نے اجتماعی طور پر آپ سے اپنے اخراجات کے اضافہ کا مطالبہ کیا جس کا نبی مکرم علیہ السلام کو سخت صدمہ ہوا لیکن اس موقع پر بھی ثابت نہیں کہ آپ نے اپنی بیویوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی کی ہو بلکہ آپ خاموش ہوگئے اور بطور سزا ایک ماہ کے لئے آپ نے سب

Marfat.com

سے علیحدگی اختیار فرمائی غرضیکہ آپ ہمیشہ بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے رہے۔ جب گھر میں تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے داخل ہوتے گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے اور ہر طرح ازواج کی دلجوئی کا خیال رکھتے، جس کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنا ایک واقعہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے گڑیوں سے کھیلنے کا بہت شوق تھا (جو جائز ہے) جب حضور علیہ السلام باہر ہوتے میں اپنے کاموں سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر کھیل لیا کرتی تھی، اور پھر گڑیاں ایک طاق میں رکھ دیتی تھی جس پر پردہ پڑا رہتا تھا، ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے انہیں دیکھ لیا، اور پوچھا یہ کیا ہے، میں نے بتا دیا، کہ یہ میری گڑیاں ہیں جن سے میں کھیلتی ہوں ان میں ایک گھوڑا بھی تھا، جس کے اوپر دو پر لگے ہوئے تھے آپ نے پوچھا یہ کیا ہے میں نے عرض کیا یہ گھوڑا ہے آپ نے فرمایا لیکن گھوڑے تو پر دار نہیں ہوتے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے نہیں سنا کہ سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا پروں والا تھا، یہ سن کر آپ ہنس دیئے۔

اس قسم کے متعدد واقعات احادیث و سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں جو بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تعلیم دیتے ہیں اور جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ زندگی کے اس شعبہ کی اصلاح پر حضور علیہ السلام نے خصوصی توجہ فرمائی کیونکہ یہی شعبہ زندگی ہمیشہ بیشمار خرابیوں کا شکار رہا ہے جبکہ اسی کو درست کر لینا پورے معاشرے کو تباہی سے بچا لینے کا ذریعہ ہے۔

ماں اور بیوی کے بعد، بیٹی اور بہن کا رشتہ پیار کا رشتہ ہے ہر بیٹی اپنے باپ کی محبت بھری توجہ کی اور ہر بہن اپنے بھائی کے پیار کی خواہاں رہتی ہے لیکن اسلام کے علاوہ کوئی مذہب کوئی قانون نہیں جو بیٹی اور بہن کی اس خواہش کو پورا کرنے کی ضمانت دے سکے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹی والوں کو ہدایت دیتے ہیں۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ اُنْثٰی فَلَمْ یَأْدُھَا وَلَمْ یُھِنْھَا وَلَمْ یُؤْثِرْ وَلَدَہٗ عَلَیْھَا یَعْنِی الذُّکُوْرَ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ۔

Marfat.com

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس کی بیٹی ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے نہ اسے ذلیل کرے اور نہ اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح دے تو اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔" (ابوداؤد)

اب بیٹیوں کو دفن کرنے کا زمانہ تو نہیں تاہم انہیں کمتر سمجھنے بیٹوں کو ان پر ترجیح دینے کا سلسلہ اب تک جاری ہے جس گھر میں بیٹی پیدا ہو جائے وہاں اظہار غم کیا جاتا ہے اور جہاں لڑکا پیدا ہو وہاں جشن کا سما ہوتا ہے، یہ حماقت کے سوا کچھ نہیں خوش تو اسے ہونا چاہئے جس کے یہاں بیٹی پیدا ہو کہ وہ اس کے لئے جنت میں داخل ہونے کا وسیلہ بن کر آئی ہے بیٹی کا باپ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرب و محبوب بن جاتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَنَا وَھُوَ ھٰکَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَہٗ

"حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو دو بیٹیوں کی پرورش کرے، یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں تو وہ قیامت کے دن حاضر ہو گا کہ وہ اور میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملایا۔" (مسلم شریف)

عَنْ سُرَاقَۃَ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی اَفْضَلِ الصَّدَقَۃِ اِبْنَتُکَ مَرْدُوْدَۃٌ اِلَیْکَ لَیْسَ لَھَا کَاسِبٌ غَیْرُکَ۔

"حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا میں تمہیں بہترین صدقہ نہ بتاؤں، تمہاری وہ بیٹی جو تمہاری طرف لوٹا دی گئی ہو اور تمہارے سوا اس کے لئے کوئی کمانے والا نہ ہو۔" (ابن ماجہ)

Marfat.com

یہ مطلقہ بیٹی کو سہارا دیا جارہا ہے جس کے لئے ماں، باپ کچھ زیادہ ہی پریشان ہوتے اور کبھی اس کو بوجھ سمجھنے لگتے ہیں اور وہ غمزہ ہر قسم کے طعنے سن کر لاچار و مجبور اپنی زندگی کے دن کاٹتی رہتی ہے آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خدمت کو بہترین صدقہ قرار دیا تاکہ لوگ اس کو اپنے لئے اللہ کی رحمت جانیں اور وہ ہنسی خوشی زندگی بسر کر سکے۔

حضور نبی کریم علیہ السلام کی اپنی چار صاحبزادیاں تھیں، جن میں سے دو حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم، مطلقہ بھی ہوئیں آپ نے اپنی بیٹیوں کو جس طرح پالا اور انہیں جو محبت دی، وہ ہر باپ کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے، بالخصوص سب سے چھوٹی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تو آپ کو خصوصی انس تھا، جس کی گواہی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دی، جب ان سے پوچھا گیا کہ

اَیُّ النَّاسِ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَۃُ فَقِیْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجُھَا۔

"لوگوں میں سے حضور علیہ السلام کو سب سے پیارا کون تھا؟ آپ نے فرمایا، فاطمہ کہا گیا، مردوں میں سے فرمایا، ان کے شوہر۔"

(ترمذی شریف)

حضور علیہ السلام کا معمول تھا، کہ دن میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور اپنی پیاری بیٹی کے گھر تشریف فرما ہوتے تھے، نیز جب سفر پر تشریف لے جاتے تو اخیر میں عین روانگی کے وقت بیٹی سے ملنے آتے، اور واپسی پر سب سے پہلے ان کے پاس آتے، اور خیریت معلوم کرتے تھے، آپ جب بھی بیٹی سے ملتے ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے تھے وہ آپ کی محرم راز تھیں، بعض باتیں دوسروں پر ظاہر نہ فرماتے لیکن بیٹی کو بتا دیتے تھے۔

حضور علیہ السلام کے وصال سے چند ہی دن پہلے کا واقعہ ہے، جس کو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ آپ علیل تھے، اور آپ کی سب ازواج آپ کے گرد جمع تھیں کہ فاطمہ پہنچ گئیں، آپ نے ان کو قریب

Marfat.com

بٹھایا، اور کان میں کچھ فرمایا تو وہ رونے لگیں اور بہت زیادہ روئیں، آپ نے ان کا غم دیکھا، تو دوبارہ کان میں کچھ کہا تو وہ ہنسنے لگیں، ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے فاطمہ کے رونے اور پھر اچانک ہنسنے کی وجہ وہ بات جاننے کی بے چینی ہوئی میں نے ان سے پوچھا کہ بتاؤ، حضور نے تم سے کیا کہا، لیکن انہوں نے بات نہ بتائی اور کہا کہ میں حضور علیہ السلام کا راز فاش نہیں کر سکتی، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے، تو پھر میں نے فاطمہ سے کہا میں تمہیں اس حق کا واسطہ دیتی ہوں جو میرا تم پر ہے، اب تو حضور تشریف لے جا چکے ہیں وہ بات بتا دو، پس وہ راضی ہو گئیں اور بولیں کہ پہلی مرتبہ حضور علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ جبرئیل ؑ ہر سال میرے ساتھ قرآن کریم کا ایک مرتبہ دور کرتے تھے اور اس سال دو مرتبہ دور کیا ہے معلوم ہوتا ہے اب میرے رخصت ہونے کا وقت آگیا ہے، لہٰذا بیٹی اللہ سے ڈرنا، اور صبر کرنا، کیونکہ میں تمہارے لئے اچھا پیش رو ہوں، یہ سن کر میں روئی، آپ نے میری پریشانی دور کرتے ہوئے دوبارہ فرمایا تمہارے لئے یہ خوشخبری ہے کہ میری اہل بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی، یہ سن کر میں خوش ہوئی اور ہنسنے لگی، (اور فاطمہ، چھ ماہ بعد ہی حضور علیہ السلام سے جاملیں)

حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے مختلف انداز سے اظہار محبت فرمایا، کبھی انہیں، "خیر نساء ہذہ الامہ" اس امت کی بہترین عورت قرار دیا، کبھی "سیدۃ نساء العالمین" تمام جہانوں کی بہترین عورت فرمایا تو کبھی "سیدۃ نساء اہل الجنۃ" جنتی عورتوں کی سردار کے خطاب سے نوازا نیز ان سے اپنی محبت کا واضح اعلان اس طرح فرمایا

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّيْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ يُرِيْبُنِيْ مَا اَرَابَهَا وَيُؤْذِيْنِيْ مَا اٰذَاهَا۔

"حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے کہ حضور علیہ

Marfat.com

السلام نے فرمایا، فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا دوسری روایت میں ہے کہ وہ چیز مجھے پریشان کرتی ہے جو اسے پریشان کرتی ہے اور مجھے تکلیف دیتی ہے جو اسے تکلیف دیتی ہے۔" (بخاری شریف)

بیوہ کے ساتھ اچھا برتاؤ

عورتوں میں کمزور ترین طبقہ ان بیوہ عورتوں کا ہے جن کو قدرت نے شوہر کے سہارے سے محروم کر دیا ہے، اور اب وہ بے یارو مددگار اور بے مونس و غمخوار ہیں، اب ان کی زندگی تفکرات اور خطرات سے پر ہے، معاشی بدحالی سامنے ہے بچوں کی تعلیم و تربیت کی فکر ہے اعزاء و اقربا سب ہی منہ پھیرتے نظر آتے ہیں ہوا و ہوس کے بھیڑیوں کی بری نظریں ہر وقت اس لاچار و مجبور کا تعاقب کرتی رہتی ہیں الزمات کے پتھر اس غمزدہ کے دل کو مزید گھائل کرتے ہیں غرضیکہ اب وہ بے سہارا، مجبور ہے، بے تاج ہے، اس کا کوئی "قوام" نہ رہا، کوئی کفیل نہ رہا، وہ اس بات کی سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے لیکن کسی نے اس پر توجہ نہ دی، بلکہ اس کو مزید ظلم و ستم میں مبتلا کیا گیا جس کا مختصر خاکہ ملاحظہ ہو۔

یہودی مذہب میں بیوہ، کا مالک اس کے دیور کو قرار دیا گیا وہ جس طرح چاہتا اس کے ساتھ معاملہ کرتا تھا عورت کسی معاملہ میں حتیٰ کہ اپنے جسم کے استعمال پر بھی مداخلت کا حق نہ رکھتی تھی، عیسوی مذہب میں اگرچہ یہ جبری قانون نہ تھا لیکن اس کے علاوہ بیوہ کے تحفظ کے لئے بھی کوئی قانون موجود نہ تھا، ہندو مذہب، بیوہ کو زندہ رہنے کا بھی حق نہیں دیتا، بلکہ اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی چتا سے لیٹ کر خود کو آگ کے حوالے کر دے اور اگر زندہ رہے تو ساری زندگی سوگ میں بسر کرے نہ خوشی کی محفل میں اس کو شریک ہونے کی اجازت اور نہ ہی وہ کسی تہوار وغیرہ پر خوشی منانے کا حق رکھتی ہے عربوں میں یہ رواج تھا کہ بیوہ، شوہر کے

Marfat.com

دوسرے مال و متاع کی طرح وارثوں کی ملکیت بن جاتی تھی جو اسے انسانی حقوق تک سے محروم کر کے زندگی کے دن کاٹنے پر مجبور کر دیتے تھے غرضیکہ اس غریب کو کسی نے سہارا نہ دیا کسی نے اس کی عزت و آبرو کا تحفظ نہ کیا، کسی نے اس کے حقوق دلانے پر توجہ نہ دی اسلام دین رحمت ہے، بے سہاروں کو سہارا مہیا کرنا، حق داروں کو حق دلانا، اس کے اولین مقاصد میں سے ہے، اس نے کمزور عورت کو مرد کا سہارا دے کر طاقتور بنا دیا، اور کمزور ترین بیوہ کے تعاون کو عبادت قرار دے کر ذریعہ ثواب قرار دے کر پوری امت کو اس کی طرف متوجہ کیا، کہ فرمایا گیا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ السَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمِلَةِ وَالْمِسْكِیْنِ كَالسَّاعِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ كَالْقَائِمِ لَا یَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ لَا یُفْطِرُ۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری کرنے والا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اور میرے خیال میں فرمایا اس قیام کرنے والے کی طرح جو نہ تھکے اور اس روزے دار کی طرح ہے جو روزہ نہ چھوڑے۔" (بخاری شریف)

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کی بیواؤں کو سہارا ہی دینے کے لئے یہ عملی نمونہ پیش فرمایا کہ پچیس سالہ بھرپور جوانی کی عمر میں آپ نے چالیس سالہ، ادھیڑ عمر کی عورت سے پہلا نکاح کیا، نیز سوائے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بیوہ عورتوں کو آپ نے اپنے حرم مقدس میں لیا، آپ کا یہ عمل مبارک پوری امت کے لئے دعوت ہے کہ بیوہ عورت سے نکاح کرنا معیوب نہ سمجھا جائے بلکہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سمجھ کر اسی کو ترجیح دی جائے تاکہ نکاح کے ثواب کے ساتھ بیوہ کا سہارا بننے کا بھی اجر و ثواب حاصل ہو۔

Marfat.com

خلاصہ

عورت کو اس حقیقت کے تسلیم کر لینے میں نہ کوئی مضائقہ ہے اور نہ نقصان کہ وہ جبلی اور پیدائشی طور پر کمزور ہے اس کے اعضاء کی ساخت میں نزاکت ہے، بات یاد آئی تو عرض کرتا چلوں ایک سفر کے دوران حضور علیہ السلام کی ازواج اور کچھ دوسری عورتیں اونٹوں پر سوار تھیں، اونٹ ہانکنے والے نے گانا شروع کر دیا جس سے اونٹ دوڑنے لگے، آپ نے فرمایا "اے انجشہ رویداً سوقک بالقواریر" شیشوں کو آہستہ لے کر چلو یعنی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم عورت کو شیشہ کی طرح نازک قرار دے رہے ہیں پس عورت کو چاہئے کہ وہ اپنی کمزور اور نزاکت کو تسلیم کر لے، اور مطمئن رہے کہ اس حقیقت کو ماننے کا ہرگز یہ مطلب نہ ہوگا کہ وہ مظلوم ہے یا محتاج، کہ ہر کمزور و نازک مظلوم و محتاج نہیں ہوتا، بلکہ محبوب بھی ہوتا ہے اور محبّ، تقاضہ محبت کی تکمیل کے لئے اس کا محافظ اور مدد گار ہوتا ہے، دیکھئے بچہ کمزور بھی ہے اور نازک بھی لیکن نہ مظلوم ہے نہ محتاج اس کے لئے والدین کے دل میں اللہ نے اس کی ایسی محبت پیدا فرما دی، کہ وہ اس کی نگرانی اور خدمت پر مجبور ہیں اور ان کا یہ عمل بچے پر احسان نہیں، بلکہ اپنی فطری اخلاقی اور مذہبی ذمہ داری سے سبکدوش ہے عورت کمزور ہے نازک ہے اللہ نے اسے مرد کا محبوب و مرغوب بنا کر مرد کو اس کے لئے "قوام" مقرر کیا کہ مرد کو اس کی نگرانی اس کی ضروریات کی فراہمی کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا وہ عورت کے ساتھ جو کچھ کرتا ہے اس کا عورت پر ہرگز احسان نہیں، اس کی محبت کا تقاضہ ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری پوری کرے اسلام اسی تقاضہ محبت کی تکمیل کی تاکید کرتا ہے انہی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا حکم دیتا ہے۔

فیشن و ترقی کے نام پر عورت کے ساتھ جو کچھ ہوتا رہا اور ہو رہا ہے، وہ درحقیقت مرد کا اپنی ذمہ داریوں سے فرار ہے جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ یہ نازک شیشے، گلی، کوچوں اور بازاروں میں ٹکڑے پڑے ہیں جو چاہتا ہے ان کو

Marfat.com

کچلتا، چلا جاتا ہے اسلام ان کی حفاظت چاہتا ہے مرد کو ان کا محافظ قرار دیتا ہے، اور عورتوں کو ان کی پناہ میں بے خوف و خطر پرسکون زندگی بسر کرنے کی دعوت دیتا ہے اس کو عورت کا اپنی آزادی کے خلاف خیال کرنا خود اپنے اوپر ظلم ہے، اللہ اور اس کے رسول نے اس کے لئے گھر کی چہار دیواری کو مضبوط حصار بنایا جس کو اس نے اپنے لئے قید و بندش سمجھا اور گھر سے باہر نکل کر اپنی آبرو کو خطرے میں ڈالا، چادر اور پردے کا حکم اس کے حسن کی قدر و منزلت بڑھانے کے لئے دیا گیا، لیکن اس نے عریانیت اختیار کر کے اپنے حسن و جمال کو ارزاں کر دیا شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم اسے غلط روی اور غیروں کی ہوس کا شکار ہونے سے بچنے کے لئے دیا گیا، لیکن اس نے اس کو غلامی کا نام دیا اور شوہر سے بغاوت کر کے اپنی عزت و عصمت کو خود ہی پامال کر ڈالا، اسے ماں کا تقدس ملا تاکہ یہ بچوں کی اچھی تربیت کر کے معاشرے کو اچھے انسان فراہم کرے لیکن اس نے بچوں کو اپنے لئے بوجھ سمجھا، ان کی تربیت پر توجہ نہ دی، لہٰذا یہ معاشرہ اسی کے لئے سب سے زیادہ لٹیروں اور ڈاکوؤں کا معاشرہ بن گیا غرضیکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو تحفظ دیا اس کے مقام کو بلند کرنے کا اہتمام کیا لیکن عورت نے خود اپنے اوپر ظلم کیا اور ذلت و خواری اختیار کر لی۔

"اے اللہ ہماری عورتوں کو، اپنا صحیح مقام سمجھنے کی توفیق عطا فرما، آمین"

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یتیموں کے ساتھ اچھا برتاؤ"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

مختلف اعتبار سے، انسانوں کے جتنے گروہ ہیں ان میں یتیم بچوں کا گروہ سب سے زیادہ کمزور، لیکن سب سے زیادہ قابل توجہ ہے کمزور اس لئے کہ یتیم بچہ اس قوت سے محروم ہے جو مادی طور پر اس کی ہر قسم کی توانائیوں کا منبع و سرچشمہ تھی یعنی والدین کہ ماں، باپ ہی اولاد کو صحت مند غذا فراہم کر کے اس کی جسمانی قوت بڑھاتے ہیں وہی اس کو اچھا لباس اور رہنے کے لئے اچھی جگہ مہیا کر کے ذہنی آسودگی سے مالا مال کرتے ہیں وہی اس کی اچھی تربیت اور اعلیٰ تعلیم کا اہتمام کر کے اسے باعزت زندگی بسر کرنے کی راہ دکھاتے ہیں اور اس طرح وہ معاشرے کا ایک بہترین فرد بن جاتا ہے، غرضیکہ انسان کی تمام صلاحیتیں اس کی تمام توانائیاں، والدین ہی کی شفقت و محبت اور ان کی دلائی ہوئی اچھی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہوتی ہیں پس جو بچپن ہی میں والدین کے سایہ سے محروم ہو گیا، وہ بہت ہی کمزور اور محتاج ہو گیا کہ وہ چشمہ میں نہ رہا جس سے وہ سیراب ہو کر توانائی حاصل کرتا، وہ خزانہ ہی نہ رہا جو اس کی ضروریات کی کفالت کرتا، واقعی یہ بچہ کس قدر بے سہارا، اور کمزور ہے لیکن اب بھی یہ انسان ہے اسے بہرحال انسانوں کے معاشرے کا فرد بننا ہے اس اعتبار سے اس کی اہمیت کم نہیں ہوئی ہے، لہٰذا یہ بے حد قابل توجہ ہے اگر اس کے والدین ہوتے تو کسی کو اس پر توجہ کی ضرورت نہ تھی وہ خود اپنی ذمہ داری پوری کرتے اور معاشرے کو ایک اچھا انسان فراہم کر دیتے، لیکن اب اس پر سب کو توجہ کرنا چاہئے کہ اگر اس کی صحت خرابی ہو گئی یا اچھی تربیت اور تعلیم اسے میسر نہ آئی اور یہ جاہل

Marfat.com

رہ گیا اچھی صحبت نہ ملی اور یہ برائیوں میں مبتلا ہو گیا تو پورے خاندان کے لئے پریشانی اور بدنامی کا سبب بنے گا اور پوری قوم کے لئے ایک ناسور ہو جائے گا، اگر یتیموں پر توجہ نہ دی گئی یہ بے مہار گلی، کوچوں اور محلوں میں پھرتے رہے تو ان کی بری عادات و اطوار سے وہ بچے بھی نہیں بچ سکتے، جو والدین کے زیر سایہ ناز و نعم کے ساتھ پرورش پا رہے ہیں ان یتیموں پر توجہ دینا چاہئے ورنہ یہی جوان ہو کر چور، ڈاکو، جواری، شرابی، بد کار اور بد کردار بنیں گے، اور پوری قوم کی عزت و آبرو کے لئے، جان و مال کے لئے خطرہ بن جائیں گے، قوم کے ہر فرد کو یہ احساس کرنا چاہئے کہ آئندہ کی اس لاوارث نسل کو سنبھال لیا جائے ورنہ پھر کوئی قوت ان کو نہ سنبھال سکے گی، پس یہ کمزور ہیں، لیکن بہت ہی قابل توجہ ہیں۔

اسلام جو معاشرے کو ہر ناسور سے محفوظ رکھنے کا اہتمام فرماتا ہے وہ اس ناسور سے پوری قوم کو بچانے کی غرض سے یتیموں کے ساتھ، شفقت و محبت کا برتاؤ کرے، ان کی اچھی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنے کی تاکید کرتا ہے ہر فرد کو اس کا ذمہ دار قرار دیتا ہے اور اس ذمہ داری کے پورا کرنے کو صرف ایک رفاہی اور دنیاوی عمل نہیں بلکہ عبادت قرار دیتا ہے جو لوگ اس ذمہ داری کو قبول کرتے ہی انہیں دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا مژدہ سناتا ہے، نیز اپنے دین رحمت و محبت ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے، کہ اسلام ہی بے سہاروں کا سہارا، بے پناہوں کی پناہ گاہ ہے یتیم جیسے کمزوروں کو سامان قوت فراہم کرتا ہے جنہیں دنیا نے قابل التفات نہ سمجھا، انہیں پوری امت کی توجہ کا مرکز بنا دیا، جنہیں حق وراثت تک سے محروم رکھا گیا انہیں حق دار قرار دیا، ان کا مال و دولت ہضم کر جانے والوں کو جہنمی ہونے کی خبر دی، لوگ جن کے قریب آنے تک کو اپنی ہتک سمجھتے تھے، اسلامی تعلیمات نے انہی کو گھروں کی رونق، برکت اور رزق میں وسعت کا ذریعہ بنا دیا، ان پر ظلم و ستم کرنے والے ہاتھوں کو ان کا معاون و مددگار بنایا، آیئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں دیکھیں، کہ جنہیں کسی نے کچھ نہ دیا اللہ اور اس کے رسول

Marfat.com

نے انہیں کس طرح مالا مال کر دیا۔

یتیم کو اپنا جانو

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۙ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ

"اور یاد کرو، جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا تھا، کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، اور اپنے والدین سے اور رشتہ داروں سے اور یتیموں اور مسکینوں سے اچھا سلوک کرنا۔"

(پ۱، البقرہ، ۸۳)

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۔

"اور دے، اپنا مال، اللہ کی محبت سے، رشتہ داروں اور یتیموں، اور مسکینوں اور مسافروں کو۔" (پ۲، البقرہ، ۱۷۷)

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ

"(اے حبیب علیہ السلام) آپ فرمایئے، جو کچھ خرچ کرو مال سے تو اس کے مستحق، والدین، رشتہ دار، یتیم، اور مسکین اور مسافر ہیں۔"

(پ۲، البقرہ، ۲۱۵)

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ

"اور اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ، اور والدین اور رشتہ داروں، اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔"

(پ۵، النساء، ۳۶)

Marfat.com

ان آیات مبارکہ پر غور کیجئے، کہ والدین رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں کا ذکر کیا جارہا ہے جس کا مقصد ان کے حقوق کی اہمیت کے اظہار کے ساتھ، یہ بتانا بھی ہے کہ یتیموں کو اپنا جانو، ان کے ساتھ شفقت و محبت کا سلوک اور ان کا مالی تعاون ایسی ہی ذمہ داری سمجھ کر کرو جیسے اپنے والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ کرتے ہو، انہیں غیر نہ سمجھو، فقیروں اور محتاجوں کی طرح نہ جانو، جو تم اپنوں کے لئے اور اپنے لئے پسند کرتے ہو، وہی ان کے لئے پسند کرو۔

یتیموں کی اصلاح

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ

"اور پوچھتے ہیں، آپ سے یتیموں کے بارے میں آپ فرمایئے، ان کی بھلائی کرنا بہتر ہے، اور اگر (کاروبار میں) تم انہیں ساتھ ملالو، تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے، بگاڑنے والے سے سنوارنے والے کو اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشکل میں مبتلا کر دیتا۔"

(پ۲، البقرہ، ۲۲۰)

یتیموں کی اصلاح کا حکم دیا جارہا ہے، یعنی ان کی پوری طرح تربیت اچھی تعلیم کا انتظام کرنا تمہاری ذمہ داری ہے، تاکہ وہ تمہاری اولاد کی طرح معاشرے کا اچھا حصہ بنیں اور باعزت زندگی بسر کریں، نیز فرمایا گیا کہ جب تم ان کی سرپرستی کرو، تو انہیں اور ان کے مال اور دیگر ساز و سامان کو غیروں کی طرح الگ تھلگ نہ رکھو، کہ اس طرح کسی کو ساتھ رکھنا کس کی دلآزاری بھی کرنا ہے اور اپنے لئے بھی مشکلات پیدا کرنا ہے، پس ان کو ایسا اپنا بنالو، کہ وہ گھر کے افراد ہی میں شمار ہوں حتیٰ کہ ان کو اپنے کاروبار میں ان کی دولت لگا کر حصہ دار بنالو، تاکہ مستقبل کے لئے ان کے ذریعہ معاش کی راہ بھی متعین ہو جائے، منشاء قرآن یہ ہے کہ یتیموں کو صرف پالنا ہی

Marfat.com

تمہاری ذمہ داری نہیں بلکہ اللہ چاہتا ہے کہ تم انہیں اپنا لو، اور ان کی جسمانی، روحانی، مالی ایسی اصلاح کرو جیسے ایک باپ اپنی اولاد کی کرتا ہے، تب ہی تو تم وہ حق ادا کرو گے جو ان یتیموں کو اپنے ماں، باپ سے ملتا۔

یتیموں کے مال کی حفاظت

اسلام سے پہلے اہل عرب یتیموں کی کمزوری اور لاوارثی سے پورا، پورا فائدہ اٹھاتے، اور ان پر طرح طرح ظلم ڈھایا کرتے تھے خاص طور پر ان کی دولت میں خوب گھپلا کرتے تھے، کبھی تو ان کے جوان ہونے سے پہلے ہی سب ہضم کر جاتے تھے اور انہیں پتہ بھی نہ ہونے پاتا تھا کہ ان کے باپ کے متروکہ مال سے ان کو کیا ملا تھا، اور کبھی وہ ان کے اچھے مال کے بدلے اپنا خراب مال ان کو دیدیتے تھے، مثلاً ان کے اچھے جانور خود لے لیتے، اور اپنے کمزور لاغر جانور ان کے مال میں شامل کر دیتے تھے، اور کبھی ان کی دولت اپنی دولت میں اس طرح ملا لیتے تھے کہ کوئی حساب و کتاب ہی نہ رہتا تھا، اور بالآخر سب پر قبضہ کر لیتے تھے، دین رحمت نے ان تمام صورتوں کو سخت گناہ قرار دے کر اس بد دیانتی کا دروازہ بند کر دیا اور حکم دیا۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝

"اور یتیموں کو ان کے مال دے دو، اور نہ بدلو اپنی خراب چیز کو ان کی اچھی چیز سے، اور نہ کھاؤ، ان کے مال اپنے مالوں سے ملا کر واقعی یہ بہت بڑا گناہ ہے۔" (پ۴، النساء، ۲)

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا

Marfat.com

"اور آزماتے رہو یتیموں کو، یہاں تک کہ وہ پہنچ جائیں نکاح (کی عمر) کو پس اگر تم ان میں داناٹی محسوس کرو تو انہیں ان کے مال لوٹا دو، اور نہ کھاؤ انہیں فضول خرچی سے اور جلدی جلدی اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے، اور جو سرپرست غنی ہو تو اسے چاہئے کہ وہ (یتیموں کے مال سے) پرہیز کرے اور جو سرپرست فقیر ہو تو وہ کھا لے مناسب مقدار سے، پھر جب تم ان کی طرف سے ان کے مال لوٹاؤ تو گواہ بنالو ان پر، اور کافی ہے، اللہ حساب لینے والا۔"

(پ۴، النساء، ۶)

نہایت وضاحت کے ساتھ یتیموں کے مال سے متعلق احکام صادر فرمائے جا رہے ہیں، کہ کوئی صورت ان کا مال ہضم کرنے کی نہ چھوڑی گئی، یتیموں کے مال پر قبضہ نہ کرو، انہیں دیانت سے دیدو، ان کے اچھے مال سے اپنا خراب مال مت بدلو، ان کا مال اپنے مال سے ملا کر گھپلا نہ کرو کہ سب ہضم کر جاؤ، یتیموں کو ان کا مال اس وقت سپرد کرو، جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں یعنی بالغ ہو جائیں پھر اطمینان کر لو، کہ وہ اپنی دولت کی کماحقہ حفاظت کر سکیں گے یا نہیں جب ان میں پوری طرح اس بار کو سنبھالنے کی صلاحیت دیکھو تب انہیں اختیار دو، اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤ، ایسا نہ کرنا کہ بوجھ سمجھ کر تم ان کی دولت انہیں دیدو اور وہ اسے ضائع کر دیں، یتیموں کی دولت سے عیش نہ اڑاؤ، کہ خوب فضول خرچی کرو اور جلدی جلدی خرچ کر لو تاکہ ان کے بالغ ہونے سے پہلے ہی سب کچھ ختم ہو جائے اور انہیں کچھ نہ دینا پڑے یتیموں کے سرپرست اگر غنی، صاحب استطاعت ہیں تو ان کے لئے یتیموں کی پرورش، ان کی تعلیم وغیرہ کے اخراجات، ان کی دولت سے لینا جائز نہیں، لیکن جو لوگ خود ضرورت مند ہیں اور وہ بار برداشت نہیں کر سکتے ان کے لئے یتیموں کی دولت سے ان کے اخراجات لے لینے کی اجازت ہے، لیکن "بالمعروف" دیانت

Marfat.com

کے ساتھ مناسب مقدار میں یعنی اس اجازت کو، کوئی ان کا مال ہضم کر لینے کا بہانہ نہ بنالے اور جب تم پورے اطمینان کے بعد یتیموں کو ان کی دولت کا اختیار دو، اور ان کے سپرد کرو تو احتیاط اس میں ہے کہ یہ کام گواہوں کی موجودگی میں ہو تاکہ مستقبل میں کسی اختلاف کا خطرہ نہ رہے، نیز لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تم نے اپنی ذمہ داری دیانت سے پوری کی اور حق دار کا حق ادا کر دیا اس طرح کوئی نہ تو تم پر الزام لگ سکے گا اور نہ ہی کوئی تمہارے متعلق بدگمانی میں مبتلا ہو گا ان احکام کی پابندی میں کوئی تساہل اور لاپرواہی نہ کی جائے، ورنہ تم نے حساب و کتاب صاف نہ کیا تو اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے اور وہ ایک تو دنیا ہی میں حساب لیتا ہے اس طرح کہ یتیم کی دولت ہڑپ جانے والے کبھی نہیں پنپ پاتا، اور دوسرے وہ آخرت میں حساب لے گا کہ دولت کے بدلے نیکیاں یتیموں کو دیدی جائیں گی، اور اگر نیکیاں کافی نہ ہوں گی، تو حق دار کے گناہ، حق مارنے والے کے اعمال نامہ میں منتقل کر دیئے جائیں، پس اللہ کا حساب بڑا سخت ہے بہتر یہی ہے کہ تم خود اپنا حساب صاف رکھو، مزید فرمایا گیا۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪

"اور مت قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طریقہ سے جو بہت اچھا ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔"

(پ۸، الانعام، ۱۵۲)

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪

"اور مت قریب جاؤ، یتیم کے مال کے، مگر اس طریقہ سے جو بہت اچھا ہو، اور یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔"

(پ۱۵، بنی اسرائیل، ۳۴)

یعنی یتیم کے مال میں صرف اپنے مفاد یا اس کو بالکل ختم کر دینے کی نیت سے کسی تصرف کی اجازت نہیں، ہاں یہ صورت جائز ہے کہ اس مال کو مزید بڑھانے کی غرض

Marfat.com

سے محفوظ اور منافع بخش تجارت میں لگایا جائے، اور جب یتیم بالغ ہو جائے تو سب کچھ اس کے سپرد کر دیا جائے بچے کے بالغ ہونے کی عمر تو اگرچہ بارہ اور پندرہ سال کے درمیان ہے لیکن اس عمر میں وہ اپنے مال اور کاروبار کی حفاظت کرنے کے قابل نہیں ہوتا، لہٰذا اسے اسی وقت اختیار دیا جائے گا، جب اس میں یقینی طور پر یہ صلاحیت پیدا ہو جائے جس کے لئے امام اعظم امام ابو رضی اللہ عنہ نے پچیس برس کی عمر مقرر فرمائی ہے۔

جو لوگ ان احکام کی پابندی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ان ابرار میں شامل فرماتا ہے، جنہیں جنت میں داخل ہونے اور وہاں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازے جانے کا مژدہ دیا گیا، کہ ان ابرار کی جو خوبیاں اس فضل رب کا ذریعہ بنتی ہیں ان میں یتیموں کی پرورش بھی شامل ہے ارشاد ہوتا ہے۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝

"اور جو کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت میں مسکین، اور یتیم اور قیدی کو۔"

(پ۲۹، دہر، ۸)

لیکن ان واضح احکام کے باوجود بھی جو لوگ یتیموں کے مالی امور میں محتاط نہیں کہ یا تو وہ دولت ہضم کر جاتے ہیں یا مختلف قانونی سہاروں کے ذریعہ اس پر ہمیشہ قابض رہتے ہیں مثلاً آج کل بد دیانتی کا یہ طریقہ عام ہے کہ یتیموں کی جائداد وغیرہ کی حفاظت کے بہانے، سرپرست ٹرسٹ بنا لیتا ہے، جس کا سربراہ وہ خود ہوتا ہے اور دیگر ٹرسٹوں میں اس کی بیوی یا بالغ اولاد شامل ہوتی ہے، یتیم چونکہ نابالغ ہوتا ہے اس لئے وہ اس میں شامل نہیں کیا جاتا اور اس طرح ملکیت اگرچہ یتیم ہی کی رہتی ہے لیکن برائے نام اسے ساری زندگی کو اختیار حاصل نہیں ہوتا عملی قبضہ اور کل اختیار ٹرسٹیوں کا ہوتا ہے، کتنا بڑا فریب ہے نہ جانے یہ لوگ کس کو دھوکا دیتے ہیں، یتیموں کو اپنے آپ کو، یا اللہ اور اس کے رسول کو، بہرحال یتیموں کی دولت ہضم کرنے والے چاہے کسی طرح بھی اس جرم میں مبتلا ہوں، وہ چاہے کتنے ہی شریف

Marfat.com

ہوں اور زہد و تقویٰ کے کتنے دعویدار ہوں، لیکن اللہ کے نزدیک بدترین مجرم ہیں ایسے ہی لوگوں کے لئے ارشاد ہوا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ﴿۱۰﴾

"بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ظلم سے کھاتے ہیں تو پس وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں جھونکے جائیں گے۔" (پ۴، النساء، ۱۰)

اللہ اکبر، کیسی بھیانک سزا ہے یتیم کا مال جہنم کی آگ قرار دیا گیا، بعض روایتوں سے معلوم ہوا کہ یتیم کا مال کھانے والا قیامت کے دن اس حالت میں اٹھے گا کہ اس کے پیٹ میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے، اور منہ ناک، کانوں اور آنکھوں سے نکل رہے ہوں گے، حضور علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن ایک جماعت اس طرح اٹھائی جائے گی کہ اس کے منہ، آگ سے بھڑک رہے ہوں گے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وہ کون لوگ ہوں گے آپ نے فرمایا کیا تم نے قرآن کریم کی آیت نہیں پڑھی (پھر آپ نے آیت مذکورہ بالا تلاوت فرمائی)

واقعی ان لوگوں کا ایسا ہی انجام ہونا چاہئے کیونکہ یہ اللہ کے واضح احکام کو جھٹلانے کے مرتکب ہوئے ان کی نمازیں، ان کے روزے حج اور بار، بار عمرے اور دیگر اعمال صالحہ، کس کام کے جب یہ یتیم جیسے لاچار و مجبور کی دولت میں خیانت سے باز نہ آسکے، حقیقت میں انہوں نے دین کو جھٹلایا ہے۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ﴿۱﴾ فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ﴿۲﴾

"کیا تم نے اس کو دیکھا، جو دین کو جھٹلاتا ہے، پس یہی وہ (بدبخت) ہے جو دھکے دے کر یتیم کو نکالتا ہے۔"

Marfat.com

(پ۳۰، الماعون، ۱۔ ۲)

یتیم کی دولت ہڑپ کر کے اسے بھکاری بنا دینے سے بدتر طریقہ اسے دھکے دینے کا اور کیا ہو سکتا ہے (اللہ محفوظ رکھے)

یتیم لڑکی سے نکاح

قبل اسلام یتیموں کی حق تلفی اور ان پر ظلم و ستم کے جو طریقہ اختیار کئے جاتے تھے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا، کہ یتیم لڑکی سے خود سرپرست نکاح کر لیتا تھا، یا اپنے بیٹے سے اس کا نکاح کر دیتا تھا کہ اگر لڑکی کے پاس دولت ہوتی تھی تو اسے ہتھیا لینے کا یہ نہایت ہی آسان طریقہ تھا، اور اگر دولت نہ بھی ہوتی تو نکاح کا مقصد یہ ہوتا کہ اس لڑکی کا کوئی وارث نہیں ہے، لہٰذا اس کو گھر کی باندی بنا کر رکھا جائے گا، تب بھی کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا دین رحمت نے اس حرکت کی بھی سختی سے ممانعت فرمائی ارشاد ہوتا ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ

"اور اگر تمہیں ڈر ہو، کہ تم یتیم بچیوں کے معاملہ میں انصاف نہ کر سکو گے، (تو ان سے نکاح نہ کرو) اور نکاح کرو، جو پسند آئیں تمہیں (ان کے علاوہ دوسری) عورتوں سے دو، دو اور تین تین اور چار چار"

(پ۴، النساء، ۳)

ہمارے معاشرے میں بھی بعض لوگ یتیم لڑکی سے نکاح کرنے کو بہت ثواب سمجھتے ہیں، واقعی یہ ثواب ہے جبکہ نیت اچھی ہو اور وہ اس کا پورا حق ادا کر سکیں کیونکہ یتیم لڑکی کی دلجوئی اور اس کی عزت نفس کو پروان چڑھانے کی ذمہ داری شوہر پر بہت زیادہ ہو جاتی ہے، کیونکہ اس کا سرپرست شوہر کے سوا کوئی نہیں ہوتا پس اگر اس ذمہ داری کو قبول کرتے ہوئے یتیم بچی سے نکاح کیا جائے تو بیشک ثواب ہے لیکن اگر

Marfat.com

کفار کی طرح یہی نیت ہو کہ یہ ایک لاوارث لڑکی ہے ہر قسم کے مظالم کو اپنی مجبوری کے سبب برداشت کرتی رہے گی اور پھر شوہر یا شوہر کے گھر والے اس لڑکی کو تنگ کریں یتیمی کا طعنہ دیں اور وہ بیچاری آواز تک نہ نکال سکے، تو یہ بڑا ہی ظلم ہے اور کافروں جیسی حرکت ہے، جس کی اللہ نے ممانعت فرمائی ہے پس یتیم لڑکی سے شادی کرنا ایک بڑی ذمہ داری قبول کرنا ہے نہ صرف یہ کہ اس کی ضروریات پوری کی جائیں بلکہ اس کو یتیمی کے سبب کمزور یا ذلیل و خوار بھی نہیں سمجھنا چاہئے، کہ یتیموں کی بے عزتی ان اسباب میں سے ایک سبب ہے جس سے انسان کے رزق میں تنگی ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝
كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝

"اور جب اللہ اس (انسان) کو آزماتا ہے، کہ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا، ایسا نہیں بلکہ (اس کی وجہ یہ ہے) تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔"

(پ ۳۰، الفجر، ۱۶-۱۷)

یعنی رزق کی تنگی اس لئے نہیں ہوتی کہ اللہ کسی کو تنگدست کر کے ذلیل کرنا چاہتا ہے، کہ عزت و ذلت کا دولت سے کوئی تعلق نہیں ہاں اعمال کا دولت سے تعلق ضرور ہے کہ بعض اعمال فراخی رزق کا ذریعہ بنتے ہیں اور بعض تنگی رزق کا، ان میں سے ایک یتیم کا اکرام نہ کرنا بھی ہے کہ جو یتیم کی بے عزتی کرتا اسے ذلیل و خوار سمجھتا ہے اس کو دنیا میں تنگ دستی کی صورت میں بدلہ دیا جاتا ہے۔

یتیم پر قہر نہ کرو

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝

"پس کسی یتیم پر سختی نہ کیجئے۔" (پ ۳۰، والضحیٰ، ۹)

Marfat.com

آیت میں خطاب نبی مکرم علیہ السلام سے ہے، کہ اے پیارے محبوب علیہ السلام آپ خود "در یتیم" ہیں ہم نے اپنے فضل و کرم سے آپ کی پرورش و تربیت اور تعلیم کا اہتمام بلاواسطہ کیا، پس اب آپ تمام یتیموں کا سہارا بن جایئے کسی یتیم پر سختی نہ فرمایئے بلکہ انہیں اپنے دامن شفقت و محبت میں پناہ دیجئے، نیز بواسطہ نبی مکرم علیہ السلام یہ حکم ہر مومن کے لئے ہے کہ یتیموں کی نگہبانی اس خیال سے کرو کہ ان کا تعلق اس آقا سے ہے، جو خود "در یتیم" ہیں پس ان کے ساتھ محبت و شفقت کا برتاؤ، در یتیم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہو گا ہم نے یتیموں کا کفیل اول پیارے محبوب علیہ السلام کو بنایا ہے، قیامت تک ان کا جو غلام بھی ان کی کفالت کرے گا، دنیا و آخرت میں ہمارا محبوب اس کا کفیل بنے گا۔

حضور علیہ السلام نے اس ارشاد رب کے مطابق یتیموں کی کفالت کا جو اہتمام کیا اس کا اندازہ آپ نے قرآن کریم کی آیات سے کیا کہ یتیموں کے حق میں یہ تمام احکام بواسطہ نبی مکرم علیہ السلام ہی نازل ہوئے، مزید بر آں آپ نے وحی غیر متلو، یعنی اپنے ارشادات سے جس طرح اس کمزور انسانی طبقہ کو تقویت پہنچائی اور سہارا دیا اس کا اندازہ چند احادیث مبارکہ سے کر لیجئے۔

یتیم اور احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ

اِنَّ الْیَتِیْمَ اِذَا بَکٰی اِهْتَزَّ لِبُکَائِهٖ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ۔

"جب یتیم روتا ہے تو عرش رحمٰن لرزنے لگتا ہے۔" (بخاری شریف)

یتیم کو نہ ستاؤ، اس کے رونے سے اللہ کا عرش تک لرزنے لگتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ دریائے غضب جوش میں آجائے، اور یتیم کی آہ، تمہاری تباہی و بربادی کا سبب بن جائے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

Marfat.com

اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا، خواہ یتیم اپنا ہو یا غیر، جنت میں اس طرح ہوں گے اور اپنی انگشت شہادت اور درمیانی سے اشارہ فرمایا اور دونوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔" (بخاری شریف)

یتیموں کی کفالت کرنے والوں کے لئے کتنا بڑا مژدہ اور اعزاز ہے مژدہ تو جنت ملنے کا ہے اور اعزاز جنت میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا ہے ایک مومن کے لئے اس سے بڑی نعمت کیا ہو سکتی ہے کہ اسے دنیا ہی میں جنتی ہونے کی خبر مل جائے مزید بر آں آقا کے قرب کا بھی یقین دلا دیا جائے، مزید خوشخبری سنئے اس حدیث کہ راوی حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ ہیں بتاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

مَنْ مَسَحَ رَاْسَ يَتِيْمٍ لَمْ يَمْسَحْهُ اِلَّا لِلّٰهِ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ تَمُرُّ عَلَيْهَا يَدُهٗ حَسَنَاتٌ وَمَنْ اَحْسَنَ اِلٰى يَتِيْمَةٍ اَوْ يَتِيْمٍ عِنْدَهٗ كُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَقَرَنَ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ۔

"جو کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے، صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے، تو جس جس بال پر ہاتھ لگتا ہے اس کے بدلے نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور جو کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، تو میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے، اور آپ نے اپنی دو انگلیاں ملائیں۔"

(ترمذی شریف)

اللہ اکبر، یتیم کو ہم کمزور و مجبور سمجھتے ہیں غریب و لاچار خیال کرتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ رحمتوں اور برکتوں کا خزانہ ہے کہ اس کے وسیلہ سے اللہ کی رحمت برسنے لگتی ہے، غور تو فرمایئے صرف اتنا سا عمل کہ کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر دیا وہ بھی ضائع نہ جائے گا اس کا صلہ بھی معمولی نہیں، بلکہ جتنے بالوں پر ہاتھ لگا ہے اتنے بالوں کے بدلے نیکیوں کا اجر جمع ہو گیا یہ عمل خود در یتیم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے

Marfat.com

کہ آپ جب بھی کسی یتیم کو دیکھتے، اس کے قریب تشریف لے جاتے اور اس کے سر ہاتھ پھیرتے گویا ایسا کرنے والوں کو سنت پر عمل کا ثواب بھی ملے گا، اسی لئے اکثر بزرگوں اور علماء کو دیکھا گیا ہے کہ جہاں کہیں یتیم نظر آیا وہ اس کے سر پر ہاتھ ضرور پھیرتے ہیں بہرحال یہ تو صرف اظہار شفقت و محبت کا صلہ ہے اور جس خوش نصیب کو یتیم کی کفالت و سرپرستی کا شرف حاصل ہو گیا، اس کا تو مقدر ہی جاگ گیا، کہ وہ جنتی ہو گیا اور جنت میں بھی اسے مالک جنت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا ارفع و اعلیٰ مقام نصیب ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ۔

"مسلمانوں کا بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کا برا گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو، اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔" (ابن ماجہ)

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر غور فرمایئے، یتیموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی کس طرح تاکید فرما رہے ہیں کہ جس گھر میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے تو وہ گھر بہترین اور اگر اس کے ساتھ برا برتاؤ کیا جاتا ہے تو وہ گھر بہت ہی برا ہے، کہ یتیم، اللہ کی امانت ہے جس کے ساتھ حسن سلوک ذریعہ خیر و برکت ہے اور بد سلوکی اور اس کے ساتھ بد دیانتی باعث عذاب الٰہی ہے۔

حضور علیہ السلام نے کمزور لوگوں کو خصوصیت کے ساتھ اللہ کی رحمت کے نزول کا ذریعہ قرار دیا، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

اِبْغُوْنِيْ فِي الضُّعَفَاءِ فَإِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ۔

"تم مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کرو، کیونکہ کمزوروں ہی کے صدقہ میں تم مدد کئے جاتے ہو، اور رزق دیئے جاتے ہو۔" (ابو داؤد)

Marfat.com

غریب، محتاج، معذور، بیوہ، یتیم، جنہیں لوگ اپنی دولت کے نشہ میں حقیر و خوار سمجھتے ہیں ان کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، اپنی محافل میں ان کو مدعو کرنا اپنی توہین جانتے ہیں یہ اللہ کی وہ کمزور مخلوق ہیں کہ جس گھر میں جس محفل میں یہ موجود ہوتے ہیں وہیں اللہ کی رحمت برسنے لگتی ہے جو لوگ ان کی مدد کرتے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں انہیں اللہ کی مدد حاصل ہوتی اور ان پر اللہ کی طرف سے رزق کے دروازے کھل جاتے ہیں! اللہ کے محبوب علیہ السلام نے ان سب سے اظہار محبت فرمایا، لیکن خصوصیت کے ساتھ دو قسم کے کمزوروں کی حق تلفی سے ڈرایا، حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِیْفَیْنِ الْیَتِیْمِ وَالْمَرْاَۃِ۔

"اے اللہ، میں (لوگوں کو) ڈراتا ہوں یتیم اور عورت کے حق کا خیال نہ رکھنے سے۔" (نسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص، حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنی قساوت قلبی کی شکایت کی (یعنی عرض کیا کہ میرا دل بہت سخت ہے اگر میں کسی پر مہربانی کرنا بھی چاہتا ہوں تو نہیں کر پاتا) آپ نے فرمایا۔

اَمْسَحْ رَاْسَ الْیَتِیْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْکِیْنَ۔

"یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو، اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔"

(مشکوٰۃ)

طبیب القلوب صلی اللہ علیہ وسلم، سخت دل کو نرم کرنے کا علاج بتا رہے ہیں یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا، اور بھوکے کو کھانا کھلانا، قساوت قلب دل کا سخت ہو جانا، بدنصیبی اور بڑی محرومی کا ذریعہ ہے اور رقت قلب یعنی دل کا نرم ہونا، بڑی ہی خوش نصیبی اور بے شمار برکتوں کے حصول کا ذریعہ ہے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے اور غریب کو کھانا کھلانے سے، بدنصیبی، خوش نصیبی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور دل کی نرمی کی نعمت میسر آتی ہے ابھی ہم نے عرض کیا کہ یتیم اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا خزانہ ہے

Marfat.com

دیکھئے اس پر شفقت کس طرح دل کی حالت تبدیل کر دیتی ہے پس یتیموں کو اللہ کی نعمت جانو اور اس کی قدر کرو۔

یتیموں کی پرورش

قرآن کریم کی آیات اور احادیث مبارکہ سے آپ نے بخوبی یہ اندازہ کر لیا ہے کہ یتیم بچے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر محبوب اور پیارے ہیں، کہ ان کی سرپرستی اور پرورش کرنے کی تاکید کی گئی اور یہ بھی واضح کر دیا گیا، کہ جو لوگ اس حکم کی تعمیل کریں گے وہ یتیموں پر کوئی احسان نہیں کریں گے، بلکہ انہیں اس کا پورا پورا اجر دیا جائے گا، یہ یتیم ان کے لئے دنیا میں اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کے حصول کا ذریعہ بنیں گے، اور آخرت میں انہی کی وجہ سے جنت نصیب ہوگی، نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ یتیموں کی پرورش کا طریقہ کیا ہے کہ ہر مسلمان یتیم کی کفالت کا ذمہ دار قرار دیا گیا، چاہے وہ یتیم اس کا خونی رشتہ دار ہو یا کوئی غیر ہو، اس گھر کو بہترین گھر قرار دیا گیا، جس میں یتیم کی پرورش ہو رہی ہو اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ ہوتا ہو اسی تعلیم کا اثر ہوا، کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دروازے یتیموں کے لئے کھلے رہتے تھے اور ان کی بیویاں گودیں پھیلائے اللہ کی اس نعمت کا انتظار کیا کرتی تھیں وہ گھر، خوش نصیبوں کا گھر کہلاتا تھا جس میں یتیم کی پرورش ہو رہی ہوتی تھی، وہ عورت دوسری عورتوں پر فخر کیا کرتی تھی جسے کس یتیم کی خدمت کا موقع ہاتھ آ جاتا تھا یہ غزوات کا دور تھا صحابہ کرام شہید ہوتے رہتے تھے، یتیموں اور بیواؤں کی کمی نہ تھی لیکن وہ بوجھ نہ سمجھے جاتے تھے، بلکہ ان کی سرپرستی اور کفالت کو اللہ کا فضل جان کر بدل و جان قبول کیا جاتا تھا، ان کے لئے نہ چندہ کیا جاتا تھا نہ بھیک مانگی جاتی تھی۔

اس موقع پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ قرآن و حدیث نے یتیموں کی پرورش کو انفرادی ذمہ داری قرار دیا ہے کہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی نہ کسی یتیم کی

Marfat.com

پرورش کرے یہ اجتماعی ذمہ داری نہیں کہ اس کے لئے خصوصی ادارے قائم کئے جائیں، یا حکومت اسلامیہ اس کے نظم و نسق کے لئے کوئی شعبہ قائم کرے، کیونکہ یتیموں کے لئے صرف کھانے، پینے اور تعلیم وغیرہ ہی کا انتظام مقصود نہیں بلکہ شریعت مطہرہ انہیں والدین کا نعم البدل دلانا چاہتی ہے یعنی ایسی سرپرستی کہ یتیم کو اپنی یتیمی کا احساس تک نہ رہے اسے وہی محبت و شفقت مل جائے جو اس کے والدین سے ملتی اس مقصد کی تکمیل انفرادی طور پر ہی ہو سکتی ہے کہ ہر شخص یتیم کی پرورش اپنے بچوں کے ساتھ بچوں ہی کی طرح کرے، یعنی اگر کسی کے چار بچے ہیں اور وہ ایک یتیم کا سرپرست ہے تو وہ اپنے پانچ بچے سمجھے، نیز چاروں بچوں میں یہ احساس پیدا کرے کہ وہ چار نہیں، پانچ ہیں یہ محبت و شفقت ہی یتیمی کے اس زخم کا مداوا ہے جسے اسلام عارضی اور وقتی زخم قرار دیتا ہے کہ یتیم بچے پر بالغ ہو جانے کے بعد وہ احکام نافذ نہیں ہوتے جو یتیموں کے لئے مخصوص ہیں۔

علاوہ ازیں اسلامی تعلیمات کا مقتضٰی یہ ہے کہ یتیموں کو دوسرے بچوں کی طرح معاشرے کا جز بنایا جائے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق معاشرے میں گھل مل جائیں اور ان پر یتیمی کا کوئی اثر باقی نہ رہے، اس مقصد کی تکمیل بھی اسی صورت میں ہوتی ہے جب یتیم بچے مختلف گھروں اور خاندانوں میں پرورش پاکر مختلف صلاحیتوں کے مالک بنیں اجتماعی تربیت سے صلاحیتوں کا اختلاف پیدا نہیں ہو سکتا، بلکہ ختم ہو جاتا ہے، مثلاً فوجی ایک ہی ذہنیت اور صلاحیت کے مالک ہوتے ہیں وہ محاذ جنگ پر لڑ تو سکتے ہیں لیکن زندگی کے دوسرے شعبوں میں وہ اکثر کامیاب نہیں ہو پاتے۔

یتیم بچوں کی پرورش سے متعلق اسلامی تعلیمات کے ان مقاصد کو ذہن نشین کر لینے کے بعد، یتیم خانوں کے رواج پر نظر ڈالئے اور غور فرمایئے کیا حضور علیہ السلام نے یا خلافت راشدہ کے دور میں صحابہ نے یتیم خانے قائم کئے تو جواب نفی ہی میں آئے گا، اس کے برعکس اسلام نے مسلمانوں کے گھر کو یتیم خانہ قرار دیا نیز کیا یتیم خانوں سے وہ مقاصد حاصل ہوتے ہیں جن کے لئے اسلام نے یتیموں کی تربیت کی

Marfat.com

ذمہ داری افراد پر عائد کی، اس کا جواب بھی نفی ہی میں ہوگا، اس کے برعکس یتیم خانے، ان لاوارث بچوں کو نفسیاتی طور پر احساس کمتری میں مبتلا کرتے ہیں زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات کا انہیں بہترین مصرف قرار دیا جاتا ہے جس سے ان کی جسمانی پرورش تو ہوتی لیکن دل مردہ ہو جاتا ہے، یتیم خانوں کے لئے چندہ کرنے کی ذمہ داری بھی انہی پر عائد کی جاتی ہے اور اس طرح ان بچوں کو بھکاری بنا دیا جاتا ہے انہیں مخصوص یونیفارم پہنا کر ان پر یتیمی کے اثرات مزید نمایاں کر دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ ان کے دلوں کا زخم ان کے چہروں پر نظر آنے لگتا ہے اور جو چہرے ہمارے بچوں کے چہروں کی طرح، شگفتہ اور کھلے ہونے چاہئے تھے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مرجھا جاتے ہیں اور جو صلاحیتیں جوان ہو کر معاشرے کے کام آنا چاہئے تھیں وہ یتیم خانوں کی چہار دیواری ہی میں دفن ہو جاتیں ہیں یہ مردہ دل اور بے صلاحیت جسم جب یتیم خانوں کی قید سے آزاد ہوتے ہیں تو یا تو بھکاری بنتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ مزدور بن جاتے ہیں آہ! نہ جانے، ان کے والدین نے ان کے لئے کیا کیا خواب دیکھے تھے، جو یتیم خانوں کی نذر ہوگئے، نہ جانے یہ کن کن خاندانوں کی کلیاں تھیں، جو یتیم خانوں کے سنگلاخ ماحول میں مرجھا کر رہ گئیں۔

اور ہمارا حال یہ ہے کہ یتیم خانوں کو ہم نے اجر و ثواب اور رحمت و برکت کی کانیں سمجھ رکھا ہے، بس یتیم خانوں کو زکوٰۃ و صدقات کی رقوم اپنی تقریبات کا بچا کھچا کھانا پہنچایا، اور سمجھ لیا کہ ہمیں بڑا ثواب مل گیا یا یتیم خانہ سے بچوں کو بلایا کھانا کھلایا کچھ پیسے تقسیم کر دیئے اور مطمئن ہوگئے کہ رحمت و برکت برسنے لگی، تہوار وغیرہ کے مواقع پر یتیم خانوں میں جاکر ہم بچوں کو مٹھائیاں اور تحائف تقسیم کرتے ہیں جن کو یہ مرجھائی ہوئی کلیاں قوم کا بڑا احسان سمجھ کر قبول کرتی ہیں جب وہ ننھے، ننھے بچے ہمارے سامنے ہاتھ پھیلائے قطار باندھے کھڑے ہوتے ہیں تو ہم بڑے خوش ہوتے اور اپنی دولت مندی پر ناز کرتے ہیں، کہ ہم ان محتاجوں کی مدد کر رہے ہیں عزیزو! یہ سب نفس کا فریب ہے اس طرح ہم ہرگز اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کے احکام کی تعمیل نہیں کر رہے، جو ہمیں یتیموں کے متعلق دیئے گئے ہماری ذمہ داری تو یہ قرار دی گئی کہ ان بچوں کو ہم اپنا بچہ بنالیں، ان کے ساتھ وہی کچھ کریں، جو ہم اپنی اولاد کے ساتھ کرتے ہیں پس اگر آپ نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو سمجھ لیا ہے تو ان پر عمل کیجئے، جیسے عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اٹھئے یتیم خانوں کی قید و بند سے ان یتیموں کو آزاد کرا کے گود لے لیجئے، ان کو ماں، باپ، جیسا پیار دیجئے انہیں اپنے بچوں جیسی غذا فراہم کیجئے، اپنے بچوں جیسی رہائش کا ان کے لئے انتظام کیجئے، وہی لباس انہیں پہنایئے جو اپنے بچوں کو آپ پہناتے ہیں انہی اسکولوں میں ان کی تعلیم کا انتظام کیجئے جن میں آپ کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں اسی طرح ان کی تربیت کیجئے، جس طرح آپ اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہیں ان پر مہر کیجئے اور قہر سے انہیں نجات دلایئے، یہ ہوگا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء و مرضی کے مطابق۔

"یتیموں کے ساتھ اچھا برتاؤ"

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

جو لوگ ایک محلّہ میں رہتے ہوں اور وہ آپس میں ایک دوسرے کو جانتے تک نہ ہوں، ان میں باہمی میل جول اور محبت نہ ہو اور وہ ایک دوسرے کے غم و خوشی میں شامل نہ ہوں، تو اس سے ایک ہی محلّہ میں بہت سے مسائل، الجھنیں اور پریشانیاں پیدا ہوتی ہیں، جو سب اہل محلّہ کے تکلیف دہ ہوتی ہیں اسلام جو نظام امن اور نظام سکون و اطمینان ہے اپنے ماننے والوں کو پڑوسیوں کے ساتھ اہل محلّہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تعلیم دیتا ہے، جس سے ان کے اکثر مسائل اور پریشانیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے سب ایک دوسرے پر اعتماد کرنے لگتے ہیں اور اس طرح اطمینان و سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں جیسے ایک گھر میں چار بھائی مع اپنے اہل و عیال کے سکون و اطمینان کے ساتھ رہتے ہیں نہ کسی کو کسی سے اپنی عزت کا خوف ہوتا ہے اور نہ جان و مال کا۔

پڑوسیوں کی قسمیں

پڑوسی، ہمسایہ، اور عربی میں جار" وہ دو آدمی ہیں جو ایک دوسرے کے قریب رہتے اور بستے ہیں۔ قرآن کریم میں پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی
وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ
بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ لا وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ
مُخْتَالًا فَخُوْرًا ○

Marfat.com

"اور عبادت کرو اللہ کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ، اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو نیز رشتہ داروں اور یتیموں، اور مسکینوں اور پڑوسی جو رشتہ دار ہے، اور پڑوسی جو رشتہ دار نہیں ہے، اور ہم مجلس اور مسافر اور جو تمہارے قبضہ میں ہیں (ان سب سے اچھا برتاؤ کرو) بیشک اللہ پسند نہیں کرتا اس کو جو مغرور ہو، فخر کرنے والا ہو۔"

(پ۵، النساء، ۳۶)

جار ذی القربیٰ

وہ پڑوسی جن سے کوئی قرابت ہو چاہے یہ قرابت صرف اسلام کی ہو یا وہ مسلمان بھی ہوں اور عزیز بھی ہوں اگر قرابتیں موجود ہیں یعنی مسلمان بھی ہیں اور عزیز بھی، تو ان کا حق صرف ایک قرابت رکھنے والے سے زیادہ ہوگا کہ ایک حق تو پڑوسی ہونے کا اور دوسرا حق رشتہ دار ہونے کا، نیز ان کے مکانی قرب کا لحاظ بھی رکھا جائے گا، کہ جس کا مکان دائیں بائیں، ملا ہوا ہے اس سے زیادہ میل جول رکھا جائے، کہ سب سے پہلے وہی کام آئے گا، اس کا حق دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

جار الجنب

وہ پڑوسی جو کچھ دور ہوں، لیکن ایک ہی گلی یا ایک ہی محلہ میں آباد ہوں ان میں جو مسلمان اور رشتہ دار ہیں وہ عام مسلمانوں سے زیادہ حق دار ہوں گے، اور جو صرف مسلمان ہیں وہ غیر مسلم پڑوسیوں سے زیادہ حق دار ہوں گے۔

بہرحال، پڑوسی کسی قسم کے ہوں اسلام ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دیتا ہے جس کی وضاحت نبی مکرم علیہ السلام کے ارشادات سے ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

کمال ایمان اور پڑوسی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے (مجمع صحابہ میں تین مرتبہ) فرمایا۔

لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ۔

"اللہ کی قسم، مومن نہیں ہوتا، اللہ کی قسم مومن نہیں ہوتا، اللہ کی قسم مومن نہیں ہوتا، پوچھا گیا یارسول اللہ کون، فرمایا جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی امن میں نہ ہو۔" (مسلم شریف)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اللہ نے تمہارے درمیان اخلاق کو اسی طرح تقسیم فرمایا ہے جیسے رزق تقسیم فرمایا اور اللہ تعالیٰ دنیا تو ہر کسی کو دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اسے بھی اور جس سے محبت نہیں کرتا اسے بھی لیکن دین اسی کو نصیب فرماتا ہے جس سے محبت کرتا ہے پس اللہ نے جسے دین دیا وہ اللہ کا محبوب ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔

لَا یُسْلِمُ عَبْدٌ حَتّٰی قَلْبُہٗ وَلِسَانُہٗ وَلَا یُؤْمِنُ حَتّٰی یَاْمَنَ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ۔

"بندہ مسلمان نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان ہو جائے اور ایمان والا نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی بے خوف ہو جائے۔" (بیہقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِیْ یَشْبَعُ وَجَارُہٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِہٖ۔

"مومن وہ نہیں جو اپنا پیٹ بھر لے، اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں

Marfat.com

بھوکا ہو۔" (بیہقی)

ان تینوں ارشادات پر غور فرمایئے، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی کس طرح تاکید فرما رہے ہیں کہ اسے کمال ایمان کا ذریعہ قرار دے رہے ہیں مومن کامل وہ نہیں جس سے پڑوسی ہر وقت خوفزدہ رہے کبھی اسے اپنی جوان بیوی یا بیٹی کی عزت و آبرو کا خطرہ ہو، تو کبھی اپنی جان کا یا اپنے مال کا، یا کسی دوسری تکلیف کا ایمان کا کمال تو یہ ہے کہ ایک مومن اپنے رویہ سے پڑوسی کو اتنا مطمئن کر دے کہ وہ ہر اعتبار سے ہر معاملہ میں اس پر اعتماد کرنے لگے، حتیٰ کہ جب وہ گھر پر نہ ہو تو اسے اطمینان ہو کہ میرے اہل و عیال مال و متال کی نگرانی کے لئے میرا پڑوسی موجود ہے کہ جس معاشرے میں پڑوسی کو پڑوسی پر اعتماد نہ ہو وہ معاشرہ کسی کے لئے پرسکون نہیں ہو سکتا، اس میں زندگی بسر کرنا دو بھر ہو جاتا ہے جب کہ اسلام انسانوں کو امن و سکون کی زندگی فراہم کرنا چاہتا ہے اور وہ شخص بھی مومن کامل نہیں جو خود تو کھا پی کر آرام کی نیند سوتا ہے لیکن اس کے پڑوسی کے گھر میں فاقہ ہوتا ہے اس کے بچے تک بھوک سے بلبلاتے ہیں کہ اسلام انسان کو جانوروں کی طرح خود غرض ہونا پسند نہیں فرماتا، رب رحیم و کریم تو یہ چاہتا ہے کہ انسان پہلے دوسروں کا پیٹ بھرے اور پھر خود کھائے یہی انسانیت ہے اور اسی سے ایمان کا کمال نصیب ہوتا ہے اور اسی لئے ہر دور کے صالحین کا یہی عمل رہا، بعض بزرگوں کی تو یہ کیفیت تھی کہ جب تک اپنی معلومات کے ذرائع سے انہیں یہ اطمینان نہیں ہو جاتا تھا کہ کوئی بھوکا تو نہیں اس وقت تک وہ کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔

غرضیکہ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ان کی ضروریات کا خیال کمال ایمان کا ذریعہ ہے حتیٰ کہ ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے والا اپنی بدعملی اور بدکرداری سے انہیں خوف و ہراس میں مبتلا اور ان کی زندگی کو اجیرن بنانے والا سزا بھگتے بغیر جنت میں بھی داخل نہ ہونے پائے گا، جیسا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے بروایت انس رضی اللہ عنہ فرمایا۔

Marfat.com

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ لَّا یَامَنُ جَارُہٗ بَوَآئِقَہٗ ۔

"وہ شخص جنت میں داخل نہ ہو گا جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی بے خوف نہ ہو۔" (مسلم شریف)

پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے کی مزید تاکید کا اندازہ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے کیجئے کہ حضور علیہ السلام نے (آپ کو پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتے ہوئے) فرمایا۔

مَازَالَ جِبْرَئِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ سَیُوَرِّثُہٗ۔

"جبرئیل علیہ السلام، مجھے پڑوسی کے متعلق تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث قرار دیدیں گے۔"

(بخاری شریف)

یعنی جبرئیل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کو پڑوسیوں کے اتنے حقوق بتائے، کہ انہیں رشتہ داروں کے قریب کر دیا، اتنا قریب کیا کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ ایک پڑوسی کو دوسرے پڑوسی کے متروکہ مال میں بھی دیگر وارثین کے ساتھ شریک کرنے والے ہیں، گویا رشتہ داروں سے ملتے جلتے ہی پڑوسیوں کے حقوق ہیں۔

اچھا انسان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر پوچھا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کیسے معلوم ہو کہ میں نے بھلائی کی ہے یا برائی (میں اچھا انسان ہوں یا برا) آپ نے فرمایا کہ۔

اِذَا سَمِعْتَ جِیْرَانَکَ یَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ وَاِذَا سَمِعْتَہُمْ یَقُوْلُوْنَ قَدْ اَسَأْتَ فَقَدْ اَسَأْتَ۔

"جب تم اپنے پڑوسی کو کہتے سنو، کہ تم نے بھلائی کی ہے تو واقعی تم نے بھلائی کی ہے اور جب تم اپنے پڑوسی کو کہتے سنو کہ تم نے برائی کی

Marfat.com

ہے تو واقعی تم نے برائی کی ہے۔" (ابن ماجہ)

یعنی ایک شخص کا باکردار یا بدکردار ہونا، اس کے پڑوسی کی گواہی پر موقوف ہے، جیسا اس نے بتا دیا، ویسا ہی سمجھا جائے گا، ایک حدیث شریف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَكَ۔

"اللہ کے نزدیک بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوست کے ساتھ اچھا ہو اور بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا ہو۔"

(ترمذی)

انسان کا اچھا ہونا، یا برا ہونا کس قدر اہم ہے یہ سب جانتے ہیں اچھے انسان کی ہر کوئی عزت کرتا اور اس پر اعتماد کرتا ہے جبکہ برے انسان سے معاشرے کا ہر فرد نفرت کرتا اور اسے دور، رہنے کی کوشش کرتا ہے جس شخص کی امانت و دیانت اور خوش اخلاقی مشہور ہو، اس سے لوگ معاملات کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور جو شخص بدکرداری میں مشہور ہو اس سے ہر شخص کسی بھی قسم کا معاملہ کرنے سے کتراتا، اور بچتا ہے انسان کا ایسا اہم کردار پڑوسیوں کے سپرد کر دیا گیا کہ جس کو پڑوسیوں نے اچھا کہہ دیا وہ اچھا قرار پایا اور جس کو پڑوسیوں نے برا کہہ دیا وہ برا ہو گیا۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے کہ لوگ کسی کے کردار کا پتہ چلانے کے لئے اس کے پڑوسیوں سے تحقیقات کرتے ہیں ہمارا ذاتی تجربہ ہے کہ ایک عورت ہمارے گھر آئی اور کہنے لگی، کہ آپ کے برابر کے گھر میں ایک لڑکی ہے جس سے میں اپنے لڑکے کا رشتہ کرنا چاہتی ہوں، کیا آپ مجھے اس لڑکی اور اس کے گھر والوں کے متعلق بتا سکتے ہیں، کہ یہ لوگ کیسے ہیں گویا وہ عورت یہ یقین کرتی تھی کہ ایک شخص کا حال بتانے کے لئے اس کے پڑوسی سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا، پس معاشرے میں مقام حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے

Marfat.com

کہ آدمی پڑوس میں اچھا مقام پیدا کرے، جس کا ذریعہ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور ان کا حق ادا کرنا ہے، اسی لئے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک اور انہیں تکلیف نہ دینے کو ایمان کا مقتضٰی یا ایمان کی علامت قرار دیتے ہیں۔

حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُحْسِنْ اِلٰى جَارِهٖ۔

"جو شخص اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔" (بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی مکرم علیہ السلام نے فرمایا۔

"جو شخص اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے۔" (مسلم شریف)

عورتوں کی ذمہ داری

پڑوسیوں کے معاملہ میں زیادہ ذمہ داری، عورتوں پر ہے، کیونکہ اکثر پڑوس میں میل جول، یا اختلاف کا ذریعہ عورتیں ہی بنتی ہیں، کہ مرد تو اپنی معاشی مصروفیات کے سبب سارا دن گھروں سے باہر رہتے ہیں محلّہ میں عورتیں ہی ایک دوسرے سے ملتی جلتی رہتی ہیں انہی کو پتہ ہوتا ہے کہ کون پڑوسی کیسا ہے مردوں سے وہ جس کی تعریف کرتی ہیں، اسی سے ان کا میل جول ہو جاتا ہے، اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی عورت اپنے مرد کو کسی پڑوسی کے خلاف بھڑکا دیتی ہے تو سر پھٹول تک کی نوبت آجاتی ہے اسی لئے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو جنتی قرار دیا جو اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ کسی نے نبی مکرم علیہ السلام کو بتایا کہ فلاں عورت کثرت نمازیں

Marfat.com

پڑھنے، روزے رکھنے اور صدقہ و خیرات کرنے کا چرچا ہے لیکن وہ اپنی بدزبانی سے اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچاتی ہے آپ نے فرمایا "ھی فی النار" وہ جہنمی ہے اس شخص نے عرض کیا کہ کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں عورت، کم روزے رکھنے، کم صدقہ و خیرات کرنے اور کم نمازیں پڑھنے میں مشہور ہے وہ تو بس پنیر کے ٹکڑے ہی خیرات کرتی ہے لیکن کبھی اپنی زبان سے اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی۔ آپ نے فرمایا "ھی فی الجنتہ" وہ جنتی ہے۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر عورتوں کو خطاب فرماتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

یَانِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَاتَحْقِرَنَّ جَارَۃٌ لِجَارَتِھَا وَلَوْ فِرْسَنَ شَاۃٍ۔

"اے مسلمان عورتوں، اپنی پڑوسن کے لئے کوئی چیز حقیر نہ سمجھو، اگرچہ وہ بکری کا ایک کھر ہی ہو۔" (بخاری شریف)

عام طور پر عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ اگر پڑوس سے کوئی معمولی چیز آئے تو ناک بھوں چڑھاتی ہیں یا خود پڑوس میں کوئی معمولی چیز بھیجنے سے کتراتی ہیں، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا منشاء اسی عادت کو ختم کرنا ہے، کہ ہدیہ و تحفہ کی یا معیار نہیں دیکھنا چاہئے بھیجنے والے کے خلوص اور اس کی محبت کی قدر کرنا چاہئے، تحفہ کسی کی امداد نہیں، بلکہ سرکار علیہ السلام کا فرمان ہے "تھادوا تحابوا" تحفوں سے محبت پیدا کرو، تحفہ اظہار محبت کا ذریعہ ہے اگر کسی نے اپنی حیثیت کے مطابق کوئی معمولی چیز بھی بھیج دی تو نہ تو اس کو حقیر سمجھنا چاہئے اور نہ اپنی کسی معمولی چیز کے بھیجنے میں شرم کرنا چاہئے اصل مقصد تو تعلق قائم کرنا اور محبت پیدا کرنا ہے، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

یَاأَبَاذَرٍّ إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَۃً فَأَکْثِرْ مَاءَھَا وَتَعَاھَدْ جِیْرَانَکَ۔

"اے ابوذر، جب تم شوربا پکاؤ، تو اس میں پانی زیادہ کر دیا کرو، اور اپنے پڑوسیوں کا خیال کرو۔" (مسلم شریف)

Marfat.com

خراب پڑوسی

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پڑوسی کے ساتھ کتنا ہی اچھا برتاؤ کیا جائے لیکن وہ پریشان کرتا اور ستاتا ہی رہتا ہے، کیونکہ بعض لوگوں میں فطرتاً دوسروں کو ستانے اور تکلیف پہنچانے کی عادت ہوتی ہے، ایسی صورت میں اچھی تدبیروں سے اپنے آپ کو اس کی ایذا رسانی سے بچانے کی کوشش کرنا چاہئے کہ برائی کا بدلہ برائی سے اگر دیا جائے تو برائی ختم نہیں ہوتی بلکہ اور زیادہ ہوتی ہے، ایسے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے اچھے نتیجہ کی توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر اس میں تھوڑی بھی انسانیت اور شرافت ہوگی تو وہ ضرور اپنی حرکتوں پر نادم و شرمندہ ہو کر ان سے باز آجائے گا لیکن اگر وہ حسن سلوک کے باوجود بھی اپنی ایذا رسانی سے باز نہ آئے تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم کردہ طریقہ اپنانا چاہئے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا، کہ نبی مکرم علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اپنے پڑوسی کی شکایت کرتے ہوئے عرض کرنے لگا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو اس کے ساتھ ہمیشہ اچھا برتاؤ کرتا ہوں، لیکن وہ مجھے ستاتا اور پریشان کرتا رہتا ہے، اس صورت میں مجھے اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے، آپ نے فرمایا "اذھب فاصبر" جاؤ صبر کرو، یعنی تم اپنا طریقہ نہ بدلو، اس کے ساتھ نیکی ہی کرتے رہو، اور اس کی تکالیف پر صبر کرو، وہ شخص چلا گیا لیکن چند دن بعد پھر حاضر ہو کر اس نے شکایت کی آپ نے فرمایا۔

اِذْھَبْ فَاطْرَحْ مَتَاعَكَ فِی الطَّرِیْقِ۔

"جاؤ، اپنا سامان گھر سے نکال کر راستہ میں ڈال دو۔"

اس نے ایسا ہی کیا لوگوں نے جب سامان باہر پڑا دیکھا تو اس کے گرد جمع ہوگئے اور اس کا حال معلوم کرنے لگے، چونکہ سب جانتے تھے کہ یہ شخص اچھا ہے لہٰذا جب اس نے اپنے پڑوسی کی حرکتیں بیان کیں تو سب اسے لعنت، ملامت کرنے، اور

Marfat.com

شرمندہ کرنے لگے، آخر کار وہ بڑا ہی نادم ہوا اور اس شخص سے معافی مانگتے ہوئے کہنے لگا۔

اِرْجِعْ لَاتَرٰی مِنِّیْ شَیْئًا تُکْرِھُکَ۔

"تم اپنے گھر واپس چلو آئندہ تمہیں مجھ سے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔"

یہ شخص گھر واپس آگیا اور خراب پڑوسی ہمیشہ کے لئے ٹھیک ہو گیا۔

حسن تدبیر اور حسن اخلاق ہی اخلاقی مریض کے لئے صحت بخش علاج ہے، معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ اخلاق ہی تھے کہ آپ کے سامنے بڑے بڑے سرکشوں نے سر تسلیم خم کر دیئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی اسی خوبی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

"پس اللہ کی رحمت سے آپ ان کے لئے نرم ہوگئے اور اگر آپ تند مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے آس پاس سے منتشر ہو جاتے۔" (پ۴، العمران، ۱۵۹)

اللہ کا آپ پر خاص فضل وکرم تھا کہ آپ کو خوش خلقی اور خوش مزاج بنایا اپنی مخلوق کے لئے آپ کا دل نرم کر دیا، جس کے سبب مخلوق آپ کی گرویدہ ہوگئی، آپ نے یہی تعلیم اپنے غلاموں کو دی، کہ اپنے دلوں کو نرم رکھو، اخلاق میں حسن پیدا کرو اور ہر کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، جس کے صلہ میں تمہیں عزت و عظمت دی جائے گی، لوگ تمہارا احترام کریں گے تمہارے گرویدہ ہوں گے۔

بہرحال اگر کسی کا پڑوسی خراب ہو تو اس کا علاج یہ نہیں کہ آدمی خود خراب ہو جائے پھر دونوں میں فرق کیا رہ جائے گا۔ علاج یہ ہے کہ حسن تدبیر اور حسن سلوک سے اس کے عادات واطوار کو بدل دیا جائے، کہ وہ اپنی حرکتوں پر نادم و شرمندہ ہو کر ایسا شریف بن جائے کہ کبھی کسی کو نہ ستائے، پورا معاشرہ اس کے شر سے محفوظ ہو جائے

Marfat.com

پہلا حق

خیال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ گھر کے اردگرد کے تمام ہی لوگ پڑوسی کہلاتے ہیں، پس ان میں کسی پڑوسی کا حق زیادہ ہے ہماری ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسی قسم کا حضور علیہ السلام سے سوال فرماکر مسئلہ کی وضاحت کرادی آپ نے حضور علیہ السلام سے پوچھا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے (دائیں، بائیں) دو پڑوسی ہیں تو میں کس کو ہدیہ بھیجوں، پس سرکار نے بتایا "اقربھما منک باباً" دونوں میں سے جس کا دروازہ تمہارے دروازے کے قریب تر ہو۔

یہ اس صورت میں ہے جب ہدیہ و تحفہ کسی ایک ہی کے یہاں بھیجنے کے قابل ہو، یا روزانہ بھیجا جائے، ورنہ بہتر یہ ہے دونوں پڑوسیوں اور ان سے آگے دوسرے پڑوسیوں سے بھی تعلق رکھا جائے، مثلاً تہوار وغیرہ کے مواقع پر گنجائش کے مطابق جتنی بھی دور تک کے پڑوسی کو تحفہ بھیجا جاسکے بھیجنا چاہئے، کہ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا فائدہ اسی صورت میں زیادہ ہوتا ہے۔

تتمہ

بہرحال اسلام، انسانوں کے درمیان غیریت کو ختم کرنا اور ان میں قربت پیدا کرنا چاہتا ہے، اسی لئے اس نے اخلاق اور حسن سلوک کی تعلیم کو صرف مسلمانوں ہی کے درمیان محدود نہیں کیا، بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی عام کیا ہے بس اتنی احتیاط کی ہدایت کی ہے کہ غیر مسلموں سے ایسا قرب اور میل جول نہیں ہونا چاہئے، کہ ان کی مخصوص عادات واطوار اور تہذیب سے مسلمانوں کے گھر متاثر ہوں اور نہ ہی ان کے ساتھ اتنا گھلنا ملنا چاہئے، کہ جن چیزوں کو ہماری شریعت نے ہمارے لئے حرام کیا ہے ہم ان چیزوں کو بھی استعمال کرنے لگیں، یا جن کاموں کو ہمارے لئے حرام قرار دیا گیا ہے ہم وہ کام بھی کرنے لگیں، علاوہ ازیں ان سے تعلقات کا مقصد ان کی

Marfat.com

مدد حاصل کرنا نہ ہو بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا مقصد اسلامی تعلیم سے انہیں متاثر کرنا ہو گویا یہ اسلام کی عملی تبلیغ ہو، نیز حسن سلوک کے جو طریقے صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص ہیں وہ غیر مسلموں کے لئے استعمال نہ کئے جائیں مثلاً السلام علیکم، کہنا صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے کسی غیر مسلم کو ان الفاظ میں سلام کرنا یا اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے یہ الفاظ استعمال کرنا جائز نہیں، اسی طرح جو چیزیں تحفہ کے طور پر دینا صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص ہیں وہ غیر مسلموں کو نہ دی جائیں، ان تمام باتوں کو جاننا اور ان کا لحاظ کرنا، خصوصی طور پر ان مسلمانوں کے لئے بہت ضروری ہے جو غیر مسلم ممالک میں آباد ہیں اور اقلیت میں ہیں کہ وہاں آس پاس، اکثر پڑوسی غیر مسلم ہی ہوتے ہیں غیر مسلموں کے تہواروں پر انہیں اخلاقاً مبارکباد تو دی جاسکتی ہے لیکن ان کے تہواروں کی رسوم کو اپنانا جائز نہیں اور نہ ہی ان کی تقریبات میں شامل ہونا جائز ہے، اگر غیر مسلم کوئی تحفہ دے تو اسے قبول کیا جاسکتا ہے، لیکن اگر اس میں کوئی حرام چیز ہو، مثلاً شراب، خنزیر کا گوشت وغیرہ تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں بلکہ ضروری ہے کہ وہ چیز اسے یہ بتا کر واپس کی جائے کہ ہمارے لئے اس کا استعمال تو درکنار قبول کرنا بھی ممنوع ہے اپنی مذہبی مجبوری ظاہر کرنے میں ہرگز شرم نہیں کرنا چاہئے، کہ یہ بھی دین کی تبلیغ کا ایک ذریعہ ہے، اور ایسے شخص کی عزت ہوتی ہے جو تعلقات پر مذہب کو فوقیت دیتا اور اس کی پابندی کرتا ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ایسا مکمل نظام زندگی عطا فرمایا جو زندگی کو باوقار بناتا، پرسکون اور باعزت بناتا ہے ہمیں اس کو ظاہر کرنے میں شرم کیوں آئے، ہمیں کیا ضرورت پڑی کہ ہم دوسروں کے رسم و رواج کو اپنائیں ہم کیوں کسی کی تہذیب سے متاثر ہوں ہمارے پاس خوشیاں منانے کے طریقے بھی ہیں، اور رنج و الم برداشت کرنے کے بھی، ہمیں ان پر خوش رہنا اور فخر کرنا چاہئے پس غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرنا چاہئے لیکن شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے،

Marfat.com

اور مسلمان تو ایک خاندان ہیں ایک کنبہ ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک کی اگرچہ کوئی حد مقرر نہیں، لیکن محرم اور غیر محرم کے شرعی احکام کو وہاں بھی ملحوظ رکھا جائے گا، مثلاً عورتوں کے لئے جن مردوں سے پردہ کرنا فرض ہے ان میں بالکل قریبی پڑوسی کے مرد بھی شامل ہیں جن سے پردہ کیا جائے، اسی طرح دیگر احکام کا لحاظ لازمی ہے عام طور پر پڑوس میں یہ ہوتا ہے کہ کوئی غیر مرد، کسی غیر عورت کو ماں، بہن، بیٹی بنا لیتا ہے یا کوئی غیر عورت کسی غیر مرد کو باپ، بھائی، بیٹا بنا لیتی ہے اور پھر آپس میں وہی سلوک کرنے لگتے ہیں جو ان رشتوں سے کیا جاتا ہے جبکہ یہ بالکل جائز نہیں کہ کوئی غیر محرم کیسے محرم ہو سکتا ہے جبکہ شریعت نے اس کو غیر محرم قرار دیا ہے، ہماری زبان یا ہماری نیت شرعی احکام ہرگز تبدیل نہیں کر سکتی دیکھئے، نبی مکرم علیہ السلام کی ازواج کو اللہ نے امت کی مائیں قرار دیا حتیٰ کہ حضور علیہ السلام کے بعد کسی امتی کے لئے ان سے نکاح کرنا بھی جائز نہ تھا لیکن پھر بھی ان پر صحابہ سے پردہ کرنا اسی طرح واجب رہا جیسی دوسری غیر عورتوں کے لئے واجب ہے پس پڑوسیوں سے اچھا برتاؤ کرنا چاہئے میل جول اور محبت پیدا کرنا چاہئے، لیکن غیریت اور شرعی احکام کو پامال نہ ہونے دیا جائے کہ غیر محارم کو محرم قرار دے لیا جائے، رشتے اللہ کے قائم کئے ہوئے ہیں، نہ ان کو توڑنا اور قطع کرنا جائز ہے اور نہ ہی غیروں کو ان میں شامل کرنے کا کسی کو اختیار ہے۔

غرضیکہ معاشرے کو پرامن اور پرسکون بنانے کیلئے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی بے حد تاکید فرمائی جو پڑوسی ان احکام کی تعمیل کرتے ہیں انہیں اپنی عزت و آبرو، جان و مال اور دیگر معاملات میں نہایت بے فکری رہتی ہے، اور اسلامی تعلیمات کا یہی مقصد ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"مریضوں کے ساتھ اچھا برتاؤ"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ

وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

مرض، بیماری ایک ایسا لازمہ ہے جس سے شاید ہی کوئی انسان محفوظ رہتا ہو، انسان ہی کیا، جانور، درخت، پتھر وغیرہ بھی لاحق ہوتا ہے، مریض کو دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ اللہ نے مرض کیوں پیدا فرمایا، لیکن یہ حقیقت ہے کہ اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور نہ ہی بیکار ہے اہل عقل و خرد جب کسی چیز کو دیکھ کر حیرت کرتے ہیں تو ان کی زبان پر یہی آتا ہے۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا۔

"اے ہمارے رب تونے یہ (کارخانہ حیات) بیکار نہیں پیدا فرمایا۔"

(پ۴، العمران، ۱۹۱)

کوئی بھی چیز ہو خالی از حکمت نہیں ہماری عقل میں آئے یا نہ آئے،

مرض مریض کے لئے تو باعث تکلیف ہوتا ہے لیکن دوسری طرف اس کے بیشمار فوائد ہیں مثلاً یہی کہ مریض کو دیکھ کر اپنی صحت کی قدر ہوتی ہے، اور صحت مند کو اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنے کا موقع فراہم ہوتا ہے علاوہ ازیں یہ بیماریاں ہمارے معاشی شعبہ کا ایک بڑا حصہ ہیں ادویہ کی صنعت، ڈاکٹروں کا پیشہ وغیرہ انہی پر موقوف ہے تصور تو کیجئے اگر بیماری نہ ہوتی تو انسان تجارت کے کتنے بڑے شعبہ سے محروم ہو جاتا اور علم الابدان کا وسیع باب مفقود ہوتا۔

بہرحال مرض بھی اللہ کی ایک نعمت ہے لیکن اس سے مریض کو ظاہری اور وقتی تکلیف ہوتی ہے، لہٰذا اللہ نے اسے ہر قسم کی ہمدردی اور مراعات کا مستحق قرار دیا ہے

Marfat.com

حتیٰ کہ شرعی احکام کی تعمیل میں بھی مریضوں کو رعایت دی گئی ہے۔

مریض اور احکام شرع

مثلاً، روزے کے احکام میں مریض کے لئے یہ رعایت کہ اگر وہ رمضان میں روزہ نہ رکھ سکیں، تو تندرست ہونے کے بعد قضا کر لیں یا اگر کوئی ایسا مستقل مرض لاحق ہو جس سے چھٹکارے کی بظاہر امید نہ ہو تو فدیہ ادا کر دیں، ہاں اگر اللہ صحت دیدے تو پھر روزہ قضا بھی کریں، وضو اور غسل کے احکام میں یہ رعایت دی گئی کہ اگر کوئی ایسا مرض ہو جس میں پانی کا استعمال نقصان دہ ہو، تو مٹی سے تیمم کر لیا جائے فرضیت حج کے شرائط میں ایک شرط صحت بھی ہے، یعنی اگر کوئی شخص دولت ہونے کے باوجود اتنا بیمار ہے کہ اس کے لئے سفر حج کرنا یا مناسک حج کی ادائیگی دشوار ہے تو اس پر تندرست ہونے تک حج فرض ہی نہ ہو گا، اور اگر وہ اسی حال میں مر گیا تو گناہگار بھی نہ ہو گا، بلکہ اگر اس کی نیت تھی کہ صحت مند ہوتے ہی وہ حج ادا کرے گا لیکن موت نے اس کو مہلت نہ دی، تو اس کو حاجیوں ہی میں شمار کیا جائے گا، جہاد میں بھی مریض کے لئے رخصت کا حکم موجود ہے، نماز جیسی اہم عبادت میں بھی رعایت دی گئی ہے، کہ اگر کسی مرض کی وجہ سے کھڑا ہونا ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر یہ بھی دشوار ہو تو لیٹ کر صرف اشارے سے اپنے رب کی عبادت کر لی جائے، اسی طرح ہر اس شرعی حکم میں مریض کو خصوصی رعایت دی گئی ہے جس کی تعمیل میں مرض کی وجہ سے دشواری پیش آتی ہو، یا مرض بڑھ جانے کا خطرہ موجود ہو۔

پس جب شرعی احکام و عبادات میں مریضوں کے لئے خصوصی مراعات اور آسانیاں موجود ہیں تو وہ ضرور اس کے مستحق ہیں کہ خاندان برادری اور معاشرے سے بھی ان کو خصوصی ہمدردی اور توجہ ملنی چاہئے معلم اخلاق محسن انسانیت نبی مکرم علیہ السلام کی تعلیمات نے ہر حق دار کو اس کا حق دلایا آیئے دیکھتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مریضوں کا حق ادا کرنے کی کس طرح تاکید فرما رہے ہیں۔

Marfat.com

مرض ذریعہ رحمت الٰہی ہے

اولاً وہ چند ارشادات ملاحظہ ہوں جن سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کو تسلی، تشفی دیتے ہوئے مژدہ سنا رہے ہیں کہ مسلمان کا بیمار ہونا یا کسی بھی تکلیف میں مبتلا ہونا درحقیقت، اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّصَبْ مِنْهُ۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم علیہ السلام نے فرمایا اللہ جس کے لئے نیکی کا ارادہ کرتا ہے، اسے کسی تکلیف و مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔" (بخاری شریف)

یعنی مصیبت چاہے مرض کی صورت میں ہو یا کسی دوسرے نقصان کی صورت میں، اگر بندہ اس پر صبر کرتا اور اسے برداشت کرتا ہے تو وہ ذریعہ رحمت ہے اس طرح کہ اللہ اس بندے کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، اور اسے نیکی کی توفیق عطا فرماتا ہے جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے، کہ مسلمان دھکا لگنے کے بعد عام طور پر اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتا اور نیک و صالح بن جاتا ہے۔

عَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَّصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَّلَا حُزْنٍ وَّلَا اَذًی وَّلَا غَمٍّ حَتَّی الشَّوْكَةِ یُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَایَاهُ۔

"حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا مسلمان کو کوئی رنج و الم کوئی بیماری و صدقہ کوئی فکر و غم اور کوئی تکلیف نہیں پہنچتی ہے حتیٰ کہ کانٹا جو اسے چبھتا ہے مگر اللہ اس کے بدلے بندے کے گناہ مٹا دیتا ہے۔"
(بخاری و مسلم)

Marfat.com

یہ ارشاد مزید واضح ہے کہ مسلمان کسی بھی تکلیف میں مبتلا ہو چاہے وہ کم ہو یا زیادہ اللہ اپنے فضل و کرم سے اس تکلیف کا بندے کو اجر عطا فرما دیتا ہے اس طرح کہ اس کے گناہوں کا مٹا دیتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ کُتِبَ لَہٗ بِمِثْلِ مَا کَانَ یَعْمَلُ مُقِیْمًا صَحِیْحًا۔

"حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا بندہ جب بیمار ہوتا ہے یا سفر کو جاتا ہے تو اس کے اعمال ویسے ہی لکھے جاتے ہیں جیسے اقامت اور صحت کی حالت میں لکھتے جاتے تھے۔"

(بخاری شریف)

یعنی بیماری کی وجہ سے مسلمان کی عبادت میں اگر کمی آجائے تو اسے پریشان نہیں ہونا چاہئے، اس کے لئے مژدہ ہے کہ اسے ثواب برابر ملتا رہے گا مثلاً بیماری کی وجہ سے کسی کے روزے چھوٹ گئے، تو وہ اس پر افسوس نہ کرے بلکہ شریعت کے حکم کے مطابق فدیہ ادا کر دے اور نیت رکھے کہ تندرستی ملنے کے بعد وہ ضرور قضا کرے گا، پس وہ رمضان کی برکتوں کو بھی پاتا رہے گا اور اسے ثواب بھی ملتا رہے گا، مزید وضاحت کے لئے درج ذیل حدیث ملاحظہ ہو۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا کَانَ عَلٰی طَرِیْقَۃٍ حَسَنَۃٍ مِّنَ الْعِبَادَۃِ ثُمَّ مَرِضَ قِیْلَ لِلْمَلَکِ الْمُوَکَّلِ بِہٖ اُکْتُبْ لَہٗ مِثْلَ عَمَلِہٖ اِذَا کَانَ طَلِیْقًا حَتّٰی اُطْلِقَہٗ اَوْ اَکْفِتَہٗ اِلَیَّ۔

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا، بیشک جب بندہ عبادت کے اچھے راستے پر چل رہا ہوتا پھر بیمار ہو جاتا ہے تو اس پر مقررہ فرشتے سے کہا جاتا ہے کہ تو اس کی تندرستی کے زمانہ کے برابر اعمال لکھتا رہ یہاں تک کہ میں اسے شفا

Marfat.com

عطا فرماؤں، یا اپنے پاس بلا لوں۔" (شرح سنہ)

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ابْتُلِیَ الْمُسْلِمُ بِبَلَآءٍ فِیْ جَسَدِہٖ قِیْلَ لِلْمَلَکِ اکْتُبْ لَہٗ صَالِحَ عَمَلِہِ الَّذِیْ کَانَ یَعْمَلُ فَاِنْ شَفَاہُ غَسَّلَہٗ وَطَھَّرَہٗ وَاِنْ قَبَضَہٗ غَفَرَلَہٗ وَرَحِمَہٗ۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب مسلمان کسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو فرشتے سے کہا جاتا ہے، کہ تو اس کی وہی نیکیاں لکھ جو یہ پہلے کرتا تھا، پھر اگر رب اسے شفا عطا فرماتا ہے تو اسے دھو دیتا اور (گناہوں سے) پاک کر دیتا ہے اور اگر اسے وفات دیتا ہے تو اسے بخش دیتا ہے اور اس پر رحمت نازل فرماتا ہے۔" (شرح سنہ)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ ذُکِرَتِ الْحُمّٰی عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبِّھَا فَاِنَّھَا تَنْفِی الذُّنُوْبَ کَمَا تَنْفِی النَّارُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں بخار کا ذکر کیا گیا تو ایک شخص نے بخار کو گالی دی، تو آپ نے فرمایا اسے گالی نہ دو، کیونکہ یہ گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح آگ لوہے کے میل کو ختم کر دیتی ہے۔" (ابن ماجہ)

ان احادیث پر غور کیجئے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا مومن مریضوں کے لئے، کیسا ہمت افزا عطیہ ہے، کہ مریض کو سخت تکلیف کی حالت میں یہ ارشادات سنا دیئے جائیں تو اس سے بیماری کا بوجھ اور الجھن تو یکسر ختم ہو جائے گی اور وہ ہمت و امید کے ساتھ مرض کو برداشت کرنے کے قابل ہو جائے گا۔

مریض کی عیادت

Marfat.com

عیادت، یعنی مریض کی مزاج پرسی کرنا، بیماری میں ہر شخص جسمانی اور اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو جانے کے سبب، یہ چاہتا ہے کہ اس کے اعزاء و احباب، اس سے ملنے آئیں اور اظہار ہمدردی و محبت کریں یہی وجہ ہے کہ عیادت ایک ایسا انسانی عمل ہے جو ہر قدم میں بلا تفریق مذہب پایا جاتا ہے لیکن اسلام کسی عمل کو صرف فطری تقاضوں کی تکمیل یا رسم و رواج پورا کرنے کی حد تک نہیں رکھتا، بلکہ وہ تمام اچھے کاموں کو ذریعہ ثواب، اور باعث برکت قرار دیتا ہے عیادت سے متعلق نبی مکرم علیہ السلام کے چند ارشادات کا مطالعہ کر کے اس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ کیجئے۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ لَمْ یَزَلْ فِیْ خُرْفَۃِ الْجَنَّۃِ حَتّٰی یَرْجِعَ۔

"حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا بیشک مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو جنت کے باغ میں رہتا ہے، جب تک کہ واپس نہ لوٹے۔" (مسلم شریف)

سبحان اللہ! کیسی عظیم خوشخبری ہے، عیادت کرنے والوں کے لئے جب کوئی مسلمان اپنے مسلم بھائی کی عیادت کے لئے گھر سے نکلا، تو گویا اس کا ہر قدم جنت کی طرف اٹھ رہا ہے، اور جب وہ مریض کے پاس پہنچا، تو جنت میں داخل ہوا جب تک مریض کے پاس بیٹھا رہا، اس سے باتیں کرتا رہا، اس کے لئے دعا کرتا رہا اس کی خدمت کرتا رہا یقین کیجئے وہ جنت میں ہے، یعنی اس پر اللہ کی رحمت اس طرح برس رہی ہے جس طرح جنت میں جنتیوں پر برسے گی، جس سے اس کے گناہ دھل رہے ہیں مصیبتیں ٹل رہی ہیں چہرے پر نور آ رہا ہے، مراتب بلند ہو رہے ہیں۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَۃً اِلَّا صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ حَتّٰی یُمْسِیَ وَاِنْ عَادَہٗ عَشِیَّۃً اِلَّا صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ حَتّٰی یُصْبِحَ وَکَانَ لَہٗ خَرِیْفٌ فِی الْجَنَّۃِ۔

Marfat.com

"حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے سنا، کوئی مسلمان، مسلمان کی عیادت صبح کے وقت نہیں کرتا مگر اس کے لئے ستر ہزار فرشتے، شام ہونے تک دعا کرتے رہتے ہیں اور شام کو عیادت نہیں کرتا مگر صبح ہونے تک اس کے لئے ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں اور اسے جنت میں چنے ہوئے میوے دیئے جائیں گے۔" (ترمذی، ابو داؤد)

یعنی اگر کوئی مسلمان، اپنے مسلمان بھائی کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو شام تک اور اگر شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک، ستر ہزار فرشتے اس کے لئے اللہ سے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں ظاہر ہے جس نے دونوں وقت یہ عمل کیا تو چوبیسوں گھنٹے فرشتے اس کے لئے دعا کریں گے کیسی سعادت نصیب ہوئی ایک معمولی نیکی سے عزیزو! کسی کے لئے فرشتوں کا دعا کرنا معمولی بات نہیں، اللہ اپنی نورانی مخلوق کی دعا کو رد نہیں فرماتا ضرور قبول کرتا ہے، جسے یہ دعا نصیب ہوگئی، اس کا مقدر بن گیا۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَعَادَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوْعِدَ مِنْ جَھَنَّمَ مَسِیْرَۃَ سِتِّیْنَ خَرِیْفًا۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، جس نے وضو کیا اور اچھا وضو کیا پھر صرف رضائے الٰہی کے لئے اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کے لئے گیا تو اسے دوزخ سے ستر سال کے فاصلے تک دور کر دیا گیا۔" (ابو داؤد)

دوزخ سے، ستر سال کے فاصلے تک دوری کا مژدہ، ایک مرتبہ عیادت کرنے کے صلہ میں ہے، پس جس نے بار بار یہ عمل کیا اسے برسہا برس کے فاصلے تک یقیناً دوری نصیب ہوگی، بس شرط یہ ہے کہ اس عمل کو دنیا کی رسم نہ جانے، کسی لالچ میں یا مریض پر احسان کے لئے نہ کرے، بلکہ مقصود صرف اللہ کی رضا ہو، آقا صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کی سنت ادا کرنا ہو اسی لئے وضو کا ذکر فرمایا گیا جو اگرچہ فرض نہیں مستحب ہے لیکن اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کام اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا جارہا ہے جب ہی تو بندہ پاک وصاف ہو کر اس عمل کو کر رہا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِیْضًا نَادٰی مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّاْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص مریض کی عیادت کو جاتا ہے تو آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ دنیا میں تجھے خوشی و مسرت ہو، اور تیرا چلنا پھرنا بھی تیرے لئے خوشی کا باعث بنے، اور تجھے جنت میں ٹھکانا، اور منزل نصیب ہو۔" (ابن ماجہ)

عیادت، مریضوں کے ساتھ اچھے برتاؤ، کا اہم ترین طریقہ ہے جسے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت اور عظیم اجر و ثواب کا ذریعہ قرار دیا اس سے نہ صرف اخروی مراتب بلند ہوتے ہیں بلکہ دنیاوی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عیادت کرنے والوں کو دنیا میں بھی اس کی برکتیں عطا فرماتا ہے نیز جو شخص کسی مریض کی بیمار پرسی کرتا ہے مریض اور اس کے خاندان کے لوگ اس کا احترام کرنے لگتے ہیں، اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اس کے ساتھ ہر قسم کی ہمدردی اور اس کے تعاون کے لئے آمادہ رہتے ہیں، گویا اس عمل سے مسلم معاشرے میں محبت و الفت کی نشوونما ہوتی ہے، جو اسلام کے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد ہے اسی لئے صرف اپنے اعزاء و اقارب یا احباب کی عیادت کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ ایک مسلمان کو ہر مسلمان مریض کی عیادت کرنا چاہئے، چاہے وہ عزیز ہو، دوست ہو، یا پڑوسی ہو، حتیٰ کہ جس سے جان پہچان تک نہ ہو، اس کی بھی عیادت کرنا چاہئے غیر مسلم کی بھی عیادت کی جاسکتی ہے، لیکن اس سے صرف دوستی اور تعلقات پیدا کرنے کے لئے

Marfat.com

نہیں، بلکہ یا تو اس تعلق کو باقی رکھنے کی غرض سے جو کسی کاروبار یا ملازمت وغیرہ کی وجہ سے پہلے سے موجود تھا، اور یا دین کی عملی تبلیغ کی نیت سے کہ غیر مسلم مریض اور اس سے متعلق لوگوں کو یہ تاثر دیا جائے، کہ اسلام ہمدردی اور محبت کا مذہب ہے۔

مریضوں کی خدمت

اسلام، معذوروں، مجبوروں، اور کمزوروں کے ساتھ محبت اور ان کی خدمت کی خصوصیت کے ساتھ تعلیم دیتا ہے حتیٰ کہ "اماطۃ الاذیٰ" تکلیف دہ چیزوں کا راستہ سے ہٹا دینا، ایمان کا ایک جز قرار دیا گیا ہے، مریض چاہے کسی نوعیت کا ہو معذور بھی ہوتا ہے مجبور اور کمزور بھی، لہٰذا اسلام نے اس کی عیادت کے علاوہ ہر طرح اس کی خدمت کرنے کی تعلیم دی، اس سلسلے میں نبی کریم علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مریض کی غذا اس کے جسم، کپڑوں اور اس کی جگہ کی صفائی وغیرہ کا خاص خیال رکھنا چاہئے، اس پر جو ذمہ داریاں ہیں جنہیں وہ بیماری کی وجہ سے پورا نہیں کر پا رہا، ان کو انفرادی یا اجتماعی طور پر دوسروں کو اپنے ذمہ لے لینا چاہئے، اور مریض کو مطمئن کرنا چاہئے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کی قطعاً فکر نہ کرے، مریض اگر ضرورت مند ہو تو اس کی مالی امداد کی جائے، اس کے اعزا و احباب یا دوسرے مسلمان بھائی اس کے علاج و معالجہ کے اخراجات کا انتظام کریں، عیادت کرنے والے اگر چاہیں تو مریض کو پھل، پھول یا دیگر تحائف پیش کر کے بھی اس سے اپنی محبت کا اظہار کر سکتے ہیں تاکہ اس کا دل خوش ہو، مریض سے ملاقات کے لئے جو لوگ آئیں وہ اتنی دیر نہ بیٹھیں کہ اس کے آرام میں خلل واقع ہو نہ ہی اتنی بلند آواز سے بات کریں کہ اس کو تکلیف ہو، اسی طرح مریض کے سامنے اس کی بیماری کے خطرات بیان نہ کئے جائیں، کہ وہ مزید خوفزدہ ہو بلکہ بیماری کو معمولی قرار دیا جائے، اور جلد صحت یاب ہونے کی امید ظاہر کی جائے غرضیکہ مریضوں کو ہر طرح خوش کرنے ان کی ہمت افزائی کرنے، اور ان کی ہر ضروری خدمت کرنے ہی کا نام

Marfat.com

مریضوں کے ساتھ "اچھا برتاؤ" ہے

ڈاکٹروں کی ذمہ داری

مریضوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کے سب سے زیادہ ذمہ دار ڈاکٹر ہیں، جن سے مریض کا بلاواسطہ رابطہ ہوتا ہے اور مریض ان کی ہر بات کو پتھر کی لکیر سمجھتا ہے، کہ جو ڈاکٹر نے کہہ دیا بس وہی مریض کے لئے حرف آخر ہوتا ہے لہٰذا ڈاکٹروں کو اپنی ذمہ داری کا بے حد احساس کرنا چاہئے۔

ڈاکٹری ایک نہایت مقدس پیشہ ہے جس کا تعلق خدمت خلق سے ہے جو شخص اس پیشہ کے حصول کی طرف قدم بڑھاتا ہے اس میں ہمدردی، محبت کا جذبہ ہونا چاہئے، اسے اپنے آرام کی قربانی پر آمادہ ہونا چاہئے، حصول دولت اس کے پیش نظر نہ ہو، خدمت خلق اس کا مقصد زندگی ہو، اللہ پر توکل و اعتماد اس کا ایمان ہو، جب وہ اپنی عملی زندگی کا آغاز کرے تو مریضوں کا علاج کرے لیکن شفاء دینے والا حقیقت میں اللہ ہی کو جانے جب مریض اس کے وسیلے سے صحت یاب ہوں تو وہ اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ نے اس کے ہاتھ میں شفاء بخشی، دن اس کا مریضوں کی دیکھ بھال میں گزرے اور رات اس کی اللہ سے مریضوں کے لئے دعا کرتے بسر ہو، ایسا ڈاکٹر دنیاوی طور پر بھی کامیاب و کامران ہوتا ہے اور آخرت میں بھی اس کی نجات یقینی ہے۔

وہ ڈاکٹر بہت ہی ظالم ہے، جو تڑپتے ہوئے مریض سے پہلے اپنی فیس طلب کرے، اور مریضوں سے دولت کمانے کے باوجود بھی اچھا برتاؤ نہ کرے، خوش اخلاقی سے پیش نہ آئے، مریضوں سے ہمدردی اور محبت کے دو بول بھی نہ بول سکے، افسوس ہمارے دور کے ڈاکٹروں کا یہی حال ہے ان کے پیش نظر صرف دولت ہوتی ہے بعض تو صاف طور پر کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے یہ علم دولت ہی کمانے کے لئے تو حاصل کیا ہے، مریضوں سے بداخلاقی کو وہ اپنی خوبی سمجھتے ہیں اکثر تو غریب مریضوں پر توجہ ہی نہیں دیتے ان کا مریض چاہے کتنے ہی عرصہ سے ان کے زیر علاج ہو اور وہ اس سے

Marfat.com

کتنی ہی دولت کما چکے ہوں لیکن اگر اس مریض کو رات کے وقت ان کی ضرورت پیش آ جائے تو اپنے آرام میں خلل اندازی کبھی برداشت نہیں کرتے قابل افسوس ہیں ایسے ڈاکٹر جو دولت کے لالچ میں مبتلا ہو کر انسانی ہمدردی کے جوہر سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔

بہرحال ڈاکٹروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مریضوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اس طرح کہ ان سے مناسب پیسے لیں، نرم اور محبت بھرے لہجے میں گفتگو کریں انہیں جلد صحت یاب ہو جانے کی امید دلائیں، اپنے اوقات کار کے علاوہ بھی ان کی دیکھ بھال کریں ان کے متعلقین سے بھی اظہار ہمدردی کریں، اپنے کلینک یا ہسپتال وغیرہ کے نظم کی پابندی بھی ہمدردانہ انداز سے کرائیں، اللہ کا نام لے کر علاج کریں بہت سے ڈاکٹر، اپنے نسخہ پر بسم اللہ کے بعد ھوالشافی لکھتے ہیں اور پھر دوائیں لکھتے ہیں یہ ایک اچھا طریقہ ہے، اس کو اپنانا چاہئے۔

مریض کے لئے دعا

مومن کا سب سے بڑا سہارا، اللہ سے مانگنا اس یقین کے ساتھ کہ وہ مانگنے والوں کو ضرور دیتا ہے، کہ اس کا وعدہ ہے، "مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، یہ اس رب کریم کا وعدہ ہے جو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز باعظمت نہیں" نیز آپ کا ارشاد ہے کہ "تمہارا رب بہت حیادار ہے وہ اپنے بندے سے شرم کرتا ہے کہ وہ اس کی طرف ہاتھ اٹھائے، اور وہ انہیں خالی واپس کر دے" پس مسلمان کو یہی زیب دیتا ہے کہ وہ راحت و آرام مصائب و آلام، ہر حال میں رب سے مانگتا ہے۔

مریض کے لئے سب سے بڑا تحفہ یہ ہے کہ اس سے ہمدردی رکھنے والے اس کی موجودگی اور غیر موجودگی میں اس کے لئے رب سے صحت کی بھیک مانگیں، لیکن عام طور پر ہونے یہ لگا ہے کہ جس گھر میں کوئی بیمار ہوتا ہے اس گھر والے سارے جتن

Marfat.com

کرتے ہیں سوائے اللہ سے مانگنے کے، یا مانگتے بھی ہیں تو صرف زبان سے کہ اے اللہ رحم فرما، بس اتنا، ڈاکٹروں، علاج و معالجہ اور مریض کی دیکھ بھال میں اتنے مصروف ہوتے ہیں، کہ فرض نمازوں تک کا خیال نہیں رہتا، جبکہ ہونا یہ چاہئے کہ تمام ظاہری اسباب پر توجہ کے ساتھ ساتھ اللہ کو بھی یاد کریں، اس طرح کہ نماز کی پابندی کریں قرآن کریم کی تلاوت کریں صدقہ و خیرات کریں، پھر اللہ سے گڑگڑا کر دعا کریں اس طرح کہ نماز کی پابندی کریں قرآن کریم کی تلاوت کریں، خصوصاً صدقہ و خیرات تو، مصائب سے نجات کے لئے تیر بہدف عمل ہے، کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیشک صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا، اور بری موت کو دور کرتا ہے۔" اور آپ فرماتے ہیں کہ "صدقہ ہر بلا کو دور کر دیتا ہے" لہٰذا مریض کے نام پر کچھ صدقہ کرنا چاہئے، چاہے وہ اس طرح ہو کہ کوئی جانور رنج کر کے غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے، یا غریبوں کی کسی دوسرے طریقہ سے مدد کی جائے، صدقہ کی قبولیت کا یقینی طور یہ ہے کہ صدقہ کو اللہ کے کسی نیک بندے کی طرف منسوب کیا جائے، مثلاً حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کے لئے، کچھ پیسہ دیا جائے جسے عام طور پر گیارہویں شریف کہتے ہیں اور پھر دعا کی جائے کہ اے اللہ، میں نے تیرے نیک بندے کے لئے یہ ہدیہ پیش کیا، اسے قبول فرما، اور اپنے نیک بندے کے صدقہ اس مریض کی تکلیف دور فرما، انشاء اللہ دعا قبول ہوگی، نیز کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر بھی مریض کے لئے دعا کی درخواست کرنا چاہئے۔

حضور نبی کریم علیہ السلام نے مریضوں کے لئے متعدد دعائیں ہمیں تعلیم فرمائیں، ان میں سے چند یہ ہیں ان دعاؤں کو یاد کرنا چاہئے کہ آپ مریض کو اس سے بہتر کوئی تحفہ نہیں دے سکتے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضور علیہ السلام کی عادت مبارکہ تھی، کہ جب ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے، اور یہ دعا پڑھتے تھے۔

Marfat.com

اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ، لَاشِفَآءَ اِلَّاشِفَآءُكَ شِفَآءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا۔

"اے بندوں کے رب، یہ تکلیف دور کر دے اور شفاء عطا فرما کہ تو ہی شفاء عطا فرمانے والا ہے، کوئی شفاء نہیں سوا تیری شفاء کے ایسی شفاء دے جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔"

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ہی بتایا کہ حضور علیہ السلام جب خود بیمار ہوتے، یا کسی مریض کے پاس جاتے، تو "معوذتین" یعنی قل اعوذ برب الفلق، اور قل اعوذ برب الناس، پڑھ کر دم کرتے تھے۔

حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے جسم میں درد تھا، پس میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنا حال بیان کیا، آپ نے فرمایا، اپنا ہاتھ اس جگہ پر رکھو جہاں درد ہے، اور تین بار "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھ کر سات سات بار یہ دعا پڑھو، میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری تکلیف دور فرما دی، دعا یہ ہے۔

اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ، مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔

"میں پناہ لیتا ہوں اللہ کے غلبہ اور قدرت کی، اس چیز کی تکلیف سے، جسے میں پاتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ حضور علیہ السلام کی طبع مبارک کچھ ناساز تھی، پس جبرئیل علیہ السلام آپ کی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے، اور یہ دعا پڑھ کر آپ پر دم کی۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْكَ، مِنْ كُلِّ شَیْءٍ یُؤْذِیْكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنِ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ یَشْفِیْكَ، بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْكَ۔

"میں اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں، ہر چیز سے جو تجھے تکلیف دے ہر جاندار کے شر سے یا ہر حاسد آنکھ سے، اللہ تجھے شفاء عطا

Marfat.com

فرمائے، اللہ کے نام سے میں آپ کو دم کرتا ہوں"

ان دعاؤں کے علاوہ، پورا قرآن کریم ہی مومنین کے لئے ذریعہ شفاء ہے، سورۂ فاتحہ کا ایک نام، سورۂ شفاء، بھی ہے کہ اس کو سات مرتبہ پڑھ کر مریض پر دم کیا جائے، یا پانی پر دم کر کے مریض کو پلا، دیا جائے تو اللہ تعالیٰ شفاء و عطا فرمائے گا، نیز قرآن کریم کی متعدد آیات ایسی ہیں جن کی علیحدہ علیحدہ تاثیر ہے، اور مختلف امراض کے لئے ذریعہ شفاء ہیں۔

بہرحال مریض کے علاج و معالجہ کے اہتمام کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع، اور دعا کرنا، نہایت ہی اہم ذریعہ علاج ہے بس شرط یہ ہے کہ پختہ یقین ہونا چاہئے، کہ شفاء دینے والا در حقیقت اللہ ہی ہے۔

"اے اللہ! ہمارے مریضوں کو شفاء عطا فرما، کہ تو ہی شفاء بخشنے والا ہے۔" آمین

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"مردوں کے ساتھ اچھا برتاؤ"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

اسلام دین رحمت ہے، لہٰذا یتیموں، غریبوں، معذوروں، محتاجوں اور ہر قسم کے کمزوروں کے حقوق کا تعین کرتا ہے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہے، حتیٰ کہ اس کا سایہ رحمت جانوروں پر بھی پڑتا ہے، اور جانوروں کے ساتھ بے رحمی کی ممانعت کرتا ہے، یہاں تک کہ جب جانور کو دینی یا دنیوی ضرورت کے لئے ذبح کیا جائے تو حکم دیا گیا کہ چھری خوب تیز ہو، تاکہ جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہونے پائے، نیز ایک جانور کو دوسرے کے سامنے ذبح نہ کیا جائے، کہ دوسرا جانور خوفزدہ ہو، نیز اسلام، انسان کی عظمت، اور عزت کا تحفظ کرتا ہے، اسی لئے کسی انسان کو اجازت نہیں دیتا، کہ وہ دوسرے کی بے عزتی اور بے حرمتی کرے، تلخ کلامی، ترش روئی، بداخلاقی، بدسلوکی کو ناپسندیدہ اعمال قرار دیا گیا، کسی کے متعلق بدگمانی کرنے، چغلی کرنے اور عیب جوئی پر سخت وعید کی گئی، غیبت بظاہر کوئی بڑی برائی معلوم نہیں ہوتی، لیکن اسے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا گیا، جاہلوں سے اعراض، درگذر کرنے کی تعلیم دی گئی، جھوٹ بولنے والے پر اللہ کی لعنت کا اعلان کیا گیا، حسد، کینہ، بغض رکھنے والوں اور دوسروں سے نفرت کرنے والوں پر مختلف انداز سے ملامت کی گئی، غرضیکہ یہ اور ان جیسے تمام احکام درحقیقت انسان کی عزت و آبرو کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے دیئے گئے کہ اللہ یہی پسند فرماتا ہے کہ جب اس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے تو انسان آپس میں بھی شریفانہ رویہ اختیار کریں اور ایک دوسرے کی عزت کریں کہ یہی شرافت کا تقاضا ہے حتیٰ کہ جو شخص مر

Marfat.com

جائے اس کو قبر تک پہنچانے اور اس کے بعد بھی اپنی ساری زندگی اس کی عزت کا خیال رکھا جائے اور اس کے ساتھ انسانوں جیسا ہی باعزت رویہ اپنایا جائے اور اچھا برتاؤ کیا جائے، شریعت مطہرہ نے مردوں کے غسل، کفن، دفن، اور اس کے بعد ان کے لئے دعائے مغفرت، ایصال ثواب، کے جو احکام دیئے ان میں وضاحت کے ساتھ یہ مقصد موجود ہے، کہ کسی نوعیت سے بھی اس بے روح انسانی جسم کی بھی توہین اور بے حرمتی نہ ہونے پائے، آیئے ہم ان احکام پر غور کریں اور اپنے "مردوں کے ساتھ اچھا برتاؤ" کرنے کا طریقہ سیکھیں۔

اللہ کی طرف سے مردوں کا اعزاز

اللہ رب العزت اپنے بندوں پر کرم فرماتا اور موت کے وقت انہیں اعزاز و اکرام سے نوازتا ہے، جس کی خبر دنیا ہی میں قرآن کریم کے ذریعہ دی گئی، ارشاد ہوتا ہے۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝

"اے نفس مطمئن، واپس چلو اپنے رب کی طرف، اس حال میں کہ تو اس سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی پس شامل ہو جاؤ، میرے خاص بندوں میں اور داخل ہو جاؤ، میری جنت میں۔"

(پ ۳۰، الفجر، ۲۷۔ ۳۰)

اللہ کے نزدیک اعزاز و اکرام کے مستحق وہی انسان ہیں، جنہوں نے دنیا میں آنے کے بعد اللہ کو پہچانا اس پر ایمان لائے، صرف اسی کی عبادت کی زندگی کے ہر عمل میں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے احکام کی تعمیل کی دنیا کی ہر چیز سے، اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق فائدہ حاصل کیا، لیکن دل کو

Marfat.com

صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے آباد کیا، حتیٰ کہ انہیں ہر وہ چیز پسند آئی جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا، اور وہ چیز بری لگی، جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا، انہوں نے ہر قسم کی بری عادتوں اور اطوار سے اپنے آپ کو پاک و صاف رکھا، اور اخلاق حسنہ و صفات حمیدہ سے آراستہ و مزین کیا یہی لوگ ہیں جنہیں عین موت کی شدت کے وقت عزت بخشی جاتی اور "نفس مطمئنہ" کے خطاب سے نوازا جاتا ہے، جسے سنتے ہی انہیں سکون و اطمینان نصیب ہوتا اور یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ کسی اجنبی جگہ نہیں جارہے بلکہ اب منزل مقصود کی طرف ان کا صحیح رخ ہوا ہے، مالک حقیقی نے انہیں اپنے کرم سے نوازا ہے اور صالحین ان کے استقبال کے لئے تیار ہیں جنت کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے گئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک طویل روایت صاحب روح البیان نے نقل فرمائی جس میں مومن مردے پر اللہ کے فضل و کرم اور کافر مردے پر اس کے غیظ و غضب کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے، اس کا ابتدائی حصہ ملاحظہ ہو۔

اِذَا تَوَفَّى الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ اَرْسَلَ اللّٰهُ مَلَكَيْنِ وَاَرْسَلَ اِلَيْهِ تُحْفَةٍ مِّنَ الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهَا اُخْرُجِىْ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةِ اِلٰى رَوْحٍ وَّرَيْحَانٍ وَرَبٍّ عَنْكَ رَاضٍ۔

"جب بندۂ مومن کی موت کا وقت آتا ہے، تو اللہ دو فرشتوں کو جنت کے ایک تحفہ کے ساتھ اس کی طرف بھیجتا ہے وہ کہتے ہیں اے نفس مطمئنہ دار فانی سے نکل اور راحت و آرام اور خوشبو دار مقام کی طرف چل اور اپنے اس رب کی طرف چل جو تجھ سے راضی ہے۔"

(روح البیان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ جب آیت "یاایتہا النفس المطمئنہ" نازل ہوئی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی مکرم علیہ السلام سے

Marfat.com

عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ما احسن ہذا" یہ کیسی اچھی بات ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا "سیقال لک ہذا" اے ابو بکر، جب تم دنیا سے رخصت ہوگے، تو تمہیں بھی اسی طرح پکارا جائے گا۔

بہرحال اللہ رب العزت کی طرف سے یہ مردوں کا کتنا بڑا اعزاز و اکرام ہے، مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مختلف اوقات میں جو تفصیل بیان فرمائی، وہ اہل ایمان کے لئے بڑی خوش کن ہے جس سے موت کی سخت منزل بڑی ہی آسان معلوم ہونے لگتی ہے اور ہر دل موت کی آرزو سے لبریز ہو جاتا ہے اس سلسلے میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت بہت مفصل ہے جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضور علیہ السلام کے ساتھ ایک انصاری صحابی کے جنازے میں شریک تھے، قبرستان پہنچے تو قبر تیار نہ تھی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم لوگ بھی آپ کے گرد نہایت ادب و احترام کے ساتھ بیٹھ گئے، آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، جس سے آپ زمین کو کرید رہے تھے تھوڑی دیر بعد آپ نے سر مبارک اٹھایا، اور تین مرتبہ فرمایا، "عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو" پھر آپ نے فرمایا کہ جب بندۂ مومن قریب المرگ ہوتا ہے تو آسمان سے سفید چہرے والے فرشتے اترتے ہیں ان کے چہرے سورج کی طرح چمکتے ہوتے ہیں مرنے والے کی جہاں تک نظر پہنچتی ہے، اسے وہ فرشتے بیٹھے نظر آتے ہیں، ان کے ساتھ جنت کا کفن اور وہاں کی خوشبو ہوتی ہے، پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لاتے اور مرنے والے کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے پاک روح، اللہ کی بخشش اور رضا کی طرف چل پس وہ روح ایسی بہتی ہوئی نکلتی ہے، جیسے مشک سے پانی، ملک الموت اسے لے

Marfat.com

لیتے ہیں لیکن فرشتے اسے ان کے ہاتھ میں پل بھر کے لئے بھی نہیں چھوڑتے، اور اسے لے کر جنت کا کفن پہناتے اور جنت کی خوشبو لگاتے ہیں، پس اس سے مشک جیسی خوشبو مہکنے لگتی ہے، آپ نے فرمایا پھر فرشتے اسے لے کر اوپر جاتے ہیں تو جو بھی فرشتوں کی جماعت ملتی ہے ہے وہ پوچھتی ہے کس قدر اچھی خوشبو ہے (یہ کون ہے) تو وہ اس کے ناموں میں سے بہترین نام بتاتے ہیں، حتیٰ کہ پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں اور اسے کھلواتے ہیں تو وہ کھول دیا جاتا ہے پھر اسے ہر آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک پہنچاتے ہیں یہاں تک کہ وہ ساتویں پر پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کی کتاب علیین میں لکھو، اور اسے واپس زمین ہی کی طرف لے جاؤ، کیونکہ میں نے اسے زمین ہی سے پیدا کیا، اور وہیں سے اسے لوٹاؤں گا اور وہیں سے دوبارہ نکالوں گا آپ نے بتایا پھر وہ روح اپنے جسم میں واپس آجاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے، وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، وہ کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے وہ پوچھتے ہیں یہ صاحب کون ہیں جو تم میں بھیجے گئے، وہ جواب دیتا ہے یہ اللہ کے رسول ہیں فرشتے کہتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا، وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اس کی تصدیق کی تو آسمان سے آواز آتی ہے میرا بندہ سچا ہے اس کے لئے جنت کا فرش بچھاؤ، اسے جنتی لباس پہناؤ، اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو، آپ فرماتے ہیں پس اس بندۂ مومن تک جنت کی خوشبو آنے لگتی ہے اور اس کی قبر کو حد نگاہ تک فراخ کر دیا جاتا ہے پھر اس کے پاس ایک خوبصورت اچھے لباس اور اچھی خوشبو والا شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ اس سے

Marfat.com

خوش ہو جس نے تجھے خوش کیا یہ تیرا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا، بندہ مومن کہتا ہے تو کون ہے تیرا چہرۂ بڑا ہی بھلا لگتا ہے وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں پس بندۂ مومن (خوشی سے سرشار ہو کر) کہتا ہے یارب قیامت قائم کر، تاکہ میں اپنے اہل و عیال اور ساز و سامان میں پہنچوں۔ (مشکوٰۃ شریف)

ابھی حدیث شریف مکمل نہیں ہوئی، ہم نے صرف اپنے مطلب کا حصہ نقل کیا ہے، اس کے آگے نبی مکرم علیہ السلام نے اتنی ہی تفصیل سے کافر کی موت اور بعد میں اس کے ساتھ پیش آنے والے عبرتناک واقعات بیان فرمائے، الحمد للہ ہم مومن ہیں اللہ ہمیں ان جیسا، مومن کامل بنائے جن سے اللہ موت کے وقت اپنے خصوصی فضل و کرم کا سلوک فرماتا ہے اور موت ان کے لئے اعلیٰ مراتب اور سکون و اطمینان کا ذریعہ بنتی ہے ایسے ہی مومنین کاملین کے لئے حضور علیہ اسلام نے موت کو تحفہ اور نعمت قرار دیا، اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ۔

"مومن کا تحفہ موت ہے۔"

آیئے، اب غور کریں، کہ احکام شرع کے ذریعہ، ہمیں مردوں کے ساتھ اچھا برتاؤ، کرنے کا کس طرح حکم دیا گیا۔

تلقین

تلقین، یعنی، سمجھانا، سکھانا، یا، یاد دلانا، احکام میت سے متعلق یہ پہلا عمل ہے مرنے والے کے پاس، جس کے کرنے کا حکم دیا گیا حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

Marfat.com

"اپنے مردوں (قریب المرگ لوگوں) کو، لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔" (مسلم شریف)

یعنی مرنے والے کے سامنے کلمہ طیبہ، یا کلمہ شہادت، بآواز بلند پڑھا جائے، کہ سن کر وہ بھی پڑھنے لگے، کلمہ پڑھنے کا حکم نہ دیا جائے، بلکہ سنایا جائے، کیونکہ موت کا وقت بہت ہی سخت ہوتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تکلیف اور شدت موت سے جھنجھلا کر منع کر دے تو ایمان ہی خطرے میں پڑ جائے گا لہٰذا صرف اسے یاد دلانے کی کوشش کی جائے، اور جب وہ کلمہ پڑھ لے تو تلقین بند کر دی جائے کیونکہ متواتر اس سے کلمہ پڑھوانا مقصود نہیں، بلکہ مقصد صرف اتنا ہے، کہ اس کی زندگی کا آخری کلام کلمہ بن جائے، جو اس کے جنتی ہونے کا سبب ہو گا، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے خوشخبری دی۔

مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

"جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو گا، وہ جنت میں داخل ہو گا۔"

(ابو داؤد شریف)

مرنے والے کے ساتھ، زندوں کا اس سے بہتر، سلوک کیا ہو سکتا ہے، کہ وہ اسے مرتے وقت جنت کی راہ دکھائیں اور کلمہ پڑھانے کی کوشش کریں اللہ سب کا آخری کلام "لا الہ الا اللہ" کرے کہ یہی ذریعہ نجات ہے۔

سکرات موت کے وقت مدد

دنیا کی ہر بیماری اور تکلیف سے زیادہ تکلیف انسان کو موت کے وقت ہوتی ہے، جسے سکرات الموت، یا عالم نزاع کہا جاتا ہے جس کا حقیقی اندازہ تو مرنے والے ہی کو ہوتا ہے، وہی جانتا ہے اس پر کیا بیتی، زندگی کا یہ آخری مرحلہ بڑا ہی سخت اور دشوار ہے، اللہ اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کے صدقہ میں ہر مومن کے لئے یہ مرحلہ آسان فرمائے، اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔

Marfat.com

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام پر موت کی شدت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا، کہ اس وقت آپ کے پاس چمڑے یا لکڑی کا ایک چھوٹا برتن رکھ دیا گیا تھا جس میں پانی تھا، آپ بار، بار اس میں اپنا ہاتھ ڈالتے اور چہرۂ انور پر ملتے ہوئے فرماتے لا الہ الا اللہ سکرات موت میں بڑی شدت ہوتی ہے۔
(بخاری شریف)

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا مومن کے لئے ہر چیز میں اجر ہی اجر ہے، یہاں تک کہ موت کی سختی پر بھی اجر ملتا ہے۔
(ترمذی شریف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ مومن کے لئے آخری تکلیف موت کی ہے پھر اس کے بعد کوئی تکلیف نہیں۔
(احمد)

ان روایات کے علاوہ اس سلسلے کی جو روایات ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ مرنے والے کو فرشتے جکڑ لیتے ہیں پھر اس کے جوڑ جوڑ سے روح کھینچتے ہیں جس کی کیفیت اس کانٹے جیسی ہوتی ہے جسے اون یا روئی میں سے کھینچ کر نکالا جائے تو اس کے ساتھ ضرور کچھ اون باہر آتی ہے، یا ایسی جیسے کسی جانور سے کھال کھینچی جاتی ہے، ..... شداد ابن اوس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ مومن کے لئے موت کی تکلیف آروں سے چیرنے، قینچی سے کترنے، اور دیگ میں ڈال کر جوش دینے سے بھی زیادہ سخت ہے، اگر مردہ نزاع کی کیفیت دنیا والوں کو بتا دیا کرتا تو دنیا والے ہر عیش و آرام بھول جاتے، اور ان کی نیندیں غائب ہو جاتیں۔

بہرحال سکرات موت سخت اور حق ہیں اس وقت مرنے والا بھی لاچار و مجبور ہوتا ہے اور دیکھنے والا بھی نہ ماں، باپ کوئی مدد کر پاتے ہیں نہ اولاد، اور نہ اعزاء و اقارب اور دوست و احباب، ایسے سخت موقع کے لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نسخہ کیمیا عطا فرماتے ہیں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

Marfat.com

اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاکُمْ۔

"اپنے مردوں پر سورۂ یٰسٓ پڑھو۔" (ابن ماجہ شریف)

کیونکہ سورۂ یٰسٓ کی خصوصیات و برکات میں سے ایک یہ بھی ہے، مصائب و بلیات کو دفع کرتی ہے اور سکرات موت کی مصیبت سے بڑی کوئی مصیبت نہیں اللہ تعالیٰ اس سورت کی برکت سے اس مصیبت کو سہل و آسان فرما دیتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس مرنے والے کے پاس سورۂ یٰس پڑھی جائے تو اس کی موت کے وقت آسانی ہو جاتی ہے اسی لئے اس سورۃ کا ایک نام سورۂ مدافعہ بھی ہے یعنی بلائیں دور کرنے والی سورت۔

یہ جاہلانہ خیال ہے کہ سورۂ یٰسٓ سے موت جلدی آ جاتی ہے یا یہ صرف مرنے والے کے پاس ہی پڑھی جاتی ہے، بلکہ اگر مریض کے پاس پڑھی جائے یا اس کو پڑھ کر پانی پر دم کیا جائے اور مریض کو پلایا جائے، تو اللہ اس کی برکت سے مرض کی شدت میں کمی فرماتا ہے، جو صبح کو اس کی تلاوت کرے وہ شام تک اور جو شام کو تلاوت کرے وہ صبح تک، امن و سکون اور خوشی میں رہے گا اس کی پابندی سے تلاوت، قرض سے نجات کا ذریعہ ہے، قضائے حاجات کا ذریعہ ہے غرضیکہ اس کے بے شمار فوائد ہیں اسی لئے صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے "قلب قرآن" فرمایا۔

بہرحال مرنے والے کے ساتھ زندوں کو، اچھا برتاؤ، کرنے کا یہ بھی ایک طریقہ بتایا گیا، کہ جو شخص سکرات موت میں مبتلا ہے اور تم اس کی اس سخت وقت میں کسی طرح مدد نہیں کر سکتے تو اللہ کے مبارک کلام کی یہ مقدس سورت تلاوت کر کے اس کی مدد کرو۔

مرجانے کے فوراً ہی بعد مردے کے لئے ایصال ثواب کا حکم ہے، کہ قرآن کریم، کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھ کر مردے کو ثواب پہنچانا، شروع کر دو، تاکہ اس کے قبر تک کے مراحل میں سہولت و آسانی ہو، گویا تمہارا جو بھائی مر گیا، اس کی مدد اب بھی

Marfat.com

جاری رکھو اور اسے ثواب پہنچا کر، اس کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو۔

غسل و کفن

مردے کو غسل دینے کی ذمہ داری صرف اس کے اقرباء پر نہیں بلکہ اسے مسلمانوں کے لئے فرض کفایہ قرار دیا گیا، یعنی اگر کسی مسلمان کو بغیر غسل دیئے دفن کر دیا گیا۔ تو اس شہر کے سب مسلمان گناہ گار اور اللہ کے یہاں جواب دہ ہوں گے۔

غسل کے لئے بھی خصوصی اہتمام کا حکم دیا گیا، غسل دینے والے متقی اور قابل اعتماد لوگ ہوں میت کا ستر کپڑے سے ڈھکا رہے غسل دینے والے اس پر نظر نہ ڈالیں غسل دینے والے اگر میت کے جسم میں کوئی عیب یا خرابی دیکھیں تو کسی سے اس کا ذکر نہ کریں، غسل دیتے وقت جسم کو نہایت احتیاط اور احترام سے حرکت دی جائے، غسل دینے والوں کی زبان پر کلمہ شہادت وغیرہ جاری رہے، غسل کھلے میدان میں نہیں باپردہ اور پاک جگہ پر دیا جائے، غسل کا پانی موسم کے اعتبار سے اور میت کی عادت کے مطابق گرم یا ٹھنڈا ہو پانی میں ایسی چیز ملا لی جائے جو جسم کو صاف کرے اور پانی خوشبودار ہو جائے، میت کو غسل دینے والوں کے لئے اجر و ثواب کا مژدہ دیا گیا۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ طَهَّرَهُ اللهُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ۔

"جس نے مردے کو غسل دیا اور اس کے عیوب کو چھپایا اللہ اسے گناہوں سے پاک فرما دے گا۔" (طبرانی)

غسل کی طرح کفن میں بھی اہتمام کا حکم دیا گیا ہے یہ نہیں کہ بس مردے کو ایک کپڑے میں لپیٹو اور دفن کر دو، بلکہ کفن کے کپڑوں کی تعداد متعین کی گئی، اس کی قسم بیان کی گئی، نیز کفن پہنانے کا طریقہ مقرر کیا گیا، اور یہ بھی صرف اعزاء و اقارب کی ذمہ داری نہیں بلکہ مسلمانوں کی ذمہ داری قرار دی گئی، کہ اگر میت لاوارث ہو، یا

Marfat.com

غریب جس نے اپنے کفن، دفن کے اخراجات تک کے لئے کچھ نہ چھوڑا ہو، اور عزیز واقارب بھی ان اخراجات کو برداشت کرنے کے قابل نہ ہوں تب بھی مردے کو بلا غسل اور بلا کفن، دفن نہیں کر دیا جائے گا، بلکہ مسلمان اجتماعی یا انفرادی طور پر اس کام کو انجام دیں گے کہ مسلمانوں پر یہ میت کا حق ہے نیز تاکید کی گئی کہ کفن اچھا دیا جائے، غریب وامیر سب کا کفن ایک جیسا ہونا چاہئے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اِذَا کَفَّنَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُحْسِنْ کَفَنَہٗ

"جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے، تو اسے اچھا کفن دے۔" (مسلم شریف)

مردے کو کفن دینے والا بڑا ہی خوش نصیب ہے کہ اسے جنتی لباس کی خوشخبری دی گئی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

وَمَنْ کَفَّنَ مَیِّتًا کَسَاہُ اللّٰہُ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّۃِ۔

"جس نے کسی مردے کو کفن پہنایا اللہ اسے جنت کا لباس پہنائے گا۔" (طبرانی)

غرضیکہ مردوں کا زندوں پر یہ حق عائد کیا گیا کہ وہ انہیں غسل دیں اور کفن پہنائیں، اور دونوں کاموں کا اس طرح اہتمام کریں کہ مردے کی عزت وتکریم میں فرق نہ آنے پائے، حتیٰ کہ لوگ اس کو نہ بار سمجھیں کہ اللہ اس کا اجر عطا فرمائے گا اور نہ ہی یہ ان کا مردے پر احسان ہوگا بلکہ یہ اس کا حق ہے جسے ادا کرنا، زندوں کی ذمہ داری ہے۔

احترام جنازہ

جنازے کی نماز پڑھنے، جنازہ اٹھانے، لے کر چلنے، اور اس میں شریک ہونے، نیز اس کا احترام کرنے سے متعلق شریعت مطہرہ نے جو احکام دیئے وہ بھی ثابت کرتے

Marfat.com

ہیں، کہ مردوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور ان کی عزت کرنا ضروری ہے۔

جنازے کی نماز مردے کے لئے اس کے مسلمان بھائیوں کی طرف وہ آخری تحفہ ہے جو زمین کے اندر جانے سے پہلے اسے پیش کیا جاتا ہے اس کو بھی فرض کفایہ قرار دیا گیا، کہ اگر مسلمان کو بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کر دیا گیا تو شہر کے سب مسلمان گناہ گار ہوں گے، جنازہ آگے رکھ کر نماز پڑھنے میں بھی اس کے احترام کا اظہار مقصود ہے۔

جنازہ اٹھانے میں بھی مردے کی تعظیم کو ملحوظ رکھا گیا، کہ کسی سامان کی طرح اسے لٹا کر نہ لے جایا جائے، بلکہ عزت و احترام کے ساتھ کاندھوں پر اٹھایا جائے، اور باوقار معمول کے مطابق چلنے ہوئے یعنی نہ اتنا تیز چلیں کہ دوڑتے ہوئے معلوم ہوں اور نہ یہ محسوس ہو جیسے کسی بوجھ کو پھینکنے جا رہے ہیں اور نہ ہی آہستہ چلیں جنازے میں شریک ہونے اس کے ساتھ چلنے کو بھی باعث ثواب قرار دیا اگر جنازہ گذر رہا ہے تو بہتر ہے کہ کم از کم چالیس قدم اس کے ساتھ چلا جائے ورنہ اس کے احترام میں جو لوگ سواری پر ہوں وہ اپنی سواری روک کر اور جو لوگ بیٹھے ہوں وہ کھڑے ہو کر احترام کریں لیجئے ان امور سے متعلق چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّكَانَ مَعَهُ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا وَيَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيرَاطَيْنِ كُلُّ قِيرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ وَّمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيرَاطٍ۔

"جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے، مسلمان کے جنازے کے ساتھ چلا اور نماز جنازہ پڑھنے تک اس کے ساتھ رہا اور اس کے دفن سے فارغ ہوا، تو بیشک وہ واپس لوٹتا ہے اجر و ثواب کے دو قیراطوں کے ساتھ ہر قیراط احد پہاڑ جتنا ہے اور جس نے اس پر نماز

Marfat.com

جنازہ پڑھی پھر دفن سے پہلے واپس آگیا تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر واپس لوٹتا ہے۔" (بخاری شریف)

اللہ اکبر، جنازے میں شرکت کا ثواب کتنا بیان کیا جارہا ہے، اگر دفن ہونے تک شرکت کی تو دو قیراط، اور اگر صرف نماز جنازہ پڑھی تو ایک قیراط، قیراط اگرچہ، دینار کا بارہواں حصہ ایک چھوٹا سا سکہ ہوتا ہے لیکن یہ قیراط بھی احد پہاڑ جیسا قرار دیا گیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ۔

اِذَا رَاَیْتُمُ الْجَنَازَۃَ فَقُوْمُوْا فَمَنْ تَبِعَھَا فَلَا یَقْعُدْ حَتّٰی تُوْضَعَ۔

"جب تم جنازہ دیکھو، تو کھڑے ہو جاؤ اور جو جنازے کے ساتھ جائے، وہ جنازہ زمین پر رکھنے تک نہ بیٹھے۔" (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ تَبِعَ جِنَازَۃً وَحَمَلَھَا ثَلٰثَ مِرَارٍ فَقَدْ قَضٰی مَا عَلَیْہِ مِنْ حَقِّھَا

"جو شخص جنازے کے پیچھے چلا اور اسے تین بار اٹھایا، تو اس نے اس کا وہ حق ادا کر دیا جو اس پر تھا۔" (ترمذی شریف)

یعنی جنازے میں شریک ہونا صرف یہ نہیں کہ اس کے پیچھے پیچھے چلا جائے، بلکہ میت کو کاندھا دیا، میت کا حق ہے پس جنازے میں شریک لوگوں کو یہ حق ادا کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے اور صرف ایک مرتبہ نہیں بلکہ تین مرتبہ چاروں طرف سے کاندھا دیا جائے اور میت کو اٹھایا جائے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ حضور علیہ السلام کے ہمراہ ایک جنازے میں شرکت کے لئے نکلے، تو آپ نے کچھ لوگوں کو سواری پر چلتے دیکھا، پس فرمایا

اَلَا تَسْتَحْیُوْنَ اَنَّ مَلٰٓئِکَۃَ اللّٰہِ عَلٰی اَقْدَامِھِمْ وَاَنْتُمْ عَلٰی ظُھُوْرِ الدَّوَآبِّ۔

Marfat.com

"کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ فرشتے تو پیدل چل رہے ہیں اور تم سواریوں کی پشت پر سوار ہو۔" (ابن ماجہ شریف)

جنازے میں اللہ کے فرشتے بھی شریک ہوتے ہیں اللہ مومن بندے سے محبت اور اکرام کے اظہار کے لئے اپنے فرشتوں کو اس کے جنازے میں شرکت کے لئے نازل فرماتا ہے لہٰذا مردے کا احترام اس لئے بھی کیا جائے کہ اس کے ساتھ فرشتے موجود ہوتے ہیں اور یہ حکم صرف مسلمان مردوں ہی کے لئے نہیں بلکہ غیر مسلم مردوں کے لئے بھی ہے کہ انہیں دیکھ کر بھی موت یاد آجاتی ہے اور ان کے ساتھ بھی فرشتے ہوتے ہیں عذاب ہی کے سہی، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک جنازہ گذرا، تو حضور علیہ السلام اس کے لئے کھڑے ہوگئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوگئے، پھر ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو یہودیہ عورت کا جنازہ ہے آپ نے فرمایا۔

اِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ فَاِذَا رَاَیْتُمُ الْجَنَازَۃَ فَقُوْمُوْا۔

"بیشک موت، خوف اور ڈر کا ذریعہ ہے لہٰذا جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔" (بخاری شریف)

جنازے میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی شرکت کے لئے ترغیب دیتے ہوئے فرمایا گیا کثرت شرکاء مردے کی مغفرت کا ذریعہ ہوتی ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَامِنْ رَجُلٍ یُصَلِّیْ عَلَیْہِ مِائَۃٌ اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ۔

جس شخص پر سو آدمیوں نے نماز (جنازہ) پڑھی، اللہ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔" (طبرانی)

دفن میت کے احکام میں بھی احترام انسان کا لحاظ رکھا گیا ہے، کہ مردے کی تدفین بھی فرض کفایہ ہے، قبر کی لمبائی، چوڑائی گہرائی کا تعین کیا گیا ہے یہ نہیں کہ بس ایک گڑھا کھودا جائے اور اس میں مردے کو دفن کر دیا جائے، نیز قبر میں مردے کو

Marfat.com

لٹانے کے لئے نیک اور متقی شخص کو اترنے کا حکم دیا گیا مردے کو لٹانے کے بعد سے قبر کا منہ اینٹوں سے بند کیا جائے گا پھر مٹی ڈالی جائے گی، تاکہ مردے کے اوپر مٹی نہ گرے، حتیٰ کہ قبر کا احترام کرنے کی بھی تاکید کی گئی کہ قبر کے اوپر چلنے یا بیٹھنے سے منع فرمایا گیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لَاَنْ یَّجْلِسَ اَحَدُکُمْ عَلٰی جَمْرَۃٍ فَتُحْرِقَ ثِیَابَہٗ فَتَخْلُصَ اِلٰی جِلْدِہٖ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّجْلِسَ عَلٰی قَبْرٍ۔

"تم میں سے کسی کا آگ کے انگارے پر بیٹھنا، جس سے اس کے کپڑے جل جائیں، اور وہ آگ اس کے جسم تک پہنچ جائے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔" (مسلم شریف)

عَنْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ قَالَ رَاٰنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَّکِءًا عَلٰی قَبْرٍ فَقَالَ لَا تُؤْذِ صَاحِبَ ھٰذَا الْقَبْرِ۔

"حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، تو آپ نے فرمایا اس قبر والے کو تکلیف نہ دو۔" (مشکوٰۃ شریف)

اندازہ فرمایئے جو شریعت، قبروں تک کے احترام کا حکم دیتی ہے اس میں مردے کی اہانت اور تحقیر، کی اجازت کہاں ہو سکتی ہے یہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم، جنہوں نے انسان کو عزت بخشی اور بام عروج پر پہنچایا۔

موت کے بعد

جس طرح زندوں کی اہانت و تحقیر ممنوع ہے اسی طرح کسی کے مرجانے کے بعد اسے برا کہنا، یا اس کی برائی کا ذکر کرنا ممنوع قرار دیا گیا مثلاً کسی مردے کے متعلق یہ نہ کہا جائے، کہ وہ تو بڑا بددیانت، جھوٹا، بدکردار، وغیرہ تھا۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

Marfat.com

لَاتَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰی مَا قَدَّمُوْا۔

"مردوں کو گالیاں نہ دو، کیونکہ انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا، وہ اس تک پہنچ گئے ہیں۔" (بخاری شریف)

یعنی انہوں نے اپنے اعمال کی جزا پالی ہے، اگر ان کے اعمال اچھے تھے تو انہیں برائی سے یاد کرنا، غلط بیانی ہے، جس سے تم گناہ گار ہوگئے، اور اگر ان کے اعمال برے تھے، تو کیا عجب، اللہ نے انہیں کسی بھی نیکی کے باعث بخش دیا ہو اور اگر بخشش نہ بھی ہوئی ہو، تو بھی انہیں برا کہنے سے کیا فائدہ ہوگا بہتر یہ ہے کہ تم ان کی اچھائیوں کا ذکر کرو اور ان کو ایصال ثواب کرو، تاکہ اللہ انہیں معاف کر دے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی مکرم علیہ السلام نے فرمایا۔

اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ وَکُفُّوْا عَنْ مَسَاوِیْھِمْ۔

"اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو، ان کی برائیوں سے باز رہو۔"

(ترمذی شریف)

نیز، جس طرح زندوں کو قتل کرنے، زخمی کرنے اور دوسری طرح جسمانی تکلیف پہنچانے کی ممانعت کی گئی، اسی طرح کسی کے مرنے کے بعد اس کے جسم پر کوئی ایسا عمل کرنا، جس سے اسے زندگی میں تکلیف ہوتی، مرنے کے بعد بھی جائز نہیں، مثلاً تعلیمی تجربات کے لئے سبب موت معلوم کرنے کے لئے تشخیص مرض وغیرہ کے لئے پوسٹمارٹم کرنا جائز نہیں اسی طرح مردے کے جسم کا کوئی حصہ کاٹنا، آنکھ دل، گردے وغیرہ نکالنا بھی حرام ہے چاہے مردے نے زندگی میں اس کی وصیت کر دی ہو، کہ یہ وصیت بھی جائز نہیں اس پر عمل نہیں کیا جائے گا، ان اعضاء کی کسی زندے کے لئے کتنی ہی سخت ضرورت ہو، یعنی اضطراری صورت ہو یا اختیاری کسی صورت میں بھی اس کی اجازت نہیں کہ یہ مردے کی تحقیر بھی ہے اس کو ایذاء پہنچانا بھی، اس سے مردے کے اعزاء و اقارب کو بھی شدید تکلیف ہوگی جو دفن مردے کی قبر پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتا، وہ مردے کے ساتھ اس سے بے دردی کے عمل کی اجازت کیسے

Marfat.com

دے سکتا ہے، نیز جس چیز پر انسان کو زندگی میں اختیار نہیں کہ کوئی شخص اپنے جسم کا کوئی حصہ نہ کسی کو ہبہ کر سکتا ہے، نہ فروخت کر سکتا ہے کیونکہ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں یہ اس کے پاس اللہ کی امانت ہے جسے اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے اسے اپنی مرضی سے اس میں تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں لہٰذا مرنے کے بعد نہ تو اس کی کسی ایسی وصیت پر عمل ہو گا اور نہ ہی کسی کو ایسا عمل کرنے کی اجازت ہو گی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی مکرم کا واضح ارشاد بیان کیا، آپ فرماتے ہیں۔

كَسْرُ عِظَامِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهَا حَيًّا۔

"میت کی ہڈیوں کو توڑنا، زندہ شخص کی ہڈیوں کو توڑنے کی طرح ہے۔" (ابو داؤد)

یہ عنوان نہایت اہم اور تفصیل طلب ہے، جس کی یہاں گنجائش نہیں ہمارے ہم عصر، علامہ غلام رسول سعیدی نے شرح مسلم میں اس موضوع پر طویل اور مفید گفتگو کی ہے، اور موضوع کا حق ادا کیا ہے، اہل ذوق یا اہل ضرورت حضرات، شرح مسلم جلد ثانی میں اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

مردوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا ایک نہایت اہم اور مفید طریقہ، ایصال ثواب ہے یعنی قرآن کریم کی تلاوت، صدقات و خیرات، نفلی عبادات وغیرہ کا مردوں کا ثواب بخشنا، اس سے مردوں کے عذاب میں تخفیف ہوتی ان کی قبر میں وسعت و کشادگی اور روشنی ہوتی ہے ان کے گناہ معاف ہوتے ہیں ان کے مراتب بلند ہوتے ہیں، اور صالحین و اولیاء کے لئے ایصال ثواب سے اس کے کرنے والوں کو فیوض و برکات نصیب ہوتے ہیں، قرآن کریم مردوں کے لئے طلب مغفرت کی تعلیم دیتا ہے، فرمایا گیا۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝

"اے ہمارے رب، بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو، اور سب

Marfat.com

مسلمانوں کو، جس دن حساب قائم ہو گا۔"

(پ ۱۳، ابراہیم، ۴۱)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾

"اے ہمارے رب، ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور نہ پیدا کر ہمارے دلوں میں کینہ اہل ایمان کے لئے، اے ہمارے رب بیشک تو رؤف و رحیم ہے۔"

(پ۲۸، حشر، ۱۰)

نبی مکرم علیہ السلام نے خود مردوں کے لئے، ایصال ثواب فرمایا، نیز اس حسن سلوک کی تاکید فرمائی، خصوصاً والدین کے لئے ایصال ثواب اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی بے حد تاکید کی گئی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے لیکن اس کے تین عمل ایسے ہیں جن کا اسے ہمیشہ ثواب پہنچتا رہتا ہے۔

صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ اَوْ عِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ۔

"صدقہ جاریہ، یا وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے، یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے۔" (مسلم شریف)

نماز جنازہ کا حکم بھی درحقیقت، میت کے ایصال ثواب ہی کے لئے ہے کہ اس میں میت کے لئے دعائے مغفرت ہی کی جاتی ہے۔ نبی مکرم علیہ السلام نے اس میں خلوص نیت کی تاکید فرمائی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روات ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ۔

"جب تم نماز جنازہ پڑھو تو میت کے لئے خلوص کے ساتھ دعا (مغفرت) کرو۔" (ابن ماجہ)

Marfat.com

یعنی نماز جنازہ کو دنیا کی رسم نہ بناؤ، میت کے اعزاء و اقارب کو خوش کرنے ان سے تعلقات قائم کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ، لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کا وسیلہ نہ بناؤ، بلکہ صرف اپنے مسلمان بھائی کے لئے، خلوص کے ساتھ دعائے مغفرت، کرنے کی غرض سے نماز جنازہ میں شرکت کرو۔

بہرحال، ایصال ثواب مردوں کے ساتھ حسن سلوک کا ایک طریقہ ہے اور ایسا عمل ہے جس کا نہ وقت مقرر ہے، اور نہ مدت متعین، نہ اپنے اور غیر کی تفریق، بلکہ مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے، کہ وہ تمام مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں اور ان کو ایصال ثواب میں شامل فرمائیں، اللہ کے خزانوں میں نہ کمی ہے، نہ حد کا تعین ہے، وہ اپنے فضل و کرم سے اس ایصال ثواب کا فائدہ پوری امت مرحومہ کو عطا فرما دے تو اس کی شان کریمی سے بعید نہیں، نیز ثواب پہنچانے والا، اپنے ثواب سے محروم نہیں ہوتا بلکہ اس عمل کا اسے بھی پورا پورا ثواب بخشا جاتا ہے۔

مردوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا ایک طریقہ، زیارت قبور بھی ہے، نبی مکرم علیہ السلام نے اس کو ہمارے لئے سنت بنایا کہ آپ خود جنت البقیع تشریف لے جاتے اور اپنے غلاموں کے لئے دعائے مغفرت فرماتے تھے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء و صالحین کی قبروں پر حاضر ہو کر ایصال ثواب کا فائدہ یہ ہے کہ ان کی نظرِ کرم سے حاصل ہوتی ہے اور جب ان سے اپنے مصائب و آلام اور ضروریات کے لئے مدد کی درخواست کی جاتی ہے تو وہ مدد فرماتے ہیں امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جس سے زندگی میں مدد لینا جائز ہے، اس سے اس کی وفات کے بعد بھی مدد مانگنا جائز ہے، حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت موسیٰ کاظم رحمتہ اللہ علیہ کی قبروں کو قبولیت دعا کا مجرب مقام بتایا ہے، اور عام مومنین کی قبروں پر حاضری سے دل نرم ہوتا ہے، موت کی یاد تازہ ہوتی ہے اور انجام کا احساس بیدار ہوتا ہے اور ان خوبیوں کے پیدا ہونے سے انسان اعمال صالحہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، نیز قبروں پر حاضر ہو

Marfat.com

کر مردوں کو سلام کرنے اور ان کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کے لئے تلاوت قرآن وغیرہ کا حکم دیا گیا کہ ان اعمال سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ۔

"میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا (ابتدائے اسلام میں) (اب) ان کی زیارت کرو کہ وہ دنیا سے بے رغبتی، اور یاد آخرت کا ذریعہ ہے۔" (ابن ماجہ)

خصوصیت کے ساتھ والدین کی قبور پر حاضری کی تاکید فرمائی گئی، محمد بن نعمان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهٗ وَكُتِبَ بَرًّا

"جس نے اپنے والدین یا دونوں میں سے ایک کی قبر کی زیارت کی ہر جمعہ کو، تو اسے بخش دیا جائے ہے، اور والدین کے فرمانبرداروں میں لکھ دیا جاتا ہے۔" (بیہقی)

خاتمہ

"مردوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا" یہ عنوان نہایت تفصیل طلب ہے ہم نے جو کچھ عرض کیا وہ اگرچہ مختصر ہے، لیکن یہ واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح زندوں کی عزت و تکریم مطلوب ہے، اسی طرح، میت سے متعلق تمام احکام میں اس بات کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ جسم سے روح نکل جانے کے بعد بھی، اس جسم کی حقارت و اہانت نہ ہونے پائے، جس کو خالق حقیقی نے اپنے دست قدرت سے بنایا اور "ولقد کرمنا بنی آدم" کا مقام رفیع عطا فرمایا، پس ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم جس طرح زندوں کے حقوق ادا کرتے، اور

Marfat.com

ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں اسی طرح شریعت کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے مردہ بھائیوں کے حقوق کا بھی لحاظ کریں اور "ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں۔"

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"جانوروں کے ساتھ اچھا برتاؤ"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

اسلام کی رحمت نہ صرف انسانوں پر سایہ فگن ہے، بلکہ جانوروں کو بھی اپنی پناہ میں لئے ہوئے ہے، اسلام نے جس طرح انسان کو ذلت و خواری سے نجات دلائی اسی طرح جانوروں کو بھی انسان کے ظلم و ستم سے چھٹکارا دلایا، اسلام سے پہلے جو انسان، انسانیت کی عزت و تکریم سے واقف نہ تھا، اس سے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی کیا توقع کی جاسکتی تھی، اسی لئے عرب میں عام رواج تھا، کہ جانوروں کو اپنی فیاضی، سخاوت اور دولت مندی کے اظہار کا ذریعہ بنایا جاتا تھا، دو آدمی شرط لگاتے تھے کہ کون زیادہ جانور ذبح کرتا ہے اور وہ بلا ضرورت ان بے زبانوں کو، تیروں، تلواروں اور بھالوں سے گرائے چلے جاتے تھے، اردگرد جمع لوگ تالیاں بجاتے اور تماشہ دیکھتے رہتے تھے یہاں تک کہ جو بازی جیت جاتا اس کو کاندھوں پر اٹھالیا جاتا تھا، اور بڑا فیاض، سخی، دولت منداور معزز قرار دیا جاتا تھا، ایک رسم یہ تھی کہ جب کوئی مرجاتا تھا تو اس کی سواری کے مخصوص جانور کو اس کی قبر پر باندھ دیا جاتا تھا، اسے نہ کھانے کو گھاس دیتے اور نہ پینے کو پانی، وہ تڑپ، تڑپ، کر سوکھ جاتا اور مرجاتا تھا، ایسے جانور کو "بلید" کہتے تھے، نشانہ بازی کے لئے بھی جانوروں کو استعمال کیا جاتا تھا، کہ اسے باندھ کر اس پر تیراندازی کی جاتی تھی حتیٰ کہ وہ زخمی ہو کر مرجاتا تھا، زندہ جانوروں کے جسم کا کوئی بھی حصہ کاٹ کر پکاتے اور کھاتے تھے، زندہ اونٹ کا کوہان، اور زندہ دنبہ کی چکی مرغوب غذا تھی، صرف لہو و لعب کے لئے جانوروں کا شکار عام تھا، جانوروں کو لڑانا ایک پسندیدہ کھیل اور جوئے کا ایک طریقہ تھا، ان تمام

Marfat.com

مظالم کی وجہ یہ تھی کہ جانوروں کے دکھ درد کا احساس اور تصور مفقود تھا، اسلام آیا تو جانوروں کو ان مظالم سے پناہ نصیب ہوئی، اسلام نے ان پر رحم کرنے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تعلیم دی۔

جانوروں کی پیدائش کا مقصد

قرآن نے جانوروں کی پیدائش کا مقصد متعین کیا، انہیں اللہ کی نعمت اور اس کی قدرت کی نشانی قرار دیا، یہاں ان تمام آیات کو جمع کرنا ممکن نہیں، جو جانوروں کے متعلق نازل ہوئیں بطور تحفہ چند آیات ملاحظہ ہوں۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

"نیز اس نے جانووں کو تمہارے لئے پیدا کیا، ان میں گرم لباس بھی ہے، اور دیگر فائدے ہیں اور انہیں (کا گوشت) تم کھاتے ہو اور ان میں تمہارے لئے زیب و زینت بھی ہے، جب تم شام کو (چرا کر) انہیں گھر لاتے ہو اور جب صبح کو انہیں (چرانے) لے جاتے ہو۔ اور (یہ جانور) تمہارے بوجھ اٹھا لے جاتے ہیں ان شہروں تک، جہاں تم نہیں پہنچ سکتے مگر سخت مشقت سے۔ بیشک تمہارا رب بہت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے، اور اس نے پیدا کئے گھوڑے اور خچر، اور گدھے، تاکہ تم ان پر سواری کرو اور (تمہارے لئے ان میں) زینت ہے۔ اور وہ پیدا فرمائے گا ایسی سواریوں کو جو تم نہیں جانتے۔"

Marfat.com

(پ ۱۴، نحل، ۶، ۷، ۸)

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ

"اور (اللہ) وہی ہے جس نے پابند حکم کر دیا، سمندر کو تاکہ تم کھاؤ اس سے (مچھلیوں کا) تازہ گوشت، اور نکالو اس سے زیور جسے تم پہنتے ہو۔"

(پ ۱۴، نحل، ۱۴)

وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ۝

"اور بیشک تمہارے لئے مویشیوں میں ایک عبرت ہے، ہم تمہیں پلاتے ہیں (دودھ) جو ان کے شکموں میں گوبر اور خون ہے ان کے درمیان سے، نکال کر خالص دودھ، جو بہت خوش ذائقہ ہے پینے والوں کے لئے۔"

(پ ۱۴، نحل، ۶۶)

ان آیات سے انعام یعنی مویشیوں کے مقصد کا تعین کیا گیا، کہ یہ سب انسان ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، کچھ کھانے اور دودھ حاصل کرنے کے لئے مخصوص ہیں سمندر کی مچھلیاں بھی بلا مقصد پیدا نہیں کی گئیں وہ ہمارے لئے، ایک صحت مند غذا ہیں ان کے علاوہ دیگر جتنے بھی جانور ہیں، درندے، پرندے، زمین کے اوپر، یا زمین کے اندر، پانی، یا خشکی میں رہنے والے، احسن الخالقین اللہ رب العزت نے انہیں بلا مقصد پیدا نہیں فرمایا، دیکھئے "نحل، شہد کی مکھی، اگر اس سے شہد حاصل نہ ہوتا، تو یہ ایک بیکار، صرف ایذا پہنچانے والی مخلوق قرار پاتی، کہ انسان کو ایسا کاٹتی ہے کہ اگر چند مکھیاں جمع ہو کر اس پر حملہ کر دیں تو اس کی جان لے سکتی ہیں لیکن اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اسی کے لعاب کو ایک بہترین لذیذ غذا بنا دیا جو بے شمار امراض کے لئے شفاء کا ذریعہ ہے۔

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا

Marfat.com

يَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

"اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی، کہ بنا کر پہاڑوں میں (اپنے) چھتے، اور درختوں (کی شاخوں) میں اور ان چھپروں میں جو لوگ بناتے ہیں۔ پھر ہر قسم کے پھلوں سے رس چوسا کر، پس چلتی رہا کر اپنے رب کی آسان کردہ راہوں پر۔ (یوں) نکلتا ہے ان (مکھیوں) کے شکم سے، ایک شربت، مختلف رنگوں والا اس میں شفاء ہے لوگوں کے لئے، بیشک اس میں اللہ کی قدرت کی نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔"

(پ ۱۴، نحل، ۶۸، ۶۹)

کیسا قدرت والا ہے، میرا رب کہ، گوبر و خون کے درمیان سے اس نے ہمارے لئے، دودھ کی نہریں، بہائیں، اور زہریلی مکھی سے، تریاق پیدا فرمایا، وہی پانی میں تیز دوڑنے والی مچھلیوں کو ہمارے جال میں پھنساتا ہے، وہی طاقتور خونخوار جانوروں پر ہمیں غلبہ عطا فرماتا ہے اس نے کیسے کیسے حسین و خوبصورت چرند و پرند اور کیڑے مکوڑے پیدا فرمائے، جو کسی نہ کسی طرح انسان کے کام آتے ہیں چاہے کوئی ان کے مقصد پیدائش کو سمجھے یا نہ سمجھے، لیکن حق یہ ہے کہ۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

"اے ہمارے رب، تونے یہ (سب کچھ) بیکار پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، پس ہمیں، نار جہنم کے عذاب سے بچا۔"

(پ ۴، العمران، ۱۹۱)

Marfat.com

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝

"اور نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، دلگی کرتے ہوئے۔ (بے مقصد)"

(پ۱۷، انبیاء، ۱۶)

بہرحال جانور بے مقصد پیدا نہیں کیے گئے، اور ہر بامقصد چیز کسی نہ کسی وقت کام آتی اور اس کی ضرورت پیش آ ہی جاتی ہے اور ہر چیز کو اس کے مقصد کے مطابق استعمال کرنا، اور احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا ہی اس کے ساتھ اچھا برتاؤ ہے، پس جانور اللہ کی نعمت ہیں، انسان کی ضرورت ہیں، لہٰذا ان کے ساتھ اچھا برتاؤ، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلوب ہے اور انسانیت کا تقاضہ ہے، آیئے دیکھیں آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جانوروں کو کس طرح اپنے سایہ رحمت میں پناہ دیتے ہیں۔

جانور ذبح کرنا

جانور کو ذبح کرنا، بظاہر بہت ہی بیدردی اور بے رحمی کا عمل معلوم ہوتا ہے، خیال ہوتا ہے کہ انسان جانور پر کتنا ظلم کر رہا ہے، حالانکہ ایسا نہیں خالق حقیقی نے جن جانوروں کو حلال کیا، اور انہیں انسان کی غذا قرار دیا، ان کو ذبح کرنا اور کھانا ہی ان کے ساتھ حسن سلوک ہے اللہ نے یہی ان کی موت کا ذریعہ بنایا ہے، اور اس موت میں انہیں یقیناً کوئی تکلیف نہیں ہوتی، جیسے جہاد میں شہید ہونے والے کے متعلق بتایا گیا کہ اسے ایسی تکلیف ہوتی ہے، جیسی چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف ہوتی ہے، حلال جانور اللہ کی طرف سے ذبح ہونے ہی پر مامور ہے، جب انسان اللہ ہی کے حکم کی تعمیل میں اس کو ذبح کرتا ہے، تو اپنے فضل و کرم سے وہ اس کی تکلیف کے احساس کو بھی ختم کر دیتا ہے، رہی یہ بات کہ جانور ذبح ہونے سے ڈرتا اور بھاگتا کیوں

Marfat.com

ہے، وہ اس لئے کہ اسے ذبح سے پہلے اپنی جان عزیز ہوتی ہے وہ اسے بچانا چاہتا ہے نیز اسے یہ علم نہیں ہوتا کہ وقت ذبح اللہ اس کی تکلیف دور فرما دے گا، غرضیکہ حلال جانور کو ذبح کرنا نہ ظلم ہے نہ بے رحمی اور نہ اس سے جانور کو وہ تکلیف ہوتی ہے جو بظاہر ہمیں نظر آتی ہے، ہاں ذبح کے وقت بدسلوکی بے رحمی اور بیدردی ہے جیسے زمانہ جاہلیت میں کیا جاتا تھا، یا اب بھی کچھ بے رحم لوگ کرتے ہیں آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی اور ذبح کے وقت جانور کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی کَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَۃَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَ وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَہٗ وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَہٗ۔

"اللہ نے ہر چیز پر احسان (اچھا برتاؤ) کرنا ضروری قرار دیا ہے لہٰذا جب کسی کو قتل کرو، تو اچھی طرح قتل کرو، اور جب کسی کو ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، اور تم اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لیا کرو، اور ذبیحہ کو آرام دیا کرو۔" (مسلم شریف)

یعنی اگر کسی انسان کو، قصاص وغیرہ کی صورت میں قتل کرنا پڑے، تو اسے تڑپا کر تکلیف دے کر قتل نہ کیا جائے، بلکہ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ شرعی حکم کی تعمیل بھی ہو جائے، اور مقتول کو کم سے کم تکلیف ہو، اسی طرح جب جانور کو ذبح کیا جائے تو ایسا ہی طریقہ اختیار کیا جائے کہ اسے تکلیف نہ ہو، چھری تیز کر لی جائے، جو جلد اور تیزی سے رگوں کو کاٹ دے، ذبح سے پہلے اسے پانی پلا دیا جائے، ذبح کے لئے اس طرح لٹایا جائے کہ اس کے ہاتھ، پیر وغیرہ میں چوٹ نہ آئے، نیز کسی جانور کے سامنے ذبح نہ کیا جائے، آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا واضح ہے کہ حلال جانور کو ذبح کرو، کہ یہ رب کی اجازت ہے لیکن بے رحمی اور بے دردی سے نہیں یہ

Marfat.com

میری ممانعت ہے اسی لئے آپ نے ان تمام طریقوں کو ممنوع قرار دیا، جن سے جانوروں کو اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے۔

یَنْھٰی اَنْ تُصْبَرَ بَھِیْمَۃٌ اَوْغَیْرُھَا لِلْقَتْلِ۔

"مویشی وغیرہ کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا۔"

(بخاری شریف)

زندہ جانور سے کاٹے ہوئے گوشت کو مردار قرار دیا گیا، حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ منورہ تشریف لائے، تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ زندہ اونٹ اور دنبہ کی چکی، لوگ کاٹتے اور پکا کر کھاتے ہیں اور یہ ان کی پسندیدہ غذا ہے۔ پس آپ نے فرمایا۔

مَا یُقْطَعُ مِنَ الْبَھِیْمَۃِ وَھِیَ حَیَّۃٌ فَھِیَ مَیْتَۃٌ لَا تُؤْکَلُ۔

"زندہ جانور سے جو حصہ کاٹا جائے وہ مردار ہے، اسے نہ کھایا جائے۔"

(ترمذی شریف)

شکار کرنا

اگرچہ جانوروں کا شکار کرنا جائز قرار دیا گیا ہے، لیکن جانوروں پر رحم کے مقصد ہی سے، شکار کے مقاصد کا تعین کر دیا گیا ہے، کہ صرف جانور کو مار کر خوش ہونا، لہو و لعب اور مشغلہ کے طور پر شکار کرنا جائز نہیں، ہاں اگر حلال جانور کا شکار، اپنے کھانے کے لئے یا فروخت کرنے کے لئے کیا جائے، تو جائز ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ قَتَلَ عَصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَھَا بِغَیْرِ حَقِّھَا سَاَلَہُ اللّٰہُ عَنْ قَتْلِہٖ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا حَقُّھَا قَالَ اَنْ یَّذْبَحَھَا فَیَاْکُلَھَا وَلَا یَقْطَعَ رَاْسَھَا فَیَرْمِیَ بِھَا۔

Marfat.com

"جو شخص چڑیا، یا اس سے بڑے پرندے کو ناحق مارے، تو اللہ (قیامت کے دن) اس کو قتل کرنے پر باز پرس کرے گا، عرض کیا گیا، یارسول اللہ، پرندون کا حق کیا ہے، آپ نے فرمایا، کہ انہیں ذبح کر کے کھالے، اور اس کے سر کاٹ کر پھینک نہ دے" (نسائی)

یعنی پرندوں کو بلاوجہ مارنا اور انہیں پھینک دینا، ممنوع ہے، کہ اللہ نے جانور کی جان لینے کی اجازت صرف اس لئے دی ہے، کہ وہ جانور سے افضل مخلوق انسان کی غذا بنے، انہیں انسانوں کا کھلونا نہیں بنایا، کہ وہ انہیں تڑپا کر اور مار کر خوش ہوں، یا اپنی نشانہ بازی کا مظاہرہ کریں، اور نشانوں کی بازی لگائیں، حتیٰ کہ مچھلیاں پکڑنے کے لئے، زندہ کیڑوں کو بھی کانٹوں میں لگانے کی ممانعت کی گئی، کہ اپنے مقصد کے لئے ان کیڑوں کو تکلیف پہنچانا، ان کے ساتھ نہایت ہی بدسلوکی اور بے رحمی ہے، اسی طرح نشانہ بازی کے لئے بھی جانور لو استعمال کرنا، سخت جرم قرار دیا گیا، مسلم شریف کی حدیث ہے۔

"سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ نے بتایا، کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قریش کے کچھ نوجوانوں کو ایک پرندے پر تیر اندازی کی مشق کرتے دیکھا، ان نوجوانوں نے پرندے والے سے یہ طے کر لیا تھا کہ جس کا تیر نشانہ پر نہیں لگے گا وہ کچھ دے گا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس طرح جو شخص کرے گا اس پر اللہ کی لعنت ہو کہ حضور علیہ السلام نے کسی بھی جاندار پر نشانہ بازی کرنے والے شخص پر لعنت فرمائی۔"

یعنی جانور کو کسی بھی صورت میں ایذاء پہنچانا، باعث لعنت جرم ہے، جو لوگ شوقیہ شکار کرتے ہیں انہیں یہ بات ملحوظ رکھنا چاہئے، کہ وہ شکار کو ضائع نہ کریں، اگر خود نہ کھائیں تو ذبح کر کے اعزا و احباب یا غرباء میں تقسیم کر دیں، ہم نے اکثر سنا ہے کہ شکاری کی موت شکار کرتے ہوئے کہیں سے گر کر یا اپنی ہی بندوق کی گولی سے واقع ہو گئی، ممکن ہے حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق یہی لعنت ہو اور جانوروں کو

Marfat.com

ایذاء پہنچانے کا خمیازہ ہو، یقیناً یہ بے زبان مخلوق بھی اللہ کو پیاری ہے، وہ جس طرح انسان کا رب ہے اسی طرح جانوروں کا بھی رب ہے پس وہ پسند نہیں فرماتا، کہ اس کی ایک مخلوق اس کی دوسری مخلوق کو ایذاء پہنچائے۔

جانور پالنا

کسی مقصد کے لئے تو، جانور پالنا، بلاشبہ جائز ہے مثلاً سواری کے لئے، دودھ حاصل کرنے کے لئے، انڈے حاصل کرنے کے لئے، چاہے یہ اپنی ذات کے لئے ہو یا تجارت کے لئے ہو، حتیٰ کہ حفاظت کے لئے کتا بھی پالنے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن پرندوں اور دوسرے غیر مفید جانوروں کو شوقیہ پالنے کے جواز میں علماء کا اختلاف رہا ہے، تاہم اس کو ناجائز نہیں کہا جاتا لیکن بہتر بھی نہیں اور ان کی بازی لگانا، یا لڑانا تو بالکل ہی حرام ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس کی ممانعت فرمائی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے منع فرمایا۔

عربی عَنِ التَّحْرِيْشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ۔

"مویشیوں کو آپس میں لڑانے سے۔" (ابو داؤد)

اس ارشاد میں بہائم کا ذکر ہے دیگر احادیث میں، ہر ذی روح کی ممانعت ہے، بہرحال جانور پالنے والے پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے، کہ وہ جانور کا حق ادا کرے اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اس سلسلے میں آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تم ہریالی میں سفر کرو، تو اونٹ کو زمین سے اس کا حق دو، (آہستہ آہستہ چلو، کہ اونٹ گھاس وغیرہ کھاتا چلے) اور جب قحط سالی میں سفر کرو تو جلدی سے مسافت طے کر لیا کرو، (زمین چٹیل ہو، کہیں گھاس وغیرہ نہ ہو تو جلدی سفر کرو، تاکہ اونٹ بھوکا، پیاسا ہونے سے پہلے منزل تک پہنچ جائے) اور جب رات کو اترو تو راستہ سے

Marfat.com

بچنا، کیونکہ وہ رات کو درندوں کے راستے اور کیڑے مکوڑوں کے ٹھکانے ہیں (رات کو راستے سے ہٹ کر خیمے لگائے جائیں تاکہ اگر کوئی درندہ، یا کیڑا گذرے تو تکلیف نہ پہنچائے، یا اس کی راہ میں رکاوٹ نہ ہو، (مسلم)

حضرت سہل ابن حنظیلہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ حضور علیہ السلام ایک اونٹ کے پاس سے گذرے، جس کی کمر اس کے پیٹ سے لگی ہوئی تھی، (بہت بھوکا معلوم ہوتا تھا) تو آپ نے فرمایا، ان بے زبان مویشیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اچھی حالت میں ان پر سواری کرو (خوب کھلا پلا کر) اور اچھی حالت میں انہیں چھوڑو (چارہ وغیرہ ان کے سامنے ڈال دو کہ یہ کھاتے رہیں) (ابو داؤد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، ایک عورت پر بلی کی وجہ سے عذاب ہوا، کیونکہ اس نے بلی کو باندھے رکھا، نہ کھانے کو دیتی اور نہ پینے کو دیتی تھی، اور نہ اس کو چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالے، (بھوک سے تڑپ کر وہ مرگئی) (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اپنی سواریوں کی پشت کو منبر نہ بناؤ، (کہ انہی پر بیٹھے باتیں کرتے رہو، کھانا کھاتے رہو یا سوتے رہو اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے) اللہ نے انہیں مخرف اس لئے تمہارا فرمانبردار بنایا ہے کہ وہ تمہیں ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچا دیں، جہاں تم (ان کے بغیر) مشکل ہی سے پہنچ پاتے، اللہ نے تمہارے لئے زمین بنائی ہے اس پر اپنی ضروریات پوری کرو (جانوروں کو کیوں تکلیف پہنچاتے ہو۔) (ابو داؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب ہم (سفر کے دوران) کسی جگہ ٹھیرتے، تو اس وقت تک نوافل شروع نہ کرتے جب تک کجاوے نہ کھول دیتے (یعنی سواریوں کو سفر کی حالت اور بوجھ سے آزاد کئے بغیر ہم اپنی ضروریات میں مصروف نہ ہوتے) (ابو داؤد)

حضرت یعلیٰ ابن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے ایک سفر کے دوران حضور علیہ السلام

Marfat.com

کے تین معجزات کا ذکر فرمایا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ نبی مکرم علیہ السلام ایک اونٹ کے پاس سے گذرے، جس پر پانی لایا جاتا تھا، جب اونٹ نے آپ کو دیکھا تو بلبلایا اور اپنی گردن جھکا دی، آپ اس کے پاس ٹھیر گئے، اور فرمایا اس اونٹ کا مالک کہاں ہے، وہ حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا اس اونٹ کو فروخت کر دو، اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں اسے آپ کی خدمت میں تحفہ پیش کرتا ہوں آپ قبول فرمایئے، یہ گھر والوں کا ہے جن کا اس کے سوا کوئی ذریعہ معاش نہیں آپ نے فرمایا تم نے اپنی بات پوری کرلی، دیکھو یہ اونٹ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور اسے کھانے کو کم دیتے ہو، آئندہ ایسا نہ کرنا، "فاحسنوا الیہ" اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرو۔ (مشکوٰۃ)

کیڑوں مکوڑوں کو مارنا

سانپ، بچھو اور ان جیسے زہریلے کیڑوں کو حضور علیہ السلام نے مارنے کی اجازت دی، کیونکہ ان سے انسان کو ایذاء پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے گویا یہ انسان کے ساتھ اچھا برتاؤ ہوگا، کہ انہیں تکلیف پہنچانے والی چیزوں سے بچایا جائے، خاص طور پر گرگٹ کو مارنے کا حکم دیا۔ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَقَالَ كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ۔

"گرگٹ مارنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ حضرت ابراہیم پر پھونکیں مارتا تھا۔" (بخاری)

جب نمرود نے حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے آگ جلوائی، تو یہ خبیث کیڑا آگ مزید بھڑکانے کے لئے پھونکیں مار رہا تھا، پس یہ اس قابل ہے کہ اللہ کے نبی سے دشمنی کی اس کو سزا ہمیشہ دی جاتی رہے، جہاں دیکھو اس کو مار دو، حضور علیہ السلام نے "فویسق" چھوٹا سا فاسق اس کا نام رکھا، لیکن یہاں بھی سایۂ

Marfat.com

رحمت پڑا اور فرمایا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِیْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ کُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَّفِی الثَّانِیَةِ دُوْنَ ذَالِكَ وَفِی الثَّالِثَةِ دُوْنَ ذَالِكَ۔

"جس نے پہلی ضرب میں گرگٹ کو مار دیا، اس کے لئے سو نیکیاں ہیں اور دوسری میں اس سے کم، اور تیسری میں اس سے کم۔"
(مسلم)

دوسری اور تیسری ضرب سے زیادہ ثواب، پہلی ضرب کا ہے بتانا یہ مقصود ہے کہ ایک دم مار دو، تڑپا، تڑپا کر نہ مارو کہ مارنے کا حکم دیا جارہا ہے، تکلیف پہنچانے اور کھلونا بنانے کی اجازت نہیں، یہی حکم دیگر زہریلے جانوروں کو مارنے کا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اُقْتُلُوا الْحَیَّاتِ کُلَّهُنَّ فَمَنْ خَافَ ثَارَهُنَّ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔

"ہر قسم کے سانپ مار دیا کرو، جو ان کے بدلہ لینے سے ڈرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔" (نسائی)

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک سانپ کو مار دیا جائے تو اس کا جوڑا، نر، یا مادہ کسی نہ کسی وقت ضرو بدلہ لیتا ہے، حضور علیہ السلام نے اس خیال کو لغو قرار دیتے ہوئے ہر قسم کے سانپوں کو مارنے کا حکم دیا۔

غرضیکہ زہریلے جانوروں کو مارنے کی اجازت ہے، لیکن جو کیڑے مکوڑے غیر ضرر رساں ہوں ان کو مارنا جائز نہیں، مثلاً چھپکلی، مکڑی، وغیرہ جو عام طور پر گھروں ہی میں رہتی ہیں، اگر ان سے گھن آتی ہے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہیں گھر سے نکال دیا جائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے چار جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا۔

اَلنَّمْلَةِ وَالنَّحْلَةِ وَالْهُدْهُدِ وَالصَّرَدِ۔

Marfat.com

"یعنی، چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد، اور ممولا" (ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ خصوصیت کے ساتھ، چیونٹیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا، کہ ایک چیونٹی نے کسی نبی کے کاٹ لیا، تو انہوں نے چیونٹیوں کی پوری بستی جلا دینے کا حکم فرمایا، پس اللہ نے ان پر وحی فرمائی کہ تمہیں، ایک چیونٹی نے کاٹا تھا اور تم نے اللہ کی پاکی بیان کرنے والی پوری امت کو جلا ڈالا۔ (بخاری)

ایک دوسری روایت حضرت عبداللہ ابن مسعود، رضی اللہ عنہ کی ہے کہ ایک مرتبہ، حضور علیہ السلام کے ہمراہ سفر کے دوران صحابہ کسی جگہ ٹھیرے، آپ کسی ضرورت سے تشریف لے گئے، واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک صحابی نے چولہا ایسی جگہ جلایا ہے جہاں زمین میں یا درخت میں چیونٹیوں کا سوراخ تھا، اور آگ کی گرمی سے چیونٹیاں نکل کر بھاگ رہی تھی، یہ دیکھ کر آپ نے دریافت فرمایا یہ کس نے کیا ہے، صحابی نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں نے آپ نے فرمایا، بجھاؤ بجھاؤ۔

دیگر ارشادات

جانوروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے متعلق، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزید چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لَا تَتَّخِذُوْا شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا

"کہ کسی روح والی چیز کو نشانہ نہ بنایا کرو۔" (مسلم)

انسان ہو یا جانور، ہر کسی پر نشانہ بازی کی ممانعت فرمائی گئی، ایک دوسری حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، کہ حضور علیہ السلام نے۔

لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا۔

Marfat.com

"اس شخص پر لعنت فرمائی، جو کسی روح والی چیز پر نشانہ بازی کرے"
(بخاری)

اسی لئے، آپ نے کنکر یا پتھر پھینکنے کو منع فرمایا کہ اس سے کسی بھی انسان یا جانور کو تکلیف پہنچ سکتی ہے، یہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام۔

يَنْهٰى عَنِ الْخَذْفِ فَإِنَّهٗ لَا يُصْطَادُ بِهِ الصَّيْدُ وَلَا يُنْكَاءُ بِهِ الْعَدُوُّ وَلٰكِنَّهٗ يَكْسِرُ السِّنَّ وَيَفْقَاءُ الْعَيْنَ۔

"منع فرماتے تھے کنکر پھینکنے سے، کیونکہ کنکر سے کسی چیز کو شکار نہیں کیا جاسکتا، اور نہ اس سے دشمن ہلاک ہوسکتا ہے لیکن دانت توڑتا ہے یا آنکھ پھوڑتا ہے۔" (مسلم)

یہ کام عموماً بچے کرتے ہیں کہ جب کسی درخت وغیرہ پر کوئی پرندہ بیٹھا نظر آیا، یا سڑک پر کوئی کیڑا یا جانور نظر آیا بس اس پر پتھر برسانے شروع کر دیئے، جو بے زبان کسی کا کچھ نہیں بگاڑ رہے، ان کو ستانا کونسی انسانیت ہے، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا پس بڑوں کو چاہئے کہ وہ بچوں کو اس بری عادت سے روکیں، بعض بزرگوں نے پرندوں کی خدمت کو ایک بڑی نیکی قرار دیا ہے کہ انہوں نے بتایا کہ گھر کے صحن وغیرہ میں پرندوں کے لئے دانہ، پانی کا انتظام کرنا چاہئے، یہ مجرب عمل ہے اس سے بلائیں ٹلتی، رزق میں فراخی ہوتی اور اللہ کی رحمت برستی ہے حدیث شریف سے بھی اس کی تائید ملتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے ایک شخص کا واقعہ بیان فرمایا، جو سفر کر رہا تھا، اسے سخت پیاس لگی، وہ پانی تلاش کرنے لگا، کہ ایک کنواں نظر آگیا، وہ بمشکل اس میں اترا اور پانی، پی کر باہر نکلا، تو اس نے ایک کتا دیکھا، جو پیاس کی شدت سے زبان نکالے، ہوا تھا اور مٹی چاٹ رہا تھا اس شخص کو احساس ہوا، کہ کتے کو بھی پیاس سے ایسی ہی تکلیف ہو رہی ہے جیسی مجھے ہو رہی تھی،

Marfat.com

پس وہ دوبارہ کنوئیں میں اترا، اور اپنے چمڑے کے موزے میں پانی بھر کر لایا، اور کتے کو پلایا اللہ کو ایک مجبور جانور کے ساتھ اس کا یہ برتاؤ پسند آیا اور اس کے گناہ بخش دیئے، صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چوپایوں کے ساتھ نیکی کرنے میں بھی ہمارے لئے اجر ہے، آپ نے فرمایا ہر ذی روح کے ساتھ بھلائی کا اجر ملے گا۔"
(مسلم)

حضرت عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی مکرم علیہ السلام کے دربار میں حاضر تھے، کہ ایک صحابی چادر اوڑھے آئے اور ان کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی، جسے انہوں نے چادر سے ڈھک رکھا تھا، خود ہی بتانے لگے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس سے گذر رہا تھا، کہ مجھے پرندوں کے بچوں کی، چوں چوں، سنائی دی میں نے انہیں تلاش کیا اور پکڑ لیا اور اپنی چادر میں رکھ لیا، یہ دیکھ کر بچوں کی ماں آئی اور میرے سر پر چکر لگانے لگی، میں نے بچے دکھانے کے لئے چادر کھولی تو وہ اپنے بچوں پر گر پڑی، پس میں نے ان سب کو چادر میں لپیٹ لیا، اور اب وہ میرے پاس ہیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا، انہیں نکالو، انہوں نے نکال دیا، تو ماں اپنے بچوں سے چمٹی رہی، پس آپ نے فرمایا کیا تم ان بچوں سے ان کی ماں کی محبت پر تعجب کرتے ہو قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے سچائی کے ساتھ مبعوث فرمایا، اللہ اپنے بندوں پر، ان بچوں کی ماں سے بھی زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

اِرْجِعْ بِهِنَّ حَتّٰى تَضَعْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَذْتَهُنَّ وَاُمَّهُنَّ مَعَهُنَّ فَرَجَعَ بِهِنَّ ۔

"ان بچوں کو لے جاؤ، اور وہیں رکھ آؤ جہاں سے تم نے انہیں پکڑا ہے اور ان کی ماں کو بھی ان کے ساتھ لے جاؤ، پس وہ انہیں لے کر چلے گئے۔"
(ابو داؤد)

حضرت زید ابن خالد رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا، کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

Marfat.com

لَاتَسُبُّوا الدِّيْكَ فَاِنَّهٗ يُوْقِظُ لِلصَّلٰوةِ

"مرغ کو گالی نہ دو، کیونکہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے۔"

(ابوداؤد)

مرغ کو گالی دینا یہی ہے کہ جب تم سو رہے ہو اور وہ اذان دے، تو اسے برا، بھلا کہو، حضور علیہ السلام اس سے منع فرما رہے ہیں کہ وہ تو اذان سے صبح ہونے کا اعلان کر رہا ہے اور تمہیں نماز کے لئے اٹھا رہا ہے، اور تم اسے گالیاں دے رہے ہو، ایسا نہ کرو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے منع فرمایا۔

عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ۔

"(جانور کے) منہ پر مارنے اور منہ پر داغ لگانے سے۔ (مسلم)

بطور نشان، آگ سے جانور پر داغ لگایا جاتا ہے جس سے جانور کو بہت تکلیف ہوتی ہے حضور علیہ السلام نے منہ پر داغ لگانے کی ممانعت فرمائی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے، کہ حضور علیہ السلام ایک گدھے کے پاس سے گذرے، جس کے چہرے پر داغ لگا ہوا تھا۔ پس آپ نے فرمایا۔

لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِيْ وَسَمَهٗ۔

"اللہ اس پر لعنت کرے، جس نے اسے داغ لگایا ہے۔"

(مسلم)

خلاصہ

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں سے جو سلوک کرنے کی تعلیم دی، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جانوروں کو بھی اللہ کی مخلوق سمجھو اور احساس کرو، کہ ان میں بھی جان ہوتی ہے، انہیں تکلیف اور درد کا احساس ہوتا ہے، لہٰذا ان کو جب اپنے فائدے کے لئے استعمال کرو تو ان کے دکھ، درد، پیاس کا خیال رکھو، یہی ہے۔

Marfat.com

"جانوروں کے ساتھ اچھا برتاؤ"

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

Marfat.com

"اتمام"

"اچھا برتاؤ" نہایت طویل اور وسیع موضوع ہے کیونکہ درحقیقت یہ اس "تقویم" کی عملی صورت کا نام ہے جس میں خالق حقیقی نے انسان کو پیدا فرمایا اور اسے "احسن الخالقین" نے "احسن" قرار دیا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝

"بیشک ہم نے انسان کو اچھے مادہ میں پیدا فرمایا۔"

(پ ۳۰، التین، ۴)

انسان جسمانی، عقلی اور روحانی اعتبار سے اللہ کی تمام مخلوق سے زیادہ حسین ہے، اسی لئے کائنات کی ہر چیز کو اس کا مطیع و فرمانبردار بنا دیا گیا۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً۔

"کیا تم نے نہیں دیکھا، کہ اللہ نے فرمانبردار بنا دیا ہے (ہر چیز کو) جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور تمام کر دی ہیں اس نے تم پر ہر قسم کی نعمتیں ظاہری بھی اور باطنی بھی۔"

(پ ۲۱، لقمن، ۲۰)

پس انسان اپنے اس حسین جوہر کے باعث، اشرف قرار پایا، اور اسے کائنات پر حکومت کرنے کا اعلیٰ منصب دیا گیا، جس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو مہر و محبت کے ساتھ اپنی طرف مائل کرے، نیز وہ بحیثیت حاکم تمام مخلوق کے حقوق کا نگران و محافظ ہے، اور اس پر یہ عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ نہ وہ کسی کا حق مارے اور نہ ہی کسی کو کسی کی حق تلفی کرنے دے۔

یا یوں کہئے کہ تمام مخلوق احسن الخالقین، کے حسن کا مظہر ہے، یہ پوری کائنات اللہ کا لگایا ہوا ایک باغ ہے چونکہ انسان احسن الخلق ہے لہٰذا اسی کو اس باغ کا محافظ

Marfat.com

ونگران اور مالی بنایا گیا، اور اس کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ اس باغ کے ہر پودے کو ایثار کے پانی سے سیراب کرے، اس کی ہر کلی اور پتی کو محبت و الفت کی نظروں سے دیکھے، اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے صلہ میں وہ اس باغ کے پھلوں، پھولوں سے اپنی زندگی کو معطر اور توانا بنانے کا مختار و مجاز ہے۔

بہر حال کائنات کی ہر چیز سے انسان کا تعلق ہے، جس کو بطریق احسن قائم رکھنے ہی کا نام "اچھا برتاؤ" ہے، جو اس تعلق کو وسعت کی مناسبت سے نہایت ہی وسیع موضوع ہے، اللہ رب العزت نے اس اہم اور وسیع موضوع کی تعلیم و تبلیغ ہی کے لئے انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام کا سلسلہ قائم کیا، اور اسی کو کمال و اتمام تک پہنچانے کے لئے اپنے محبوب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمتہ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا جن کے اقوال و اعمال نے انسان کے لئے، اس عظیم ذمہ داری سے سبکدوش ہونا آسان و سہل کر دیا کہ وہ صرف مبلغ و معلم ہی نہیں، بلکہ "اسوہ" نمونہ بھی ہے، کہ جو انسان بھی اس کائنات کا حاکم بنا اور انسانیت کے اعلیٰ منصب کو حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ان کے دامن سے وابستہ ہو کر ان کے عطا کردہ، طریقہ زندگی کو اپنا لے، کامیابی و کامرانی، اس کی قدم بوسی ہوگی آپ خود اعلان فرماتے ہیں۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ

"میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں، کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں"

پس آپ نے اپنی بعثت کا حق ادا کیا، اور علم اخلاق کا ایسا سمندر بہایا، کہ انسان اس میں غوطے لگا کر موتی چنتا اور مالا مال ہوتا رہے اور انہی موتیوں کی چمک اس میں ایسی کشش پیدا کرتی ہے کہ دنیا خود بخود اس کی طرف کھنچتی چلی آتی ہے، وہ مخدوم کائنات بن جاتا ہے، کائنات کی ہر چیز اس کی مطیع و فرمانبردار ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ اخلاق کے یہ موتی اسے اللہ کا بھی پیارا اور محبوب بنا دیتے ہیں، کہ معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَحَبُّ عِبَادِ اللّٰهِ اِلَى اللّٰهِ اَحْسَنُهُمْ اَخْلَاقًا۔

Marfat.com

"اللہ کے بندوں میں اللہ کو سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔"

انسان کے عزت و عظمت، اس کے آرام و راحت اور سکون و طمانیت کا دارومدار، انہی مکارم اخلاق پر ہے، جن کی تعلیم معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، یہی زیور ہے جس سے انسان کا وہ حسن و جمال ظاہر ہوتا ہے جو اس کی تقویم میں موجود ہے، اور جب انسان حسن اخلاق سے محروم ہوتا ہے تو وہ ہر قسم کے حسن و جمال سے محروم ہو جاتا ہے بدقسمتی سے اس دور میں ہم اس محرومی کا ہی شکار ہیں نتیجتاً ہماری زندگی کے کسی شعبہ میں حسن باقی نہ رہا، نہ عزت رہی نہ عظمت، نہ رعب و دبدبہ، صرف قومی سطح پر ہی ہم پریشانیوں میں مبتلا نہیں بلکہ انفرادی طور پر بھی ہمیں سکون نہیں، ہر گھر میں بے چینی اور بدامنی ہے، ہر زبان پر الجھنوں کا شکوہ ہے ہر دل سے درد بھری آہوں کی آوازیں، سنائی دیتی ہیں زندگی کسی طوفان کے جھکڑ میں بسر ہو رہی ہے، مزید بر آں اللہ محفوظ رکھے، ایمان تک خطرے میں ہے کہ آج ساری دنیا کا حال ہمیں گھر بیٹھے معلوم ہوتا رہتا ہے، جب ہم مغربی ممالک اور دیگر غیر مسلم ملکوں کے بسنے والوں کی زندگی کو بظاہر پرسکون دیکھتے ہیں ان کی ظاہری چمک دمک دیکھتے ہیں تو ہمارا ایمان لرزنے لگتا ہے، اور دینی تعلیم سے نابلد لوگ یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ہمیں (العیاذ باللہ) مسلمان ہونے کی سزا مل رہی ہے، ہمارے اصول زندگی اور ہمارا طرز معاشرت ناقص ہے نامکمل ہے اسی لئے ہمیں چین، سکون جیسی نعمت میسر نہیں، غیروں کے اصول زندگی اچھے ہیں کامیاب ہیں اسی لئے انہیں ہر قسم کی آسائش میسر ہے، جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے اسلام نے ہمیں ذلت و خواری کی وادی میں نہیں دھکیلا اس کی تعلیمات نے تو ہمیں قعر مذلت سے نکال کر بام عروج پر پہنچنے کا ڈھنگ سکھایا، اسلام باللہ العظیم، ناقص نہیں، وہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اسلام کے اصول زندگی تو ایسے انقلابی اور مؤثر ہیں کہ ان کو اپنانے ہی کے سبب ہم سے پہلے، ہم سے بدتر اور غیر مہذب لوگ تہذیب و تمدن کی علامت،

Marfat.com

اور اصول زندگی کے معلم بن گئے، انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو اپنایا، تو وہ خود بعد والوں کے لئے بہترین نمونہ بن گئے، پس قصور اسلامی تعلیمات اور اس کے عطا کردہ اصول زندگی کا نہیں قصور ہمارے کردار کا ہے، ہماری بدعملیوں کا ہے ہم اپنے سمندر سے موتی نکال نہ سکے اور دوسروں کے در کے بھکاری بن گئے، کاش معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کے بہائے ہوئے سمندر میں ہم غوطہ لگاتے، تو اپنے اسلاف کی طرح ہم بھی مالا مال ہوتے۔

حالات کا تقاضہ ہے کہ اہل علم اپنی ذمہ دار کا احساس کریں، اور اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ، اہل ایمان کو حسن اخلاق سے مزین و آراستہ کرنے کی سعی کریں ہمیں اسی احساس نے اس موضوع پر قلم اٹھانے پر مجبور کیا، اس بحر ذخار سے ہم نے چند موتی چن کر ہدیہ قارین کئے ہیں ہمیں اپنی کم علمی کا پوری طرح احساس ہے کہ کچھ لکھا یقیناً اس کا حق ادا نہ کر سکے، تاہم اس کی افادیت میں بھی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا ہم نے ہر عنوان پر اس طرح گفتگو کی ہے کہ اصل موضوع کی وضاحت کے ساتھ اس عنوان سے متعلق اہم مسائل بھی معلوم کئے جا سکیں، عقائد کی اصلاح بھی ہو سکے اور تاریخی حقائق و واقعات کا بھی علم ہو سکے، اگر ہماری یہ کاوش مفید اور پسندیدہ ہے، تو ہم بجا طور پر قارئین سے توقع کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے، کہ خود بھی بغور اس کا مطالعہ کریں اور دوسروں تک بھی اس کو پہنچائیں، اپنی بھی اصلاح کریں اور دوسروں کی بھی، نیز ہمارے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کریں، کہ بصورت زندگی ہمارے لئے دعائے صحت و عافیت کریں اور بصورت موت دعائے مغفرت۔

عربی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا مُحَمَّدِ الْمَبْعُوْثِ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

فقیر سید سعادت علی القادری

۲۱ر ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ

۲۳ر اپریل ۱۹۹۵ء

Marfat.com

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے تفاسیر کی کارنامے

تفسیر خزائن العرفان
صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر نور العرفان
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ

ضیاء القرآن ۵ جلد
مفسر ضیاء الامت حضرت پیر
محمد کرم شاہ الازہری نور اللہ مرقدہ

تفسیر الحسنات ۷ جلد
ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر مظہری جلد ۱
عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ
پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیرات احمدیہ
ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر ابن کثیر ۴ جلد
علامہ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر علیہ الرحمۃ

تفسیر دُرِ منثور
علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر احکام القرآن
مولانا جلال الدین قادری

تفسیر سورۃ النساء
پروفیسر منیب الرحمن

یا ایھا الذین امنوا
مفتی سعادت علی قادری

1Z 148